محقق و مدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

پیش لفظ

حضرت مولانا **غلام محمد** صاحب وستانوی دامت برکاتہم

جمع و ترتیب

(حضرت مولانا) مفتی **محمد جعفر** صاحب ملی رحمانی

تحقیق و تخریج

طلباء دارالافتاء، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۷ء

ناشر: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

محقق ومدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

نام کتاب

محقق و مدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

اشاعت ثانی

۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء

کمپوزنگ وتصحیح: مفتی شمشیر احمد بستوی/مفتی عبدالمتین کانڑگانوی

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

مکتبہ الامین کتابستان دیوبند: **PH:(01336) 221212-09412680528**

فهرس الموضوعات

كتاب الإيمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کا بیان)

باب البدعات والرسومات

(بدعات ورسومات کا بیان)

کتاب الطهارة

(پاکی کا بیان)

باب التیمم

کتاب الصلوۃ

(نماز کا بیان)

باب الأذان

(اذان کا بیان)

باب الجمعة

باب الإمامة

(امامت کا بیان)

فصل فی سجدة التلاوة

(سجدۂ تلاوت کا بیان)

باب صلاة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب القبلة

(قبلہ کا بیان)

کتاب الزکوٰۃ

(زکوٰۃ کا بیان)

مسائل زکوٰۃ

کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)

مسائلِ روزہ

مسائلِ اعتکاف

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

مسائل نکاح

معیشت کا کردار انسانی زندگی پر

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

مسائلِ خرید وفروخت

شیئرز کے احکام

شیئرز کا مختصر تعارف

باب الربوا

(سود کا بیان)

بیمہ(انشورنس)کے احکام

کتاب الإجارہ

(کرایہ داری کا بیان)

مسائلِ اجارہ

ناجائز کاموں پر اجرت وصول کرنا

طاعات پر اجرت وصول کرنا

کتاب الحظر والإباحة

(مباحات ومحظورات کا بیان)

مباح وممنوع مسائل

مسائل الجوالة والإنترنت

(مسائلِ موبائل وانٹرنیٹ)

کتاب اللباس والزینۃ

(لباس اور زینت کا بیان)

مسائلِ زیب و زینت

پیشِ لفظ

مسلمان احکامِ الٰہی کا پابند ہے، اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی چاہیئے، اوراس کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: **لایجوز لمسلم أن یتصرف أو یفعل فعلاً إلا بعد معرفة حکم الله فیه .** (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۵/۸)

عامۃ المسلمین کو درپیش مسائل مہمہ کے حل کی طرف ہر زمانے کے علماء نے خصوصی توجہ دی، جوان کی ذمہ داری ہے، اورانہوں نے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، کررہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، کیوں کہ یہ دین قیامت تک کیلئے ہے، اوراس میں ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل موجود ہے، حالات بدلتے رہے، بدل رہے ہیں، اور بدلتے رہیں گے، اورتبدیلیٔ حالات کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا پیدا ہونا جہاں امر طبعی ہے، وہیں ان کا حل پیش کرنا بھی امر ضروری ہے۔

کتاب ''محقق ومدلل جدید مسائل'' تقریباً چارسو باون (۴۵۲) عوام کو درپیش مسائل کا مجموعہ ہے، جن کو برخوردار مولوی حذیفہ سلمہ ''بیان مصطفی'' میں لیٹیسٹ مسائل کے عنوان سے لکھتے رہے۔

جامعہ میں دارالإفتاء کے قیام کے بعد جامعہ کے موقر استاذ شعبہ اِفتاء کے ذمہ دار عزیزم مفتی محمد جعفر صاحب رحمانی نے، اپنی نگرانی میں طلباء افتاء سے ان مسائل کی تخریج وتحقیق کا کام کرواکر، انہیں مسائلِ جدیدہ کا ایک مستند مجموعہ بنادیا (**تقبل الله مساعیه الجمیلة**).

اب جامعہ ان مسائل کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالی ہماری تمام نیک کاوشوں کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اپنی رضاء نصیب فرمائے۔ فقط

(مولانا) غلام محمد وستانوی

۱۴۳۰/۱۱/۱۱ھ

۲۰۰۹/۱۰/۳۱ء

مقدمہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
خادم الافتاء والتدریس، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

اسلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا ایسا دین ہے، جو پورے عالم انسانی کی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ضامن ہے، اور فقہ اسلامی ایسا قانون ہے، جو پیغام نبوت سے مستنبط وماخوذ ہے، اس میں ہر عہد وزمانہ کے معاشی، معاشرتی، سیاسی، صنعتی تبدیلیوں اور جدید ترقیات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دشواریوں وپریشانیوں کا حل موجود ہے۔

اگر ہمارے سامنے قرآن وسنت، آثار صحابہ اور سلف صالحین کی تشریحات موجود ہوں، اور جدید مسائل کی صحیح خدوخال سے ہم واقف ہوں، تو نئے مسائل پر حکم شرعی کا انطباق کر کے، ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ: ''اسلام میں قیامت تک تمام پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے''۔

کیوں کہ قرآن وحدیث میں ایسی کلیات اور اصول موجود ہیں کہ ان میں غور فکر کر کے، قیامت تک تمام پیدا ہونے والے حوادث، واقعات اور نوازل کے احکامِ شرعیہ مستنبط کئے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم تاریخِ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد، اللہ رب العزت نے اس امت میں ایسے افراد واشخاص پیدا فرمائے، جنہوں نے نصوصِ قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر وہ اصول وقواعد مقرر ومرتب کئے، جنہیں بنیاد بنا کر ان تمام مسائل کا شرعی حل نکالنا آسان ہے، جن کا ذکر نصاً وصراحۃً قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں موجود نہیں ہے۔

اسی پر بس نہیں، بلکہ فقہاء مجتہدین نے جب اصول وقواعد کو بنیاد بنا کر مسائل کا استنباط واستخراج فرمایا ،اور فروعات وجزئیاتِ مستنبطہ ومخرجہ میں ان کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو ان اقوال ومسائلِ مختلف فیہا میں، تصحیح وترجیح کے لیے اللہ رب العزت نے اصحابِ تصحیح وترجیح کو بھی پیدا فرمایا، جنہوں نے قولِ صحیح وقولِ راجح کی نشان دہی فرما کر نہ صرف امتِ مسلمہ پر احسان کیا، بلکہ اسلامی قوانین کو ایسے صاف ستھرے، روشن اور تابناک شکل وصورت میں پیش فرمایا کہ وہ دیگر قوانینِ عالم میں ممتاز ونمایاں نظر آتے ہیں، اور ایک منصف طبیعت، صحیح الفطرت انسان بول اٹھتا ہے: سچ فرمایا ارض وسماء، جن وانس کے خالق ومالک نے:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾.

(آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طورِ دین کے پسند کرلیا)۔(سورۃ المائدہ: ۳)

یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک تصحیح وترجیح کا کام مکمل نہ ہوا، اللہ رب العزت اہلِ تصحیح وترجیح کو پیدا فرماتے رہے۔ جیسا کہ محقق علامہ ابن ہمام کے تلمیذِ رشید محقق علامہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ فرماتے ہیں: "إن المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا". جب تک مختلف فیہ مسائل میں غور وفکر اور تصحیح وترجیح کا کام مکمل نہ ہوا مجتہدین مفقود نہ ہوئے۔

(عقود رسم المفتی: ص/۱۲٦)

آج عالمگیریت (Globlization) نے بہت سے نت نئے مسائل لا کھڑے کردیئے جن کا شرعی حل امت کے سامنے پیش کرنا امت کے علماء ومفتیانِ کرام کی ذمہ داری ہے، اور ظاہر ہے جب یہ ان کی ذمہ داری ہے، تو ضرور اللہ رب العزت ان میں ایسی اہلیتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائیں گے، جو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے درکار ہوتی ہیں، کیوں کہ خدائی قانون ﴿لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعها﴾۔ (اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق) [سورۃ البقرۃ: ۲۷٦] اس پر شاہد ہے۔

معلوم ہوا کہ تخریج واستنباط کا کام تا قیامت جاری وساری رہیگا،اور ہر زمانہ میں مجتہدین فی المذہب پیدا ہوتے رہیں گے، جو اپنے مذہب کے اصول وقواعد کی بنیاد پر تخریج واستنباط کا فرض انجام دیتے رہیں گے۔

نوازل کیا ہے؟

نوازل نازلۃ کی جمع ہے، نزل ینزل سے صیغہ اسمِ فاعل، بمعنی اترنے والی، یعنی پیش آمدہ سختی ومصیبت۔

اصطلاحِ احناف میں نوازل کا اطلاق فتاوی اور واقعات پر ہوتا ہے، اور فتاوی وواقعات وہ مسائل ہیں جن کو متاخرین فقہاء نے اس وقت مستنبط کیا جب ان سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا، اور انہوں نے اس سلسلہ میں متقدمین اہلِ مذہب کی کوئی روایت نہیں پائی ،(یہاں متاخرین سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے تلامذہ اوران کے تلامذہ کے تلامذہ وغیرہ مراد ہیں)۔

اسبابِ نوازل:

بنیادی طور پر دو سببوں سے نئے مسئلوں نے جنم لیا،(۱) علمی وصنعتی ترقی وپیش قدمی۔(۲) فسق وفجور

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا:" **تحدث للناس أقضية بقدر ما أحدثوا من الفجور**". لوگ جس قدر فجور میں مبتلا ہوں گے اس قدر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔

(المنتقى شرح المؤطا للباجي:۶/ ۱۴۰)

نوازل سے متعلق اجتہاد کا حکم اوراس کی اہمیت:

اسلام قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیے دین ہے، اوراس میں اس کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور یہ حل اسی وقت ممکن ہے جبکہ امت کا ایک طبقہ جو اس کا اہل ہو، نوازل میں اجتہاد کرکے اس کے حکمِ شرعی سے لوگوں کو مطلع کریں، اس لیے نوازل میں اجتہاد واجبِ کفایہ ہے۔

اجتہاد فی النوازل کی اہمیت بنیادی طور پر ان تین باتوں سے عیاں ہوتی ہے:

(۱) اجتہاد فی النوازل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت ہر مکان وزمان کے لیے ہے۔

(۲) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ امت کو اس بات پر متنبہ و بیدار کیا جاتا ہے کہ جن مسائل میں وہ مبتلا ہو رہی ہے، وہ قواعدِ دین اور مقاصدِ شرعیہ کے مخالف ہیں۔

(۳) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ تمام شعبہائے زندگی میں احکامِ شرع پر عمل پیرا ہونے کی کھلی وصریح دعوت دی جاتی ہے وغیرہ۔

نوازل (مسائلِ جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ:

نوازل کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر یہ تین باتیں ضروری ہوتی ہیں: (۱) تصورِ نازلہ (Portry in the mind)

(۲) تکییفِ نازلہ (Conditioning fitting)۔ (۳) تطبیقِ نازلہ (Adaptation)

تصور:...... کسی بھی شئ پر حکمِ شرعی لگانے کے لیے اس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ تصورِ شئ، ''اصل'' اور اس پر حکمِ شرعی کا لگانا اس کی ''فرع'' ہے، اور بدونِ اصل فرع متصور نہیں ہوتی۔

تصورِ شئ کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: (۱) فہمِ نفسِ نازلہ، کہ فی ذاتہ یہ کیا ہے؟ (۲) فہمِ اثراتِ نازلہ، کہ اس سے کون کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

تکییف:...... سے مراد اصولِ شرعیہ میں سے کسی اصل کی طرف کسی مسئلہ کو پھیرنا۔

تطبیق:...... سے مراد نازلہ پر حکمِ شرعی کو منطبق و چسپاں کرنا۔

اب ان تینوں باتوں کو آپ درج ذیل مسئلہ سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، مثلاً ''مسئلۂ بیمہ'' نازلہ ہے،...... بیمہ کی حقیقت یقین دہانی ہے، کمپنی بیمہ کرانے والے افراد کو بعض خطرات سے حفاظت

اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کراتی ہے، کمپنی بیمہ کے طالب شخص سے ایک متعینہ رقم بالاقساط وصول کیا کرتی ہے، اور ایک معینہ مدت کے بعد اسے یا اس کے پسماندگان کو حسبِ شرائط واپس کردیتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ فی صد کے حساب سے مزید رقم بھی بطور سود دیتی ہے۔

اس کی متعدد قسمیں ہیں، زندگی کا بیمہ (Life insurance)، املاک کا بیمہ (Goods insurance)، ذمہ داری کا بیمہ (Third party insurance)، مستندات کا بیمہ وغیرہ، عقد کی یہ صورت سود و قمار پر مشتمل ہے۔ (یہ ہے تصورِ نازلہ)

اب ہم نے اس عقد کو دلائلِ شرعیہ:...... ﴿یآ یھا الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون﴾. [آل عمران:۱۳۰] ...... ﴿الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطٰن من المس﴾. [البقرة:۲۷۵] ...... ﴿یآیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾. [المائدة:۹۰] ...... ﴿یمحق الله الربوا ویربي الصدقات﴾. [البقرة:۲۷۶] ...... ﴿یآیھا الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین﴾. [البقرة:۲۷۸] ...... عن جابر قال: "لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاھدیه". [أبوداود:۱۱۷/۲، صحیح مسلم:۲۷/۲] ...... کی طرف پھیرا، تو یہ سب دلیلیں سود و قمار کو حرام قرار دیتی ہیں۔ (یہ تکییف ہے)

اس لیے بیمہ حرام قرار پایا۔ (یہ تطبیق ہے)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر شخص تصورِ نازلہ، تکییف اور تطبیق کے ذریعہ احکامِ شرعیہ معلوم کرسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! ...... اس کے لیے کچھ ضوابط ہیں:

۱- ...... نئے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوشاں شخص کے لیے، مصادر و دلائلِ احکام سے پوری

طرح واقف ہونا، مقاصدِ شرعیہ کا عالم ہونا، علمِ لسانِ عرب کا حامل اور اصولِ فقہ کا عارف ہونا، نیز غور وفکر میں اپنی پوری طاقت صرف کرنا ضروری ہے۔

۲-......جس حکمِ شرعی کا استنباط کیا گیا، اس کا کسی معتبر دلیلِ شرعی کی طرف منسوب ہونا لابدی ہے، کبھی یہ دلیل نص، اجماع، قیاس تو کبھی استصلاح وغیرہ بھی ہوسکتی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

بعض نوجوان مفتیانِ کرام جن کو اللہ رب العزت نے فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق کی دولت سے نوازا، بسا اوقات جدید مسائل کے حل میں ان کے قلمِ افتاء سے نصوصِ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت کی مخالفت جیسی عظیم غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں، عامۃً اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں: (۱) تاویل واجتہاد، (۲) بعض خارجی موثرات سے متاثر ہونا۔ جیسے بعض لوگوں نے سودی بینکوں کے معاملات کو حلال اور اس میں عمل کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ صریح نصوص کی مخالفت ہے، اور بعض لوگوں نے ٹی وی وغیرہ پر خبریں پڑھنے اور پروگرام پیش کرنے کے لیے عورتوں کی مشارکت کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ مقاصدِ شرعیہ اور قواعدِ کلیہ کے مخالف ہے۔

جبکہ دوسرے بعض، خودساختہ مفتیان، جو فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق سے محروم ہونے کے باوجود، جدید مسائل کے حل میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اور فقہی ذوق وتحقیق سے عاری، مقاصدِ شرعیہ سے ناواقف، دلائلِ شرعیہ سے تہی دامن، اور قرآن وحدیث کا خاطر خواہ علم نہ ہونے کی وجہ سے، اپنے فتوی میں محض عرف ورواج، عمومِ بلویٰ، تعامل اور ضرورت جیسی دلیلوں کو ذکر کرکے، بہت سی ناجائز وحرام چیزوں کے حلال وجواز کا فتوی دیدیتے ہیں، جبکہ انہیں سمجھنا چاہیے کہ عرف ورواج کے بدلنے سے صرف وہی مسائلِ اجتہادیہ بدلتے ہیں، جن کی بناء فقہاء کرام نے اپنے زمانے کے عرف ورواج پر رکھی تھی، اور آج وہ عرف بدل چکا۔

اسی طرح عمومِ بلویٰ کا اعتبار مسائلِ منصوصہ میں نہیں ہوتا، بلکہ مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے، ورنہ آج غیبت، سودخوری، گانا، موسیقی اور غیر اسلامی تہواروں میں شرکت وغیرہ عام ہو چکا ہے، کیا اس ابتلاء کی وجہ سے ان کی حرمتِ منصوصہ ختم ہو جائے گی؟......اسی طرح تعاملِ ناس سے ہر تعامل مراد نہیں، بلکہ وہی تعامل مراد ہے جس پر علماء عصر نے کوئی نکیر نہ کی ہو۔اسی طرح ضرورت وہی ہے جس کو شریعت نے ضرورت قرار دیا:" **الضرورة بلوغه حداً إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب وهذا يبيح تناول الحرام**". ضرورت کی حد یہ ہے کہ آدمی ممنوع چیز کے استعمال نہ کرنے سے ہلاک ہو جائے یا ہلاکت سے قریب ہو جائے۔(الموسوعة الفقهية: ۲۸/۱۹۱)

آج لوگوں کا یہ حال بن چکا ہے کہ ان کی زینتوں نے ضرورتوں کا درجہ لے لیا،تو کیا ہم ان کو محرماتِ شرعیہ کے استعمال کی رخصت دیدیں گے؟

دورِ حاضر کے مفتیانِ کرام کے لیے مسائلِ جدیدہ حل کرنے کے لیے دو چیزیں درکار ہیں:

(۱)اجتہاد(۲) تدیُّن

یہاں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کرنا آتا ہو، اور یہ اجتہاد ختم نہیں ہوا، بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔......اور تدین سے مراد یہ ہے کہ اغراض کا تابع نہ ہو، کہ کھینچ تان کرنا جائز کو بھی حدِ جواز میں لے آئے۔

زیر نظر کتاب "**محقق ومدلل جدید مسائل**" تقریباً ساڑھے چار سو،ان حوادث ونوازل پر مشتمل قیمتی ذخیرہ ہے،جنہیں برادرم مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی حفظہ اللہ ورعاہ، بعنوان "**عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل**" بیانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے رہے، جب جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو باہم مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ ہم ابتداءً طلباء افتاء کو تمرین کے لیے مختلف ابوابِ فقہیہ ،مثلا، کتاب الایمان والعقائد، کتاب الطہارت، کتاب

الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب البیوع، کتاب الاجارۃ، کتاب الوقف، کتاب الحظر والاباحۃ وغیرہ کے مسائل دیا کریں، اور جب ان میں ایک گونا فقہ سے مناسبت اور مصادر ومراجع سے مراجعت پر قدرت پیدا ہو جائے، تو جدید مسائل پر تمرین اور تخریج وتحقیق کا کام کروایا جائے، اس طرح کے لائحہ عمل سے جہاں ان عزیزوں کی تمرین وتدریبِ افتاء ہوگی، وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج وتحقیق کا کام بھی ہوتا رہے گا، جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

چنانچہ: ۲۹۔۱۴۲۸/ مطابق 2007-08 کے طلباء افتاء نے موصوف محترم کے انہیں ساڑھے چار سو (۴۵۰) مسائلِ جدیدہ، مطبوعہ در بیانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تمرین اور تخریج وتحقیق کا کام مکمل کیا۔ اور ۳۰۔۱۴۲۹/ مطابق 2008-9 کے طلباء نے بھی مذکورہ بالا ابواب سے متعلق تقریباً آٹھ سو چوراسی (۸۸۴) مسائل کی تمرین کے علاوہ، ساڑھے تین سو (۳۵۰) جدید مسائل پر تمرین اور تحقیق وتخریج کا کام کیا، جو انشاء اللہ کتابی شکل میں طبع ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔ دراصل مولانا موصوف کی فکر یہ ہے کہ تمام مسائلِ جدیدہ کا ایک محقق ومدلل ''انسائیکلوپیڈیا'' تیار ہو جائے، اور عوام وخواص دونوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

کتاب الایمان والعقائد، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب النکاح، کتاب البیوع، کتاب الاجارۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، مسائل الجوالۃ والانٹرنیٹ، اور کتاب اللباس والزینۃ سے متعلق جن جدید مسائل پر تحقیق وتخریج کا کام مکمل ہوا، وہ آپ کے سامنے ہیں، آئندہ جن ابواب سے متعلق جدید مسائل پر کام کیا جائے گا وہ بھی ان شاء اللہ آپ کے سامنے آتا رہے گا۔

ہمیں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ تحقیق وتخریج کے اس کام میں ہم سے کہیں خطا ولغزش نہ ہوئی ہو، بلکہ عین ممکن ہے کہ کسی مسئلہ کی تخریج کے لیے ہم نے جو مستدلات نقل کیے، اس سے قریب تر اور بہتر، کوئی اور مستدل موجود ہو، جو ہمارے علم میں نہیں آسکا، اس لیے اربابِ علم وفضل اور اصحابِ افتاء سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ ہمیں اپنے علم سے افادہ فرما کر اس مستدل کی نشاندہی کر دیں۔ ہم ضرور بالضرور اس سے مستفید ہوں گے۔ (إن نريد إلا الإصلاح)

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے معاونین خصوصی عزیزان من: مفتی عبدالمتین اشاعتی ومفتی شمشیر احمد اشاعتی صاحبان کا شکریہ ادا نہ کروں، کہ ان حضرات نے پوری جدو جہد وعرق ریزی کے ساتھ پوری کتاب کی تصحیح، پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ جیسے تھکا دینے والے کاموں کو بحسنِ خوبی، ذوق وشوق، اور بڑی محنت ولگن کے ساتھ انجام دیا۔ فجزاہما اللہ خیرالجزاء۔

دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام میں اخلاص کے ساتھ ساتھ اس کے لیے درکار اہلیتیں، لیاقتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائے، اور اسے ہمارے لیے نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے، اور رئیس الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کا سایہ تادیر عافیتوں کے ساتھ ہم پر باقی رکھے، جن کی علم نوازی اور سرپرستی میں تمام شعبہائے جامعہ مصروف عمل ہیں۔ آمین......فقط

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۴۳۰/۸/۹ھ/م: ۲۰۰۹/۸/۱ء

ایک اہم وضاحت

از: ابوحمزہ وستانوی

استاذ: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

اللہ رب العزت نے کائنات وانسان کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد دنیوی وانسانی نظام کو ویسے ہی اس کی حالت پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی نشو ونما اور انتظام وانصرام کا اعلی بند و بست فرمایا تاکہ کائنات میں توازن وبرابری قائم رہ سکے، کیوں کہ اگر اللہ اپنی مخلوق کو اپنے سہارے کے بغیر چھوڑ دیتا تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

انسان کی نظر میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں: (۱) خود اس کی زندگی، (۲) کائنات، کائنات کو عالم کبیر اور انسان کے اندرون وبیرون کو عالمِ صغیر سے موسوم کیا جاتا ہے، انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے اپنے مسائل کچھ نہ کچھ درجہ حل کر لیتا ہے، مگر کائنات جو عالمِ کبیر ہے، وہ اس کے بس میں نہیں اس لئے کہ اس کی عقل محدود، اس کا علم ناقص، اس کی طبیعت کمزور، اور اس کی قدرت محدود، غرضیکہ وہ گرچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف ہے مگر اس کی تمام چیزیں محدود ہیں، اب ظاہر سی بات ہے کہ وہ اپنی محدود ملکات کے ذریعہ کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا تھا، کیوں کہ اتنے عظیم نظام کو چلانے کیلئے غیر محدود وملکات کی حامل ذات کی ضرورت ہے، اس لئے اللہ نے عالم کبیر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی، البتہ انسان کو اپنے بارے میں محدود اختیارات دے رکھے ہیں، جس سے وہ اپنے بعض امور انجام دے سکتا ہے، مگر یہ بھی محدود ہیں، کیوں کہ اس کی عقل کی رسائی وپرواز بہت زیادہ نہیں، اس لئے اسے اللہ کے تعاون کی ضرورت تھی، اللہ نے یہ فضل وکرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء کو مبعوث کر کے اس کے مسائل کو اپنے غیر محدود علم وقدرت سے حل کر دیا، گویا انسان اپنے مسائل کو حل کرنے میں بھی اللہ کا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ عقل بغیر وحی کے صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا کہ انسانی عمارت کی بنیاد واساس صحیح طور پر قائم ہو، ورنہ بنیاد ہی اگر کج ہوگی تو عمارت کا کیا پوچھنا؟ پھر ہر زمانہ میں اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے شریعتیں اتاری جاتی رہیں، اور وہ شریعتیں اپنے ایک محدود زمانے کے اعتبار سے مکمل ہوا کرتی تھیں، اس کے ذریعہ اس محدود زمانہ کی ضرورتیں پوری ہوجاتیں، تاہم ضرورت تھی ایک جامع ومکمل شریعت کی، تو اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اس ضرورت کو بھی پورا کردیا، اور اعلان کردیا: ﴿**الیوم اکملت لکم دینکم**﴾۔ (سورۃ المائدۃ: ۳)

اللہ رب العزت نے شریعتِ محمدیہ میں ایسے اصول اور ضروری جزئیات بیان کردیئے کہ اس کی روشنی میں قیامت تک مسائل حل کیے جاتے رہیں گے، مگر بہرحال سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے لئے وارثینِ علومِ نبوت کا ہونا ضروری تھا، تو اللہ نے اس امت پر یہ احسانِ عظیم اور فضل فرمایا کہ ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو پیش آمدہ تمام مسائل کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، ان کا تعلق معاشرت سے ہو، یا سیاست ومعیشت سے، ان کا واسطہ اخلاق ومروت سے ہو، یا ظاہر وباطن سے، حل کرتی رہی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، علامہ ندوی رحمہ اللہ تعالی نے کیا خوب فرمایا: ”دین حق کی حفاظت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے“۔

صنعتی انقلاب کے بعد نت نئے مسائل پیدا ہوتے گئے اور علماء اسے حل کرتے رہے، خلافتِ عثمانیہ نے ” **مجلة الأحكام العدلية** “ کو اسی ضرورت کے پیشِ نظر تیار کروایا تھا، جو ایک تاریخی کارنامہ ہے، اس کے بعد جب خلافت کا سقوط واقع ہوگیا، اور مسلمانوں کے مسائل حکومت کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتے تھے، تو اللہ رب العزت نے دنیا بھر میں المجامع الفقہیۃ (فقہی اکیڈمیاں) قائم کروائی اور اب اہم اہم جدید مسائل انہیں کے ذریعہ حل ہورہے ہیں، ضرورت اس بات کی تھی

کہ قرآن وحدیث اصول وقواعد اور جزئیاتِ فقہیہ کی روشنی میں ہر باب سے متعلق پیش آمدہ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ایک ایسی عظیم کتاب تیار کی جائے جو تمام مسائل کو محیط نہ سہی مگر اکثر مسائل کو جامع ہو، جب جامعہ میں دارالاِ فتاء کا قیام عمل میں آیا تو بندہ کے ذہن میں یہ صورت آئی کہ ہمارا دارالاِ فتاء اس کے لئے معین ثابت ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ طلباء افتاء کو شروع سال میں مختلف ابواب فقہیہ سے متعلق مسائل پر تمرین کروائی جائے، اور بعد میں جدید مسائل پر، مگر محقق و مدلل انداز میں، یعنی ہر مسئلہ کو حتی الاِ مکان کتاب اللہ وسنت رسول اللہ، اور ساتھ ہی ساتھ قواعد فقہ و جزئیاتِ فقہیہ سے حل کروایا جائے، کہ اس سے، جہاں طلباء افتاء کی تمرین وتدریب ہوجائے گی وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج و تحقیق کا کام بھی ہوجائے گا۔

الحمدللہ محض اللہ کے فضل، اس کی توفیق، اور نصرت سے یہ کام شروع ہو چکا ہے، پہلے سال کے طلبہ سے تقریباً چارسو، ان مسائل پر کام کروایا گیا، جن کو ناکارہ بیانِ مصطفیٰ میں عوام کی ضرورت کیلئے صرف مسائل کی صورت میں بعنوان ''عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل''، لکھتا رہا، ان طلباء نے ماشاء اللہ بحسن خوبی اور انتہائی جانفشانی سے، دن رات ایک کرکے اس کام کو انجام دیا، اور حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی بڑی دلچسپی وجدوجہد سے اس پر نگرانی فرماتے رہے، اللہ تعالی دنیا و آخرت میں انہیں بہترین صلہ عطاء فرمائے، آمین

یہ کتاب طلباء سالِ اول کے اکثر، اور سالِ دوم کے بعض مسائل مخرّجہ ومحقّقہ پر مشتمل آپ کے ہاتھوں میں ہے، انشاء اللہ ہر سال اسی طرح کام ہوتا رہیگا، اور یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید مسائل کا انسائیکلو پیڈیا تیار کردیا جائے، تاکہ وقت کی ایک ضرورت پوری ہوجائے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اپنی نصرت واعانت شاملِ حال رکھے، ویسے تو اکثر جدید مسائل فتاویٰ کی دیگر کتابوں میں بکھرے ہوئے موجود ہیں، البتہ محقق ومدلل نہیں ہیں، ورنہ علامہ شامیؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی کفایۃ اللہ صاحبؒ، مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ،

مولانا عبدالرشید لدھیانویؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحبؒ، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور مفتی شبیر احمد صاحب نے ان مسائل کو اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، بعض تو بہت زیادہ محقق ہیں، مگر سب نہیں، ہم نے اس میں عوام وخواص دونوں کی رعایت کرتے ہوئے متن کے انداز میں مسائل، اور حاشیہ میں ان کی دلائل کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے ہم اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے وہ آپ فیصلہ کر سکتے ہیں، اللہ قبول فرمائے، اور ہم سب کیلئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الإیمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کا بیان)

ایمان :...... ایمان امن سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ''امن دینا''۔کسی بات پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تکذیب وتردید سے مامون کر دیا۔

لغوی تعریف:......قلب کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:......قلب کے اعتقاد اور زبان کے اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ایمانِ معصوم	جیسے: انبیاء کا ایمان
(۲) ایمانِ مطبوع	جیسے: ایمانِ ملائکہ
(۳) ایمانِ مقبول	جیسے: مؤمنین کا ایمان
(۴) ایمانِ موقوف	جیسے: مبتدعین کا ایمان
(۵) ایمانِ مردود	جیسے: منافقین کا ایمان

عقائد:...... '' **العقائد ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العمل** ''. جس میں نفسِ اعتقاد کا قصد کیا جائے، نہ کہ عمل کا۔(التعریفات للجرجاني)

بسا اوقات انسان اپنی بے لگام زبان سے ایسے کلماتِ کفریہ کہہ جاتا ہے، جن سے اس کے ایمان جانے اور نکاح ختم ہو جانے کا بھی خطرہ پیدا ہوتا ہے،لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں صحیح روش پر چل رہا ہوں، اگر توبہ نہ کرے تو زندگی بھر خسارہ کا بھگتان اٹھانا پڑتا ہے اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

اس کتاب میں ان مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو ایمانیات اور عقائد سے متعلق ہیں، مثلاً کون شخص کب، کس وقت اور کیسے ایمان سے خارج ہوتا ہے؟ کن کلمات کے ادا کرنے سے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے؟ اور کن کلمات کی ادائیگی سے وہ دوبارہ ایمان میں داخل ہوتا ہے؟

اللہ کو ’’گاڈ‘‘ کہہ کر پکارنا

مسئلہ(۱): اللہ کو ’’گاڈ‘‘ کہہ کر پکار سکتے ہیں، کیوں کہ اللہ کے بہت سارے نام ہیں(۱)اور انگریزی زبان میں اللہ کو ’’گاڈ‘‘ کہا جاتا ہے(۲)، نیز اس لئے بھی کہ ان اسماء کا تلفظ ہر زبان میں مختلف ہے۔

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في ’’ **القرآن الكريم** ‘‘ : ﴿ **لله الأسماء الحسنى فادعوه بها** ﴾.(بني اسرائيل:۸۰)

(۲) ما في ’’ **تفسير المظهري** ‘‘ : والمراد بها الألفاظ الدالة على الذات المتصفة بالصفات (فادعوه بها) أي فسموه بتلك الأسماء .(۳/ ٤٦٤)

ما في ’’ **الحديث الشريف** ‘‘: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ’’ **لله تسعة وتسعون إسماً من حفظها دخل الجنة** ‘‘. (الصحيح لمسلم : رقم الحديث: ٢٦٧٧، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله تعالى وفضل من أحصاها)

ما في ’’ **شرح النووي على هامش المسلم** ‘‘ : فليس معناه أنه ليس له أسماء غير هذه التسعة والتسعين، وإنما مقصود الحديث أن هذه التسعة والتسعين من أحصاها دخل الجنة .

(۸/ ۲۷۵، دار احياء التراث العربي)

ما في ’’ **الدر المختار مع رد المحتار** ‘‘ : (وصح شروعه) أيضاً مع كراهة التحريم (بتسبيح وتهليل) وتحميد وسائر كلم التعظيم الخالصة له تعالى، ولو مشتركة كرحيم وكريم في الأصح، ....(كما صح لو شرع بغير عربية) أي لسان كان. ’’درمختار‘‘.

قال ابن عابدين الشامي : قوله : (وجميع أذكار الصلاة) في التاتارخانية عن المحيط : وعلى هذا الخلاف لو سبح بالفارسية في الصلاة أو دعا أو أثنى على الله تعالى أو تعوذ أو هلل أو تشهد أو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم بالفارسية في الصلاة : أي يصح عنده .(۲/۱۸۲، ۱۸۳، باب صفة الصلاة)

ما في ’’ **البحر الرائق** ‘‘ : وأما إذا شرع (الصلاة) بالفارسية فإنما يصح لما بيناه من =

''بھگوان میری مدد کرے گا'' کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ(۲): اگر کوئی شخص کسی بات پر یہ قسم کھائے یا لکھے کہ'' بھگوان میری مدد کرے گا''تو ایسا کہنا یا لکھنا شرک ہے، ایسے شخص کو فوراً استغفار کرنا چاہیے، کیوں کہ مدد تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا جائز ہے، بھگوان کا وہ مفہوم نہیں جو خدا کا ہے۔(۱)

= أن التكبير هو التعظيم وهو حاصل بأي لسانٍ كان .... (كما لو قرأ بها عاجزاً) أي قرأ بالفارسية حالة العجز عن العربية فإنه يصح وهذا بالاتفاق .(۱/ ۵۳٦)

ما في '' **إمداد الفتاوى** '' : من الأسماء التوفيقية علم ومنها ألقاب وأوصاف وترجمة اللفظ بمنزلته فالأسماء العجمية ترجمة تلك الألقاب والأوصاف ولذا انعقد الإجماع على إطلاقها اهـ.

(٤/ ٥١٣، مسائل شتى ، مكتبة دار العلوم كراتشي)

ما في '' **المنهج لإبن حجر** '' : وبهذا يتقرر أن أسماء الله دالة على ذاته وعلى صفاته فهي من جهة دلالتها على الذات مترادفة لدلالتها على مسمى واحد ، وهو الله عز وجل .(۱/ ٥٣٦، مكتبة الرشيد)

ما في '' **قاموس أطلس الموسوعي** (الإنكليزي- والعربي): الله عز وجل الباري ، خالق السموات والأرض. (**God**) (ص:٥٥٤)

ما في '' **سنغم دكشنري** (انجليزي ، عربي ، اردو): خدا، پروردگار، پرستش کے لائق، احکم الحاکمین، الہ، رب، معبود، حاکم، قوی، **Cop**: اللہ، یؤلہ۔(۲/ ۳۸، فتاوى محمودیه :۱/ ۲٦۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' **القرآن الكريم** '' :﴿**وما النصر إلا من عند الله**﴾.(الأنفال:۱۰)

ما في '' **تفسير روح المعاني** '' : ﴿**وما النصر إلامن عند الله**﴾ أي وما النصر بالملائكة وغيرهم من الأسباب إلا كائن من عنده عزوجل ، فالمنصور هو من نصره الله سبحانه والأسباب ليست بمستقلة ، أو المعنى لا تحسبوا النصر من الملائكة عليهم السلام فإن الناصر هو الله تعالى لكم وللملائكة ، وعليه فلا دخل للملائكة في النصر أصلاً ، وجعل بعضهم القصر على الأول إفرادي وعلى الثاني قلبي ، ﴿**إن الله عزيز**﴾ لا يغالب في حكمه ولا ينازع في قضيته . ﴿**حكيم**﴾ يفعل كل ما يفعل حسبما تقتضيه الحكمة الباهرة، =

’’یا محمد‘‘، ’’یارسول اللہ‘‘ کہنا

مسئلہ(۳): اگر کوئی شخص ’’یا محمد‘‘ اور ’’یارسول اللہ‘‘ کہتا ہے درود وسلام کے ساتھ یا بلا درود وسلام، اس اعتقاد کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز کو بذاتِ خود ہر وقت، ہر جگہ سنتے ہیں، یا یہ کہ بنفس نفیس خود مجلسِ درود میں تشریف فرما ہوتے ہیں، تو اس شخص کا یہ اعتقاد ناجائز ہی نہیں بلکہ موجبِ کفر ہے، اس لیے کہ یہ صورتیں غیر اللہ کے لیے علمِ غیب کو ثابت کرنے کو متضمن ہیں اور علمِ غیب اللہ تعالی شانہ کی صفتِ خاصہ ہے، اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ محض تخیل کے طور پر شاعرانہ اور عاشقانہ انداز میں خطاب کرتا ہے، جیسا کہ اہل معانی وبلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کو موجود فرض کرکے یا غیر حاضر کو حاضر فرض کرکے خطاب کیا جاتا ہے، تو یہ صورت فی ذاتہ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔(۱)

=والجملة تعليل لما قبلها وفيها إشعار بأن النصر الواقع على الوجه المذكور من مقتضيات الحكم البالغة .

(۲۵۲/٦)

ما في ’’ **الحديث النبوي** ‘‘ : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : كنت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فقال : **يا غلام ! وإذا سألت فاسأل الله ، وإذا استعنت فاستعن بالله ، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتب الله لك ، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتب الله عليك** ‘‘.

(مشكاة المصابيح : ۲/ ٤٥٣ ، باب التوكل والصبر)(فتاوى محموديه: ۱/۳٦۷)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ’’ **شرح فقه الأكبر** ‘‘ : وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه ولا سبيل إليه للعباد إلا بإعلام منه وإلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك .... وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى: ﴿**قل لا يعلم من في السمٰوٰت والأرض الغيب إلا الله**﴾ كذا في المسايرة.

(ص۱۸۵، الناس في حق رجال الغيب ثلاثة أحزاب ، مكتبة أشرفي بكڈپو ديوبند) =

فرقۂ قادیانیت کا مختصر تعارف

مسئلہ(٤): قادیان ضلع گورداس پور"پنجاب" کا ایک قصبہ ہے،یہیں مرزاغلام احمد کی پیدائش ہوئی تھی،اس نے پہلے مسیحِ موعود ہونے کا دعوی کیا، پھر اس کے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنا ایک مستقل دین قائم کیا اور اس پر ایمان لانے والوں کو صحابہ کا ہم رتبہ قرار دیا، اور اس کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیا،اس ملت ومذہب پر ایمان لانے والے فرقہ کو فرقۂ قادیانیت کہا جاتا ہے۔

فرقۂ قادیانیت کے عقائد

قادیانیوں کے عقائد یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں تھے۔(۱) خدا کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی ۔مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔مسیحِ موعود نبی ہونگے ۔اللہ تعالی کے ہاتھ پیر ہیں۔

= قال في البزازية : وعلى هذا قال علمائنا من قال أرواح المشايخ حاضرة يكفر.

(الفتاوى البزازية على هامش الهندية: ٣٢٦/٦، الثاني فيما يتعلق بالله تعالى)

ولقوله تعالى : ﴿**إن الذين ينادونك من وراء الحجرات أكثرهم لا يعقلون**﴾.(الحجرات :٤)

وقد ذكر أنها نزلت في الأقرع بن حابس رضي الله عنه نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يا محمد ! وفي رواية : يا رسول الله ! فلم يجبه .

(مختصر تفسير ابن كثير : ٣٥٩/٣، روح المعاني :٢١٠/١٤، الدر المنثور في التفسير المأثور:٨٩/٦، جامع الفتاوى: ٨٤/١، امداد الفتاوى: ٣٨٥/٥)

الحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الكتاب** " : ﴿ **ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين**﴾.

(الأحزاب:٤٠)

ما في " **الصحيح البخاري** " : أن ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " **لم يبق من النبوة إلا المبشرات ، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا الصالحة**". (١٠٣٥/٢، كتاب التعبير) =

اہلِ سنت والجماعت کے عقائد

مسئلہ(۵): خدا کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منقطع ہوچکی ہے اور وحی نام ہے اس کلام اللہ کا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو(۱)، اور جب سلسلۂ نبوت ہی ختم ہو چکا تو وحی بھی منقطع ہوچکی ہے۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہونگے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے(۲)۔

= ما في " **الحديث النبوي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون : هلا وضعت هذه اللبنة ؟ قال : فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين** ".

(الصحيح البخاري : ۱/ ۵۰۱، باب خاتم النبيين)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون، قالوا : فما تأمرنا يا رسول الله ؟ قال : فُوا ببيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم** ".

(۱/ ۴۹۱، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي**". (۵۳/۲، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما في " **فتح الباري لإبن حجر العسقلاني** " : الوحي هو كلام الله المنزل على النبي صلى الله عليه وسلم . (۱۲/۱، كتاب بدء الوحي، مكتبة دار السلام الرياض)

(۲) ما في " **السنن الترمذي** " : عن عبد الله قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يؤاطئ إسمه إسمي** ".(۲/ ۴۷، أبواب الفتن)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :=

مسیحِ موعود نبی نہیں ہونگے بلکہ وہ اس امت کے حاکموں کی طرح ایک حاکم ہونگے (۱)۔

اللہ تعالی انسان جیسے ہاتھ پیر سے منزّہ ہے اور جہاں قرآنِ کریم میں وجہ، ید، نفس وغیرہ کا ذکر آیا ہے، اس کی کیفیت اللہ ہی کے شایانِ شان ہے (۲)۔

= " **المهدي مني ، أجلى الجبهة ، أقنى الأنف ، يملأ الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً ، ويملک سبع سنين** ". (ص: ۵۸۸،کتاب المهدي)

(۱) ما في " **الصحيح البخاري** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ، ويضع الحرب ، ويفيض الماء ، حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها** ".(۱/ ۴۹۰)

ما في " **فتح الباري** " : أي حاكماً والمعنى أنه ينزل حاكماً بهذه الشريعة ، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ ، بل يكون عيسى حاكماً من حكام هذه الأمة .

(٦/ ٦٠٠،کتاب أحاديث الأنبياء ، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام)

(۲) ما في " **الكتاب** " : ﴿**ليس كمثله شيء**﴾.(الشورى : ۱۱)

ما في " **شرح كتاب الفقه الأكبر**" : وله سبحانه يد ووجه ونفس كما ذكره الله تعالى في القرآن أي كما يليق بذاته وصفاته.(ص٦٦)

گستاخِ رسول مرتد اور خارجِ اسلام ہے

مسئلہ(٦): اگر کوئی شخص شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں (العیاذ باللہ) گالی بکے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (نعوذ باللہ) گستاخانہ کلمات کہے مثلاً یہ کہے کہ آپ شہوت پرست تھے وغیرہ، تو شرعاً ایسا شخص مرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کو توبہ، تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الكتاب** " :﴿ **إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاباً مهيناً** ﴾.(الأحزاب:٥٧)

وقوله تعالى :﴿**والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم** ..... إلى قوله ...... **ألم يعلموا أنه من يحادد الله ورسوله فإن له نار جهنم خالداً فيها، ذلك الخزي العظيم**﴾.(التوبة:٦١ـ٦٣)

ما في " **التفسير المظهري** " : من آذى رسول الله صلى الله عليه وسلم بطعن في شخصه أو دينه أو نسبه أو صفة من صفاته أو بوجه من وجوه الشين فيه صراحة أو كناية أو تعريضاً أو إشارة كفر، ولعنة الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاب جهنم .... قال ابن همام : كل من أبغض رسول الله صلى الله عليه وسلم بقلبه كان مرتداً فالسباب بالطريق الأولى ويقتل عندنا حداً.(٧/ ٣٨٢ ، مكتبة زكريا ديوبند)

ما في " **السنن للنسائي وأبي داود** " : عن ابن عباس رضي الله عنه :"**أن أعمى كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت له أم ولد وكان له منها ابنان وكانت تكثر الوقيعة برسول الله صلى الله عليه وسلم وتسب فيزجرها فلا تنزجر وينهاها فلا تنتهي فلما كان ذات ليلة ذكرت النبي صلى الله عليه وسلم فوقعت فيه فلما صبر أن قمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليه فقتلتها فأصبحت قتيلاً ، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فجمع الناس وقال أنشد الله رجلاً لي عليه حق فعل ما فعل إلا قام فأقبل الأعمى يتدلدل فقال : يا رسول الله أنا صاحبها كانت أم ولدي وكانت بي لطيفة رفيقة ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين ولكنها كانت تكثر الوقيعة فيك** =

....

....

=**وتشتمك فأنهاها فلا تنتهي فأزجرها فلا تنزجر فلما كانت البارحة ذكرتك فوقعت فيك فقمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليها حتى قتلتها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ألا أشهدوا أن دمها هدر**".

(١٥٢/٢، كتاب المحاربة ، الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم،السنن لأبي داود : ٥٩٩/٢، كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سب النبى صلى الله عليه وسلم)

ما في " **السنن لأبي داود** ": عن علي رضي الله عنه **أن يهودية كانت تشتم النبي صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فأبطل رسول الله صلى الله عليه وسلم دمها**.

(٦٠٠/٢،كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم)

ما في " **بذل المجهود** ": اختلف العلماء فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابن القاسم عن مالك يقتل من سبه صلى الله عليه وسلم منهم إلا أن يسلم ، وأما المسلم فيقتل بغير استتابة ، وروي عن الأوزاعي ومالك في مسلم أنها ردة يستتاب منها ، وعن الكوفيين إن كان ذمياً عزر ، وإن كان مسلماً فهي ردة.(٤٢٦/١٢)

ما في " **المصنف لإبن عبد الرزاق** ": عن عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما : **أن النبي صلى الله عليه وسلم سبه رجل فقال من يكفيني عدوي؟ فقال الزبير : أنا فبارزه ، فقتله الزبير ، فأعطاه النبي صلى الله عليه وسلم سلبه**.(٣٠٧/٥، باب من سب النبي صلى الله عليه وسلم)

ما في " **رد المحتار على الدرالمختار**" : قال الحنابلة : إنه يقتل ساب الرسول صلى الله عليه وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلماً أو كافراً وعامة هؤلاء لما ذكروا المسئلة قالوا يستتاب ، فإن تاب وإلا قتل كالمرتد. (٢٨٣/٦)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": قال العلامة الحصكفي: وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا الكافر بسبّ النبي صلى الله عليه وسلم من الأنبياء فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقاً، ومن شك في عذابه وكفره كفر، من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه النبي صلى الله عليه وسلم أو بفعله بأن بغضه قتل =

....

....

....

=حداً كما مر التصريح به ، لكن صرح في آخر الشفاء بأن حكمه كالمرتد . درمختار.

ما في " **رد المحتار**" : وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب ، ثم نقل عن مالك ومن ذكر بعده أنه لا تقبل توبته .... ثم قال : وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه أي قال إنه يقتل يعني قبل التوبة لا مطلقاً .(رد المحتار :٦/٢٨٢)

ما في " **التاتارخانية**" : من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبياً بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر .(٤/٢٤٣، فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام)

ما في " **الفتاوى الهندية**" : ومن قال لا أدري أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إنسياً أو جنياً يكفر كذا في فصول العمادية. (٢/٢٦٣، فصل في أحكام المرتدين)

ما في " **البزازية على هامش الهندية**" : ومن سمع حديثه عليه السلام فقال : سمعناه كثيرا بطريق الاستخفاف يكفر .

(٦/ ٣٢٧، الفصل الثالث في الأنبياء ، كذا في مجمع الأنهر:٢/ ٥٠٦، البحر الرائق : ٥/ ٢٠٣)

وما في " **الهندية**" : ما كان في كونه كفراً اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط ....وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته .(٢/ ٢٨٣، قبيل باب العاشر في البغاة ، كذا في الفتاوى التاتارخانية :٤/٢٣٤، كتا ب أحكام المرتدين)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": وقد صرح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي وحاوي الزاهدي ، وغيرهما بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول فإنه مرتد ، وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد.

(٦/ ٢٨٤، كتاب الجهاد، حكم سباب الأنبياء، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ١/ ٥١)

ڈارون کا نظریہ رکھنے والے کے لیے توبہ اور تجدیدِ ایمان ضروری ہے

مسئلہ(۷): آج ہر چیز کے بارے میں تحقیق ہورہی ہے، اور لوگ اپنی اپنی تحقیق پیش کررہے ہیں، ان ہی میں سے ایک ''ڈارون'' نام کا شخص ہے، جس نے اپنی تحقیق کے مطابق یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان مٹی سے نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ اس کی ابتداء بندر سے ہوئی ہے، جبکہ اللہ تعالی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے، لہذا اس کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، یہ بے سروپا اور ملحدانہ عقیدہ ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص (معاذ اللہ) اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو تو اسے فوراً اپنے اس عقیدے سے توبہ کرنا چاہیے اور تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرنا چاہیے(۱)۔

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿**یا أیها الذین اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء**﴾.(النساء : ۱)

وقال تعالی: ﴿**یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا**﴾.

(الحجرات : ۱۳)

وقال تعالی : ﴿**هو الذي خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها لیسکن إلیها**﴾.

(الأعراف: ۱۸۹)

وقال تعالی: ﴿**قل هو الذي أنشأکم وجعل لکم السمع والأبصار والأفئدة**﴾.(الملك : ۲۳)

وقال تعالی : ﴿**ولقد خلقنا الإنسان من صلصال من حمإ مسنون**﴾.(النحل :۲۶)

وقال تعالی:﴿ **الله یبدأ الخلق ثم یعیده ثم إلیه ترجعون**﴾.(الروم:۱۱)

وقال تعالی: ﴿**هو الله الخالق البارئ المصور له الأسماء الحسنٰی**﴾.(الحشر : ۲۴)

وقال تعالی: ﴿**نحن خلقنکم فلو لا تصدقون ، أفرأیتم ما تمنون، ء أنتم تخلقونه أم نحن الخالقون**﴾.

(الواقعة : ۵۷- ۵۹) =

....

....

= وقال تعالی: ﴿**الذي أحسن كل شيء خلقه وبدأ خلق الإنسان من طين ، ثم جعل نسله من سلٰلة من ماء مهين**﴾. (السجدة : ۸،۷)

وقال تعالی: ﴿**يا أيها الإنسان ما غرك بربك الكريم، الذي خلقك فسواك فعدلك**﴾.(الانفطار :۷،٦)

وقال تعالی: ﴿**وأنه خلق الزوجين الذكر والأنثى، من نطفة إذا تمنى**﴾.(النجم : ٤٦-٤٧)

وقال تعالی: ﴿**اقرأ باسم ربك الذي خلق ، خلق الإنسان من علق**﴾.(اقرأ :۱- ۲)

وقال تعالی: ﴿**ولقد خلقنا الإنسان من سلٰلة من طين**﴾.(المؤمنون : ۲۳)

وقال تعالی: ﴿**وإذ قال ربك للملئكة إني خالق بشراً من صلصال من حمأ مسنون ، فإذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سٰجدين**﴾.(الحجر: ۲۸-۲۹)

وقال تعالی: ﴿**إنا خلقناكم من طين لازب**﴾.(الصافات: ۳۷)

وقال تعالی: ﴿ **خلقكم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها وأنزل لكم من الأنعام ثمٰنية أزواج**﴾.

(الزمر: ۳۹)

وقال تعالی: ﴿**إذ قال ربك للملئكة إني خالق بشراً من طين**﴾.(صٓ: ۳۸)

وقال تعالی: ﴿**فجعل منه الزوجين الذكر والأنثى**﴾.(القيامة : ۷۵)

وقال تعالی: ﴿**هل أتى على الإنسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً ، إنا خلقنا الإنسان من نطفة أمشاج نبتليه فجعلناه سميعاً بصيراً**﴾.(الدهر : ۷٦)

وقال تعالی: ﴿**فلينظر الإنسان مم خلق ، خلق من ماء دافق ، يخرج من بين الصلب والترائب**﴾.(الطلاق : ٦-۷)

وقال تعالی: ﴿**خلق الإنسان من صلصال كالفخار**﴾.(الرحمن : ۵۵) =

....

....

= وقال تعالى: ﴿**لقد خلقنا الإنسان في أحسن تقويم**﴾.(التين : ٥)

ما في " **السنن الترمذي** ": عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الأرض، فجاء بنو آدم على قدر الأرض فجاء منهم الأحمر والأسود وبين ذلك والسهل والحزن والخبيث والطيب** " .(٢/١٢٤، أبواب التفسير)

ما فى " **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **خلق الله آدم وطوله ستون ذراعاً ثم قال : اذهب فسلم على أولئك النفر من الملائكة فاستمع ما يحيونك به فإنه تحيتك وتحية ذريتك فقال : السلام عليكم فقالوا : السلام عليك ورحمة الله فزاده ورحمة الله فكل من يدخل الجنة على صورة آدم فلم يزل الخلق ينقص حتى الآن** ".

(١/ ٤٦٨)

ما في " **السنن لأبي داود** " : وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن الله قد ذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء، مؤمن تقي وفاجر شقي أنتم بنو آدم وآدم من تراب ليدعن رجال فخرهم بأقوام إنما هم فحم من فحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من العجلان التي تدفع بأنفها النتن** ".(ص٦٩٧، كتاب الأدب، باب في التفاخر بالأحساب)

ما في" **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **استوصوا بالنساء خيراً فإن المرأة خلقت من ضلع وإن اعوج شيء في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه كسرته وإن تركته لم يزل أعوج فاستواصوا بالنساء** ".

(١/ ٤٦٩، كتاب الأنبياء، رقم الحديث : ٣٢٢١)

ما في " **السنن للترمذي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **لينتهين أقوام يفتخرون بآبائهم الذين ماتوا إنما هم فحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من الجعل الذي يدهده الخرء بأنفه إن الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية إنما هو مؤمن تقي وفاجر شقي** ،=

اجمیر شریف کے سات چکر لگانا

مسئلہ(۸): حج پوری دنیا میں صرف ایک ہی جگہ'' مکہ مکرمہ'' میں، سال میں ایک ہی مرتبہ، مقررہ وقت پر ماہِ ذی الحجہ میں، مخصوص افعال کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص حج کی نیت سے اور ثواب سمجھ کر اجمیر کا چکر لگائے تو ثواب تو نہیں ملے گا، البتہ بدعت کا گناہ ضرور ہوگا، کیوں کہ شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، لہذا ان افعال سے اجتناب از حد ضروری ہے۔(۱)

= **الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب**''.(۲/ ۲۳۱، باب من فضل اليمن)

ما في ''**مجمع الزوائد**'' : عن عقبة بن عامر ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ''**إن أنسابكم هذه ليست بسِباب على أحد ، وإنما أنتم ولَد آدم طَفُّ الصاع لم تملئوه ليس لأحد فضل على أحد إلا بالدين ، أو عمل صالح ، حَسْبُ الرجل أن يكون فاحشاً بذيئاً بخيلاً جباناً**''. (۸/ ۱۰۴، رقم الحديث : ۱۳۰۷۷ ، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى)

ولقوله عليه السلام : '' **إن ربكم واحد وأباكم واحد فلا فضل لعربي على عجمي ولا أحمر على أسود إلا بالتقوى**''. (مجمع الزوائد : ۸/ ۱۰۴، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى ، رقم الحديث: ۱۳۰۷۹)

وعن أبي سعيد قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : '' **إن أباكم واحد وإن دينكم واحد أبوكم آدم وآدم خلق من تراب**''.

(مجمع الزوائد : ۸/ ۱۰۴، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۹/ ۱۱۵)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **الكتاب**'' : ﴿ **ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين**﴾.

(آل عمران:۸۵)

ما في '' **الصحيح لمسلم**'' : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :'' **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**''.

(٧٧/٢، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ومحدثات الأمور)=

....

....

= ما في " **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **قاتل الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد**".(١/ ٦٢،كتاب الصلوة ، باب الصلاة في البيعة)

ما في " **مجمع الأنهر** ": الحج شرعاً " زيارة مكان مخصوص" المراد بالزيارة الطواف ، والوقوف ، وبالمكان المخصوص البيت الشريف، والجبل المسمى بعرفات ، في زمان مخصوص وهو أشهر الحج ، بفعل مخصوص وهو الطواف والسعي محرماً .

(٣٨٢/١،كتاب الحج ،كذا في رد المحتارعلى الدرالمختار:٣/ ٣٩٩، كتاب الحج)

ما في " **عمدة القاري** ": الحج قصد إلى زيارة البيت الحرام على وجه التعظيم بأفعال مخصوصة .

(٩/ ١٧٣،كتاب الحج ،كذا في فتح الباري : ٤٧٦/٣ ،كتاب الحج)

ما في " **السنن لأبي داود** ": عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم : " **لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد ؛ مسجد الحرام ، ومسجدي هذا ، والمسجد الأقصى**".

(٣٧٨/١،كتاب المناسك ، باب في إتيان المدينة ،كذا في مجمع الزوائد:٤/ ٥٠٣ ،كتاب الحج)

ما في " **بذل المجهود** ": وشد الرحال كناية عن السفر ، أي لا يقصد بالسفر موضع بنية التقرب إلى الله تعالى إلا إلى أحد ثلاثة مساجد ؛ مسجد حرام في مكة ، ومسجدي هذا أي المسجد النبوي ، والمسجد الأقصى .(٧/ ٥٤٩)

ما في " **حجة الله البالغة** " : أقول : كان أهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ، ويتبركون بها ، وفيه من التحريف والفساد ما لا يخفى ، فسدّ النبي صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ، ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله ، والحق عندي أن القبر ومحل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي والله أعلم .

(٤٣٢/١، المساجد ، مكتبة دار المعرفة، فتاوى دارالعلوم ديوبند :١١٣/١،كتاب السنة والبدعة ،

فتاوی رحیمیہ :۹/۳۵)

پردہ کامزاق اڑانے والے کاحکمِ شرعی

مسئلہ(۹): اگرکسی شخص نے اپنی بیوی کو پردۂ شرعی کاحکم دیااور جواباًاس عورت نے کہا کہ میں اخیرعمرتک یہ لعنت قبول نہ کروں گی ،توشرعاً عورت کا یہ کلمہ،کلمۂ کفرہے،کیوں کہ اس میں صریح نصِ قطعی سے ثابت شدہ حکمِ حجاب کاانکارہی نہیں بلکہ اہانتِ حکمِ شرعی ہے،اورنصِ قطعی سے ثابت شدہ حکم کاانکاراوراس کی توہین کرنے سے انسان کافرہوجاتاہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**يا أيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن**﴾.(الأحزاب : ۵۹)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وفي الفتح : من هزل بلفظ كفر ارتد ، وإن لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد.(۶/۲۷۰،كتاب الجهاد، باب المرتد)

ما في " **البحر الرائق** " : ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية منه.

(۵/۲۰۵،كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ،كذا في الفتاوى التاتارخانية :۴/۲۵۰، فيما يتعلق بالقرآن)

ما في " **شرح الفقه الأكبر** " : وفي جواهر الفقه : من أنكر آية من كتاب الله .... كفر، وفيه : من جحد القرآن أي كله أو سورة منه أو آية ، قلت : وكذا كلمةً أو قراء ة متواترة ، أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالى كفر ، أي إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه .(ص۱۶۷، فصل في القراء ة والصلوة)

وفيه أيضاً : إن استحال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر ، إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية ، وكذا الاستهانة بها كفر ، بأن يعدها هينة سهلة .(ص۱۵۲، استحلال المعصية ولوصغيرة كفر)

ما في " **التفسير البيضاوي** " : الكفر لغة ستر النعمة وأصله الكفر بالفتح .... وفي الشرع : إنكار ما علـم بالضرورة مجيء الرسول به ، وإنما عد منه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفراً لأنها تدل على =

لہذا اس عورت پر توبہ، تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے(۱)۔

تاریخی جنتری پر اعتقاد و یقین رکھنا

مسئلہ(۱۰): آج کل ایک تاریخی جنتری عام ہورہی ہے، جس میں پیشن گوئیاں لکھی ہوئی ہیں، ان پیشن گوئیوں پر اعتقاد و یقین رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ یہ اعتقاد و یقین کفر تک پہونچا دیتا ہے۔(۲)

= التكذيب فإن من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترئ عليها ظاهراً لا لأنها كفر في أنفسها. (ص۲۳، تفسير سورة البقرة)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ما كان في كونه كفر اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرأته .(۲/۳۸۳،كتاب السير ، موجبات الكفر أنواع ، قبيل الباب العاشر في البغاة ، كذا في الفتاوى التاتارخانية : ۴/ ۲۳۳،كتاب أحكام المرتدين في إجزاء ، أحسن الفتاوى : ۱/ ۳۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۵۰)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الحديث** " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه :" **من أتى كاهناً أو عرافاً فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم** ".

(السنن الترمذي : ۱/۳۵، السنن لأبي داود:ص۵۴۵،كتاب الطهارة ، باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض)

ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **من أتى عرافاً فسأله عن شيء لم تقبل له صلوته أربعين ليلة** ".

(۲/۲۳۳،كتاب السلام ، باب تحريم الكهانة)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : والكاهن : من يتعاطى الخبر عن الكائنات في المستقبل ويدعي معرفة الأسرار ، والعراف : المنجم . (۶/ ۲۹۳،كتاب الجهاد ، مطلب في الكاهن والعراف)

ما في " **النبراس شرح شرح العقائد للفرهاري** " : والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية وكذا =

مرنے کے بعد روحوں کا واپس آنا

مسئلہ(۱۱): بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں دوبارہ دنیا میں اپنے گھروں کو واپس آتی ہیں، ان کا یہ عقیدہ سراسر غلطی پر مبنی ہے، کیوں کہ مرنے کے بعد مردوں کی ارواح کا مکان پر آنا نہ تو قرآنِ کریم کی کسی آیت سے ثابت ہے اور نہ تو کسی صریح حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ مرنے کے بعد ارواح کا مستقَر قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے(۱)، چنانچہ اس سلسلے میں اصولی جواب تو وہی ہے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے دیا ہے، آپ ''اشرف الجواب'' میں رقمطراز ہیں: ''اگر مردہ منعم علیہ ہے تو اسے دنیا میں آکر لپٹے پھرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر معذب ہے تو فرشتگانِ عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں''۔

= الحالية الغائبة عن الحواس فهو مثل الكاهن فيكون كافراً و كذلك يكون مصدقه كافراً .

(ص :۳۴۳، باب مسئلة علم الغيب، مكتبه إمداديه ملتان ، فتاوى محموديه : ۱/۵۰۰)

الحجة على ما قلنا:

(۱) (۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**كلا إن كتاب الفجار لفى سجين .... كلا إن كتاب الأبرار لفى نعيم**﴾ . (سورة التطفيف: ۱۸/۷)

ما في " **التفسير المظهرى** " : وجه التطبيق أن مقر أرواح المؤمنين فى عليين أو فى السماء السابعة ونحو ذلك كما مر، ومقر أرواح الكفار فى سجين ومع ذلك لكل روح منها إتصال لجسده فى قبره ۔ (۱۰/۱۹۶)

ما في " **الحديث النبوى** " : عن أبى هريرةؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا عدوى ولاطيرة ولا هامة ولا صفر ۔ (الصحيح للبخارى: ۲/۸۵۷، كتاب الطب، باب لا هامة)

ما في " **مجمع الزوائد** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إن أرواح المؤمنين في أجواف طير خضر تعلق في شجر الجنة ، قال : بلى ، قالت : فهو ذاک** ". =

نیز دوسرا عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء اپنے جسموں کو جہاں منتقل کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، یہ عقیدہ بھی سراسر غلط ہے، کیوں کہ جس طرح روح اپنے تصرفات کیلئے جسم کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح جسم بھی بغیر روح کے تصرف نہیں کرسکتا، اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں، لیکن اگر اللہ تعالی کی مدد ونصرت ہوجائے تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی (۱)۔

علاج کیلئے خلافِ توحید منتر پڑھ کر دم کروانا

مسئلہ (۱۲): ایسا شخص جو قرآن وحدیث اور ادعیۂ مأثورہ کے خلاف کسی دوسرے الفاظ سے علاج کرتا ہے، مثلاً بتوں اور شیطانوں کے نام سے، یا کسی اور کلماتِ کفر سے، یا ایسے الفاظ سے جن کے معنی معلوم نہیں، تو اس کے پاس علاج کرانا جائز نہیں اور جب یہ بات یقینی ہے کہ غیر مسلم عامل خلافِ

= وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **روح المؤمن طائر يعلق في شجر الجنة حتى يبعث يوم القيامة** " . (مجمع الزوائد :٣/٥٥، رقم الحديث : ٣٩٣٦ ، ٣٩٣٧)

ما في " **السنن للنسائي** " : قال عليه الصلاة والسلام : " **إنما نسمة المؤمن طائر في شجر الجنة حتى يبعثه الله إلى جسده يوم القيامة** ".(١/ ٢٢٥)

(١) ما في "**مجمع الزوائد**" : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**ما من نفس تموت وهي من الله على خير تحبه أن ترجع إليكم ولها نعيم الدنيا وما فيها إلا القتل في سبيل الله فإنه يحب أن يرجع فيقتل مرة أخرى ، لما يرى من ثواب الله له** ".(٥/٣٨٦)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : وفيه بيان أن الجنة مخلوقة موجودة وهو مذهب أهل السنة ، وهي التي أهبط منها آدم ويتنعم فيها المؤمنون في الآخرة ، وفيه أن مجازاة الأموات بالثواب والعقاب قبل يوم القيامة وإن الأرواح باقية لا تفنى فيتنعم المحسن ويعذب المسيء وهو مذهب أهل السنة .(٧/٣٣٩)

توحید منتر ہی سے علاج کرتا ہے تو اس کے پاس علاج کرانا بالکل حرام ہے۔(۱)

وید، بائبل، قرآن وغیرہ کو ایک ہی تصور کرنا

مسئلہ(۱۳): بعض جاہل پیر اور موجودہ دور کے پڑھے لکھے مرد وخواتین جو خود کو سیکولر، اسکالر، پروفیسر وغیرہ کہتے ہیں، اور ہندوؤں کی کتاب وید، بائبل، قرآن وغیرہ کو ایک ہی تصور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سب پر عمل کرنا واجب ہے، یہ سب آسمانی کتابیں ہیں، تو یہ **کلماتِ کفر** ہیں، اس قسم

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الحدیث النبوي** " : عن زینب امرأة عبد الله عن عبد الله قال : **سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : " إن الرقی والتمائم والتولة شرک ". قالت قلت : لم یقول هذا والله لقد کانت عیني تقذف فکنت اختلف إلی فلان الیهودي یرقیني ، فإذا رقاني سکنت فقال عبد الله : إنما ذلک عمل الشیطان کان ینخسها بیده ، فإذا رقاها کف عنها إنما یکفیک أن تقولي کما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : " أذهب البأس رب الناس ، اشف أنت الشافي ، لا شفاء إلا شفاءک ، شفاءً لا یغادر سقماً "**.(السنن لأبي داود: ص۵٤۲، باب في تعلیق التمائم)

ما في " **مرقاة المفاتیح** " : "إن الرقی" أي رقیة فیها إسم صنم أو شیطان أو کلمة کفر أو غیرها مما لا یجوز شرعاً ، ومنها ما لم یعرف معناها. (۳۷۱/۸، کتاب الطب والرقی)

ما في " **الحدیث النبوي** " : عن مغیرة بن شعبة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " **من اکتوی أو استرقی فقد بریٔ من التوکل** ".(سنن الترمذي :۲۵/۲ ، باب ما جاء في کراهیة الرقیة)

ما في " **مرقاة المفاتیح** " : " استرقی" أي بالغ في دفع الأمراض باستعمال الکلمات التي لیست من أسماء الله تعالی وکلمات کتابه ، ولا من الأدعیة المأثورة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم.

(مرقاة المفاتیح :۳۷۵/۸، کتاب الطب والرقی، **آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۰۹/۱، جامع الفتاوی:۲۱۷/۲**)

کا عقیدہ رکھنے والے، اس کی دعوت دینے والے سب دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔(۱)

عملیات کے ذریعے کسی شخص کو چور یا مجرم قرار دینا

مسئلہ(۱٤): عملیات کے ذریعہ متہم چور یا مجرم کو واقعۃً چور یا مجرم سمجھنا، بالکل ناجائز اور بد گمانی ہے(۲)، ایسے عملیات سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں،

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن جابر أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بنسخة من التوراة فقال: يا رسول الله! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يتغير، فقال أبوبكر: ثكلتك الثواكل، ما ترى ما بوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **والذي نفس محمد بيده ، لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل، ولو كان حياً وأدرك نبوتي لاتبعني** ". رواه الدارمي. (ص: ٣٢، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما فی " **مرقاة المفاتيح** ": (فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله) غضب الله توطئة لذكر غضب رسوله إيذاناً بأن غضبه غضبه ، كذا قال الطيبي، وإيماء إلى أن التعوذ إنما هو من غضب الله حقيقة وإنما يتعوذ من غضب رسوله لأنه سبب لغضبه تعالى. (٣٩٩/١، ٤٠٠)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ومن اعتقد أن الإيمان والكفر واحد فهو كافر، ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافر، كذا في الذخيرة. (٢٥٧/٢، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿ **يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم** ﴾.

(سورة الحجرات: ١٢) =

اور تہمت و بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، لہذا اس کے ذریعہ کسی کو چور قرار دیکر زبردستی اس سے مالِ مسروقہ وصول کرنا، اس کو گرفتار کرنا، سزا دینا، اور ذلیل ورسوا کرنا جائز نہیں (۱)۔

= ما فی " **التفسير الكبير للرازی** ": قال الرازي تحت قوله تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن**﴾ قوله: ﴿**اجتنبوا كثيراً من الظن**﴾ فهم منه أن المعتبر اليقين فيقول القائل: أنا أكشف فلاناً يعني أعمله يقيناً وأطلع على عيبه مشاهدة فأعيب فأكون قد اجتنبت الظن ، فقال تعالى: ولا تتبعوا الظن ، ولا تجتهدوا في طلب اليقين في معايب الناس. (۱۱۰/۱۰)

ما فی " **شرح كتاب الفقه الأكبر** ": لا يأخذ الفال من المصحف. (ص: ۱۸۳)

(۱) ما فی " **بستان العارفين** ": قال الفقيه رحمه الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يجالس أهل التهمة ، ولا يخالطهم ، فإنه يصير منهما .... وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال:" **من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم**".

(۵۳، الباب الرابع وستون في النهي عن التهمة ، بحواله فتاوی محمودیہ: ۷۶/۲۰)

ما فی " **مشکوٰة المصابيح** ": عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوىٰ ههنا، ويشير إلى صدره ثلاث مرات، بحسب امرءٍ من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرامٌ ، دمه وماله وعرضه**".

(ص: ۴۲۲،کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، خير الفتاوی: ۸۷/۱)

دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں

مسئلہ(۱۵): دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، نہ تو نصاً اس کا کہیں ذکر ہے، اور نہ ہی ضابطہ مشروعیتِ دعوت: " **الدعوة في السرور** " میں داخل ہے، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحتِ شنیعہ، مزید تبدیع (بدعت) کے لئے عدمِ ثبوت ہی کافی تھا، اور یہاں تو قرونِ مشہود لہا بالخیر میں صراحت سے اس پر نکیر موجود ہے، اس لیے یہ دعوت جائز نہیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **المسند للإمام أحمد بن حنبل**": عن عبيد الله أو عبد الله بن طلحة بن كريز عن الحسن قال: دعي عثمان بن أبي العاص إلى ختان فأبى أن يجيب، فقيل له فقال: إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ندعى له.

(۵۴۳/۱۳، رقم الحديث:۱۷۸۳۳، مكتبة دارالحديث قاهرة)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح**": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة**". (ص: ۲۷)

ما فی " **الصحيح البخارى**": عن عائشة قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم:" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**". (۳۷۱/۱، مشكوة المصابيح:ص۲۷)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": (ومبتدع) أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة . "**درمختار**". قوله: (وهي اعتقاد) ...... وحينئذ فيساوي تعريف الشمني لها بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أوعمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲۹۹/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام)

داڑھی کا حکمِ شرعی اور اس کا مزاق واستہزاء

مسئلہ(۱٦) داڑھی رکھنا واجب اور شعارِ اسلام میں سے ہے، داڑھی کا حلق کرنا، یا ایک مشت سے کم داڑھی کا رکھنا بالاجماع حرام ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ادنی سے ادنی سنت کا مزاق اڑانا اور استہزاء کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور مذاق کرنے کے مترادف ہے جو کہ حرام وکفر ہے، اور داڑھی چونکہ شعارِ اسلام میں سے ہے اور وجوب کا درجہ رکھتی ہے، لہذا اس کا مذاق اڑانا اور استہزا کرنا تو اشد کفر اور حرام ہوگا، ایسے آدمی کا نکاح اور ایمان کی تجدید کرنا لازمی، اور آئندہ ایسے اقوال وافعال سے توبہ کرنا ضروری ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": قال تعالی:﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله**﴾.(المائدة:۲)

ما فی " **الصحیح البخاری** ": عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **خالفوا المشركين وفروا اللحى واعفوا الشوارب**". وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه، وفي رواية آخر بعد هذه الرواية، قال:" **انهكوا الشوارب واعفوا اللحى**".

(۸۷۵/۲، باب تقليم الأظفار، مشكوة المصابيح:ص ۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل)

ما فی " **السنن أبی داود** ": عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**عشر من الفطرة.................... قص الشارب وإعفاء اللحى**".

(۱/ ۹، باب السواك من الفطرة، السنن النسائي: ۷/۱)

ما فی " **الدر المختار مع رد المحتار** ": ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. درمختار.

(۵۸۳/۹، كتاب الحظر والإباحة، فتاوى محموديه: ۵۳۷/۲)

نماز کا تمسخر اور مذاق اڑانے والے کا حکم

مسئلہ(۱۷): نماز شعائرِ اسلام میں سے ایک اہم ترین اور بنیادی شعار ہے، لہذا اس کا تمسخر اور مذاق اڑانے والا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائیگا، ایسے شخص پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم اور ضروری ہے، جب تک توبہ کرکے تجدید ایمان ونکاح نہ کرے اس وقت تک تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کردیں، اور اگر ایسی حالت میں عورت کو اپنے ساتھ رکھا تو اس درمیان جو بھی اولاد پیدا ہوگی وہ اولادالزنا کہلائے گی۔ البتہ تجدیدِ نکاح سے پہلے جو اولاد پیدا ہوگی ان کا نسب شخصِ مذکور سے ثابت ہوگا۔(۱)

نئے مکان کی بنیادوں پر خون ڈالنا

مسئلہ(۱۸): بعض مسلمان نیا مکان تعمیر کرتے وقت اس کی بنیادوں پر جو خون ڈالتے ہیں یہ گناہِ

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى: ﴿**ذلک ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب**﴾.

(سورة الحج:۳۲)

وقال تعالى: ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله**﴾. (سورة المائدة:۲)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفراً اتفاقاً ، يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. "**درمختار**".

قال ابن عابدين: قوله: (وأولاده أولاد زنا) كذا في فصول العمادي لكن ذكر في نور العين: ويجدد بينهما النكاح إن رضيت زوجته بالعود إليه وإلا فلا تجبر، والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطء بعد الردة يثبت نسبه منه، لكن يكون زنا. (۶/۳۹۰،۳۹۱، كتاب الجهاد، باب المرتد)

(فتاوی محمودیہ:۲/۵۱۴، آپ کے مسائل کا حل:۱/۵۶، آپ کی مسائل اور ان کا حل:خیر الفتاوی:۱/۸۲، جامع الفتاوی:۲/۳۶۵)

کبیرہ ہے، ہندوؤں اور بت پرستوں کا عقیدہ اور شعار ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔(۱)

بچوں کے گلے یا ہاتھ میں کالا ڈورا باندھنا

مسئلہ(۱۹): بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کیلئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے، اگر اس سے اعتقاد میں کوئی خرابی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، صرف مقصد یہ ہو کہ بدنما کردے تاکہ کسی کی نظرِ بد نہ لگے۔(۲)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى: ﴿ **ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه ، وهو في الآخرة من الخٰسرين**﴾.(سورة آل عمران : ۸۵)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : لقوله عليه السلام : " **من تشبه بقوم فهو منهم** ". أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار .

(۸/۲۲۲، كتاب اللباس ، رقم الحديث : ۴۳۴۷، أحسن الفتاوى : ۸/۲۲۸)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما " **السنن النسائي** " : عن أبي سعيد قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعوذ من عين الجان ، وعين الإنس، فلما نزلت المعوذتان أخذ بهما وترك ما سوى ذلك .

(۲/۲۷۰، كتاب الاستعاذة ، الاستعاذة من عين الجان)

ما في " **الدر المختار**": ولا الرتيمة هي خيط يربط بأصبع أو خاتم لتذكر الشيء ، والحاصل أن كل ما فعل تجبراً كره ، وما فعل لحاجة لا . عناية . "درمختار" .

قوله : (ولا الرتيمة) .... وفي المنح : إنما ذكر هذا لأن من عادة بعض الناس شد الخيوط على =

حدیث میں ”طلب العلم“ سے مرادعلمِ دین ہے نہ کہ علمِ دنیوی

مسئلہ(۲۰): آج کل تعلیم گاہوں میں جوعلم پڑھا جاتا ہے وہ علم نہیں بلکہ ہنر، پیشہ اورفن ہے، وہ بذاتِ خودنہ اچھا ہے نہ برا،اس کا انحصاراس کے صحیح یا غلط مقصداوراستعمال پر ہے،حدیث میں جس علم کوفرض قراردیا گیا ہےاس سے علمِ دین مراد ہے جوکہ اصل ہے،مثلاً: قرآن،تفسیرِ قرآن،حدیث،فقہ وغیرہ،اور اسی کے حکم میں وہ علم بھی مراد ہوگا جو دین کے لیے وسیلہ وذریعہ کی حیثیت رکھتا ہو جیسے نحو،صرف، بلاغت، منطق وقراءۃ وغیرہ۔(۱)

= بعض الأعضاء وكذا السلاسل وغيرها ، وذلك مكروه لأنه محض عبث ، فقال : إن الرتم ليس من هذا القبيل كذا في شرح الوقاية اهـ. .... وفيها لا بأس بوضع الجماجم في الزرع والمبطخة لدفع ضرر العين ، لأن العين حتى تصيب المال والآدمي والحيوان ويظهر أثره في ذلك عرف بالآثار ، فإذا نظر الناظر إلى الزرع يقع نظره أولاً على الجماجم لارتفاعها ، فنظره بعد ذلك إلى الحرث لا يضره ، روي أن امرأة جاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت: نحن من أهل الحرث وإنا نخاف عليه العين ، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يجعل فيه الجماجم .... قال عياض : قال بعض العلماء : ينبغي إذا عرف واحد بالإصابة بالعين أن يجتنب ويحترز منه ، وفي النسائي : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : ”إذا رأى أحدكم من نفسه أو ماله أو أخيه شيئاً يعجبه فليدع بالبركة ، فإن العين حق“ والدعاء بالبركة أن يقول : تبارك الله أحسن الخالقين ، اللهم بارك فيه ، ويؤمر العائن بالاغتسال ويجبر إن أبى ، ملخصاً ، والله سبحانه وتعالى أعلم .(رد المحتار: ۵۲۲/۹__۵۲۴،كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۴/۸)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ” **مرقاة المفاتيح**“: لقوله عليه السلام :” **طلب العلم فريضة على كل مسلم**“.

قال المنلا علي القاري : (طلب العلم) أي الشرعي (فريضة) أي مفروض فرض عين (على كل مسلم) .... قال الشارح : المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله ، وكيفية الصلاة فإن تعلمه فرض عين .

(۴۳۴/۱، كتاب العلم ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۱، المكتبة الأشرفية ديوبند ، وكذا =

باب البدعات والرسومات

(بدعات ورسومات کا بیان)

ماہِ محرم کی بعض بدعات وخرافات کا حکم

مسئلہ(۲۱): ماہِ محرم میں تعزیہ مع علم کے نکالنا اوراس کے ساتھ مرثیہ پڑھنا، نیز جلوس کے ساتھ شریک ہونا اورنذرِ حسین کی سبیل نکالنا، اس کا پینا اور پلانا اوراس کو کارِثواب سمجھنا یہ جملہ امور بدعت وناجائز اورروافض کا شعار ہیں(۱)، البتہ ایصالِ ثواب بلاتقییداتِ مخترعہ کے درست ہے(۲)۔

= في فتح الباري : ۱/۱۷۸، كتاب العلم ، باب فضل العلم ، رقم الحديث : ۵۹ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند ، وكذا في رد المحتار: ۱/۱۲۱، مقدمة ، قبيل مطلب في فرض الكفاية)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح البخاري** ": عن عائشة قالت : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** ".

(۱/۳۷۱، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود، مشكوٰة المصابيح : ۱/۲۷، باب الاعتصام بالكتاب و السنة ، الفصل الأول)

تعزیہ داری درعشرِ محرم یا غیرآن وساختن ضرائح وصورتِ قبوروعلم تیارکردن دلدل وغیر ذلک ایں ہمہ امور بدعت است نہ درقرنِ اول بودنہ درقرنِ ثانی نہ درقرنِ ثالث۔

(مجموعة الفتاوى على هامش الخلاصة الفتاوى :۴/۳۴۴، كتاب الكراهية ، باب ما يحل استعماله وما لا يحل)

(۲) والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة .

أما الكتاب فلقوله تعالى: ﴿**وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا**﴾. (الإسراء: ۲۴)

وأما السنة فأحاديث كثيرة منها ما في الصحيحين حين ضحى بالكبشين فجعل أحدهما عن أمته وهو مشهور تجوز الزيادة به على الكتاب ، ومنها ما رواه أبوداود : .... اقرؤوا على موتاكم سورة يٰسٓ. (البحر الرائق : ۳/۱۰۵، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت)

نئے سال (New Year) کی آمد پر خوشی منانا

مسئلہ(۲۲): نئے سال کی آمد پر جو خوشی منائی جاتی ہے، اور اس خوشی کے اظہار کیلئے جو افعال اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً: پٹاخے پھوڑنا، تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا، ناچ گانا کرنا، Happy New Year کہنا، یا نئے سال کی مبارکبادی دینے کیلئے موبائل سے ایک دوسرے کو SMS بھیجنا وغیرہ، یہ سب ناجائز ہیں، اور اس میں شرکت یہود ونصاری کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔(۱)

بسنت اور تل سنکرات ہندوانہ رسمیں ہیں

مسئلہ(۲۳): بسنت میلہ ایک ہندوانہ تہوار ہے، اس کے کسی بھی عمل میں شرکت غیروں کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جس پر حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے(۲)، اسی طرح تل سنکرات بھی غیر اسلامی تہوار ہے جس میں پتنگ بازی، ناچ گانا ہوتا ہے، نیز اس میں وقت، پیسہ اور

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **السنن أبی داود** ": لقوله علیه السلام:" **من تشبه بقوم فهو منهم**".(ص: ۵۵۹)

ما فی " **مشکوٰۃ المصابیح** ": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " **أبغض الناس إلى الله ثلثة ؛ ملحد في الحرم ، مبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه**". رواه البخاري (ص: ۲۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۹/۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **السنن أبی داود** ": عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " **من تشبه بقوم فهو منهم**".(ص: ۵۵۹) =

جانوں کے ضیاع جیسی عظیم قباحتیں اور برائیاں موجود ہیں، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہیں (۱)۔

اپریل فول منانا شرعاً ممنوع ہے

مسئلہ (۲۴): اپریل فول منانا شریعتِ اسلامیہ میں کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں سراسر جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا جاتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں (۲)، نیز اس میں صنم پرستی کا توہم بھی پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرانس میں سترہویں عیسوی سے پہلے سال کا آغاز یکم جنوری کے بجائے یکم اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی ''وینس'' کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے، جس کا ترجمہ یونانی زبان میں Aphro dite کہا جاتا ہے، اور شاید اسی یونانی نام سے مشتق کر کے اس مہینے کا نام اپریل رکھ دیا گیا ہے۔

= (۱) ما فی '' **الکتاب** '': قال تعالی: ﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾ . (سورۃ لقمان:٦)

وقوله تعالی: ﴿**إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين ، وكان الشيطن لربه كفوراً**﴾ .

(سورۃ الإسراء :۲۷) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۹/۲)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی '' **الصحيح البخاری** '': عن أبي هريرة عن النبي صلی الله عليه وسلم قال: '' **آية المنافق ثلاث؛ إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان**''. (۱۰/۱)

ما فی '' **الجامع الترمذی** '': عن أنس عن النبي صلی الله عليه وسلم في الكبائر قال: '' **الشرک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس وقول الزور**''. (۲۲۹/۱)

ما فی '' **السنن أبی داود** '': عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: '' **من تشبه بقوم فهو منهم**''. (سنن أبي داود:ص۵۵۹، فتاوی حقانیہ:۱۰۹/۲، فتاوی حقانیہ: ۱۱۱/۲)

ختمِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا

مسئلہ(۲۵): تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا بہت سی خرابیوں کو مستلزم ہے، مثلاً:

۱/......اس کو مستقل ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، اس لئے یہ دین میں بدعت پیدا کرنا ہے(۱)۔

۲/......مٹھائی تقسیم کرنے کا اس طرح التزام کیا جاتا ہے کہ اس رسم کو کسی بھی حال میں ترک نہیں کیا جاتا اور التزام (ضروری سمجھنا) سے مستحب کام بھی مکروہ اور واجب الترک ہوجاتا ہے(۲)۔

۳/......اس مٹھائی کے لئے چند خاص لوگوں سے چندہ بھی لیا جاتا ہے، تو اس صورت میں چندہ دینے والے کی رضا متیقن نہیں ہوتی ہے، بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیا کی وجہ سے رقم دی گئی ہو، لہذا اس رقم سے خریدی گئی مٹھائی حلال نہ ہوگی (۳)۔

۴/......لیکن اگر کوئی اظہارِ مسرت وتشکر کی بنا پر اپنی طرف سے مٹھائی تقسیم کردے تو کوئی حرج نہیں ہے(۴)۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث النبوي** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد** ".(صحيح البخاري: ص۴۷۷، كتاب الصلح ، باب قول الله تعالى)

(۲) ما في " **فتح الباري** " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها ، التيامن مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة ، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته.(۲/ ۴۳۷)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر.(۲۶/۳)

(۳) ما في " **الحديث النبوي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه** ". (السنن الكبرى للبيهقي: ۶/ ۱۶۶، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح :ص۲۵۵)

(۴) ما في " **شعب الإيمان للبيهقي** " : عن ابن عمر قال : تعلم عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه =

مروجہ رسمِ قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کا حکم

مسئلہ(۲۶): مروجہ رسمِ قرآن خوانی اسلاف سے ثابت نہیں، البتہ ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے، مگر اس کے لیے مجلس کا اہتمام پھر شیرینی تقسیم کرنا یہ سب کسی آیتِ قرآنی، یا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، یا فعلِ صحابہ وغیرہ سے ثابت نہیں۔(۱)

=البقرة في اثني عشرة سنة فلما أتمها نحر جزوراً.

(۲/ ۳۳۱، باب تعظيم القرآن، فصل في تعليمه، أحسن الفتاوى: ۱/ ۳۷۷، فتاوى شيخ الإسلام: ص۵۵، فتاوى محموديه: ۳/۷۶،)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري. وقال العيني في شرح الهداية: ومنع القاري للدنيا ، والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل ....فإذا لم يكن للقاري ثواب الطعام لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر، ولولا الأجرة لما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان.

(۹/۷۷، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحريم مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": ونقل العلامة الحلواني في حاشية المنتهى الحنبلي عن شيخ الإسلام تقي الدين ما نصه: ولا يصح الاستئجار على القراءة وإهدائها إلى الميت، لأنه لم ينقل عن أحد من الأئمة الإذن في ذلك. وقد قال العلماء: إن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له فأي شيء يهديه إلى الميت؟ وإنما يصل إلى الميت العمل الصالح، والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة .... وممن صرح بذلك أيضاً الإمام البركوي قدس سره في آخر الطريقة المحمدية فقال: الفصل الثالث في أمور مبتدعة باطلة أكبّ الناس عليها على ظن أنها قرب مقصودة، إلى أن قال: ومنها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده وبإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أو يهلل له، وكلها بدع منكرات باطلة، والمأخوذ منها حرام للآخذ، وهو عاصٍ بالتلاوة والذكر لأجل الدنيا اهـ ملخصاً. (۹/۷۸، فتاوى محموديه: ۳/۹٤)

موجودہ قرآن خوانی محض ایک رسم ہے

مسئلہ(۲۷): مروجہ قرآن خوانی محض ایک رسم بن چکی ہے(۱)،اس میں تلاوتِ قرآن پر اجرت لینا دینا،خواہ اجرت طے کی جائے یا مشہور ومعروف ہونے کی وجہ سے دل ہی میں مخفی رکھی جائے (۲)،خواہ روپئے کی شکل میں ہو یا شیرینی ، کپڑا ، غلہ، کھانا وغیرہ کی شکل میں ہو، بہر صورت مکروہِ تحریمی ہے(۳)۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح الباري** ": قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها .(۲/ ٤٣٧)

ما في " **السعاية في كشف ما في شرح الوقاية** ": أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل له في الشرع .(ص: ۲٦٥، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

(۲) ما في " **الأشباه والنظائر** " :" المعروف كالمشروط".(ص:٣٤٤)

(۳) ما في " **رد المحتار** " : ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور ، وهي بدعة مستقبحة .... وفي البزازية : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم ، واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء ة سورة الأنعام أو الإخلاص ، والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره .... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى اهـ.(۳/ ۱٤۸،كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل البيت ، بيروت)

ما في " **رد المحتار**": قال تاج الشريعة في شرح الهداية : إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري ، وقال العيني في شرح الوقاية : ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان ، فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاء الثواب للآمر والقراء ة لأجل المال ، فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولو لا =

دلہن پر قرآن کا سایہ کرنا

مسئلہ(۲۸): دلہن پر قرآن کا سایہ کرنے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، اور اس امر کو سنت یا ضروری سمجھنا بدعت، گمراہی اور گناہ کبیرہ ہے، لہذا اس سے اجتناب لازم ہے۔(۱)

= الأجرة ما قرأ أحدٌ لأحد في هذا الزمان .... المفتى به جواز الأخذ استحساناً على تعليم القرآن لا على القراء ة المجردة، ولصلة القاري بقراء ته لأن هذا بمنزلة الأجرة والإجارة في ذلك باطلة وهى بدعة ولم يفعلها أحد من الخلفاء .(۹/٦٧، ٦٨، كتاب الإجارة)

ما في " **زاد المعاد**" : تعزية أهل الميت ولم يكن من هديه أن يجتمع للعزاء ويقرأ له القرآن ، لا عند قبره ولا غيره وكل هذا بدعة حادثة مكروهة . (١/ ١٤٦)

الحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **كتاب التعريفات للجرجانی** ": البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي. (ص: ٤٧)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": ولقوله عليه السلام:" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**".

(ص: ٢٧، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول)

وأيضاً: وقال أيضاً:" **كل بدعة ضلالة**". (ص: ٣٠، شرح الطيبي: ١/٣٢٤)

ما فی " **مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح** ": قال في الأزهار: أي كل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلاة والسلام:"**من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها**"............قال النووي: البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم...........قال الشافعي رحمه الله : ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة. (١/٣٣٨،٣٣٧، فتاوى عثماني:١/١١٣، فتاوى حقانيه:١/٨٠، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٥/٢٠٢)

سیرت النبی کے جلسے جلوس کرنا

مسئلہ(۲۹): سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جلسے جلوس کرنا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وحالات پر مسلمانوں کو مطلع کرنا، جس کے ذریعہ زندگی مطابقِ سنت ہو اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو، اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ وموجبِ اجر وثواب ہے، بشرطیکہ اس میں التزام مالا یلزم اور کوئی عمل خلافِ شرع نہ ہو، مثلاً زمان ومکان کی تخصیص کرنا(۱)، اور یہ خیال رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفل میں تشریف لاتے ہیں، اس لیے آپ کی تعظیم میں قیام کرنا وغیرہ، کیوں کہ یہ بدعت اور نصِ صریح کے خلاف ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الصحيح لمسلم**" : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : "**لا تختصوا ليلة الجمعة من الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن يكون في صوم يصوم أحدكم**". (۱/ ۳٦۱ ، كتاب الصيام ، كراهية انفراد يوم الجمعة)

ما في "**البحر الرائق**" : وعرفها الشمني : بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (۱/ ٦۱۱، كتاب الصلوة ، باب الإمامة ، كذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۳۵۲، كتاب الصلوة)

ما في "**روح المعاني**" : وقال صاحب جامع الأصول : الابتداع من المخلوقين إن كان في خلاف ما أمر الله تعالى به ورسوله فهو في حيز الذم والإنكار ، وإن كان واقعاً تحت عموم ما ندب الله تعالى إليه وحض عليه أو رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فهو في حيز المدح وإن لم يكن مثاله موجوداً كنوع من الجود والسخاء .(۵/ ۲۹۵، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲) ما في "**الكتاب**" : ﴿**قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله**﴾.(النحل : ٦۵)

ما في "**شرح الفقه الأكبر**" : وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده أن النبي عليه الصلاة والسلام =

جلسے جلوس وغیرہ کی ابتدا تلاوت کلام اللہ سے کرنا

مسئلہ(۳۰): کسی دینی تقریب یا اہلِ اسلام کے جلسے وجلوس کی ابتداء کلام اللہ شریف سے ہو تو نہایت مستحسن اور باعثِ برکت ہے، مگر یہ فرض اور واجب کے درجے میں نہیں ہے کہ اس کے ترک سے کوئی گناہ لازم آتا ہو، ہاں؛ البتہ اس کے ترک سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی۔(۱)

= يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى:﴿ **قل لا يعلم من في السموات** ﴾ الآية .

(ص ۱۵۱، حكم تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب)

ما في " **السنن لأبي داود**" : عن أبي أمامة قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئاً على عصى فقمنا إليه ، فقال:" **لا تقوموا كما تقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً** ".

(۲/ ۶۱۰، كتاب الأدب ، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن العرباض بن سارية قال : " **وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل : إن هذه موعظة مودع فما ذا تعهد إلينا يا رسول الله ؟ قال : أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعيش منكم يرى اختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ** ".

(۲/ ۹۶، أبواب العلم ، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة)

ما في " **الفتاوى الحديثية** " : ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضاً بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له فالعوام معذورون لذلك بخلاف الخواص والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

(ص ۱۱۲، مطلب في أن القيام في أثناء مولده الشريف بدعة، فتاوى محموديه: ۳/۲۱۸)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مرقاة المفاتيح** " : عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه بالحمد لله فهو أقطع** ". رواه ابن ماجة .=

....

....

....

= (قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **كل أمر ذي بال**) أي ذي شأن واعتبار يرجى منه حسن مآل ، في النهاية : البال الحال والشأن ، وأمر ذو بال، أي شريف يحتفل به ويهتم ، والبال في غير هذا القلب ، وقال غيره : إنما قال ذوبال لأنه من حيث إنه يشغل القلب كأنه ملكه وكأنه صاحب بال (لا يبدأ) وفي رواية : لم يبدأ (بالحمد لله) بإسقاط همزة الوصل وبإثباتها حكاية (فهو) أي ذلك الأمر (أقطع) أي مقطوع البركة على وجه المبالغة ، أي أقطع من كل مقطوع ، (رواه ابن ماجة) ، وكذا أبوداود ، والنسائي في عمل اليوم والليلة ، و البيهقي في شعب الإيمان ، " وفي رواية : "فهو أبتر " أي ذاهب البركة ، رواه الخطيب في الجامع ، وفي رواية : " فهو أجذم " ، وفي رواية : لا يبدأ فيه ببسم الله الرحمن الرحيم ، رواه ابن حبان من طريقين ، وحسنه ابن الصلاح وتقدم الجمع بين الحديثين في أول الكتاب والله تعالى أعلم بالصواب.

(٦/٢٨٥، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرع، مكتبة أشرفية ديوبند)

ما في " **السعاية** " : قال الطيبي في حاشية المشكاة : فيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر وجاء حديث ابن مسعود : " **إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه** ". انتهى.

(٢/ ٢٦٣، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القراءة ، مكتبة سهيل اكيدمي لاهور)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وقد كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وآله وأصحابه إذا اجتمعوا أمروا أحدهم أن يقرأ سورة من القرآن كذا في الغرائب.

(٥/ ٣١٦، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن، مكتبة دار إحياء التراث العربي بيروت، فتاوى محموديه : ٣/ ٥٥٨، فتاوى حقانيه : ٢/٧٥، جامع الفتاوى :٢/ ٤٧٥، فتاوى محموديه: ٥٨٨/٣)

مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا اور منت مانگنا

مسئلہ(۳۱): مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا اور منتیں مانگنا بدعت وحرام ہے، لہٰذا اس سے کلی اجتناب ضروری ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی " **السنن أبی داود**": عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" **لا نذر في معصية وكفارته كفارة يمين**".

(ص: ۴٦۷، كتاب الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، سنن ابن ماجة: ۱۵۴، أبواب الكفارات، باب النذر في المعصية)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدارهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل حرام. درمختار. ومنها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر.

(۴۲۷/۳، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص۶۹۳، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به)

ما فی " **البحر الرائق** ": وقد قدمنا أن النذر الذي لا يصح بالمعصية للحديث: " **لا نذر في معصية الله** ". فقال الشيخ قاسم في شرح الدرر: وأما النذر الذي ينذره العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصلحاء فيجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب كذا أو من الفضة كذا أو من الطعام كذا أو من الماء كذا أو من الشمع كذا أو من الزيت كذا فهذا النذر باطل بالإجماع.

(۵۲۰/۲، كتاب الصوم، فصل في النذر، الفتاوى الهندية: ۲۱٦/۱، كتاب الصوم، في المتفرقات ، قبيل كتاب المناسك، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۰/۱)

دعا میں کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا

مسئلہ(۳۲): اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرنے اور اپنی حاجت طلب کرنے میں کسی نبی، یا ولی کو بطورِ وسیلہ کے ذکر کرنا اور یوں کہنا کہ اے اللہ بوسیلۂ فلاں نبی، یا بوسیلۂ فلاں ولی میرے حال پر رحم فرما، اور میری حاجت پوری کر، یہ جائز اور مسنون ہے اور اجابتِ دعا میں نہایت مؤثر ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الجامع الترمذي** " : عن عثمان بن حنيف أن رجلاً ضريرا البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال : أدع الله أن يعافيني، قال : "**إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لک فادعه قال: فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوء ه ويدعو بهذا الدعاء ، أللهم إني أسألک وأتوب إليک بنبيک محمد نبي الرحمة إني توجهت بک ، إلى ربي في حاجتي هذه لتقتضي لي أللهم فشفعه فيّ**".

(۲/۱۹۸، باب الدعوات)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " **بينما ثلاثة نفر يتماشون أخذهم المطر، فمالوا إلى غار في الجبل ، فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فأطبقت عليهم ، فقال بعضهم لبعض : انظروا أعمالاً عملتموها لله صالحةً ، فادعوا الله بها لعله يفرجها ، فقال أحدهم : اللهم إنه كان لي والدان شيخان كبيران ، ولي صبية صغار ، كنت أرعى عليهم ، فإذا رحت عليهم فحلبت بدأت بوالدي أسقيهما قبل ولدي ، وإنه ناء بي الشجر فما أتيت حتى أمسيت فوجدتهما قد ناما ، فحلبت كما كنت أحلب ، فجئت بالحلاب فقمت عند رؤوسهما ، أكره أن أوقظهما من نومهما ، وأكره أن أبدأ بالصبية قبلهما ، والصبية يتضاغون عند قدميّ ، فلم يزل ذلک دأبي ودأبهم حتى طلع الفجر ، فإن كنت تعلم أني فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا فرجة نرى منها السماء ، ففرج الله لهم فرجة حتى يرون منها السماء . وقال الثاني : اللهم إنه كانت لي ابنة عم أحبها كأشد ما يحب الرجال النساء ، فطلبت إليها نفسها ، فأبت حتى آتيها بمائة دينار ، فسعيت حتى جمعت مائة دينار فلقيتها بها ، فلما قعدت بين رجليها ، قالت:** =

تعویذ کے جائز ہونے کی شرطیں

مسئلہ(۳۳): علماء کرام نے تعویذ کو تین شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے :

۱/......تعویذ کلامِ الٰہی ، اسماء الٰہی اور صفاتِ الٰہی سے ہو۔

۲/......عربی زبان میں اور ایسے کلمات کے ذریعہ ہوں جن کے معانی معلوم ہوں۔

۳/......اعتقاد یہ ہو کہ تعویذات بذاتہا مؤثر نہیں بلکہ مؤثرِ حقیقی اللہ کی ذات ہے، اگر اس کی مشیت ہو تو اسے اثر انداز بنا سکتا ہے ورنہ نہیں۔(۱)

= **يا عبد الله اتق الله ، ولا تَفتَح الخاتم إلا بحقه ، فقمت عنها ، اللهم فإن كنت تعلم أني قد فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها ، ففرج لهم فرجةً . وقال الآخر : اللهم إني كنت استأجرت أجيراً بفرق أرز ، فلما قضى عمله قال : أعطني حقي ، فعرضت عليه حقه فتركه ورغب عنه ، فلم أزل أزرعه حتى جمعت منه بقراً وراعيها ، فجائني فقال : اتق الله ولا تظلمني وأعطني حقي ، فقلت : اذهب إلى ذلك البقر وراعيها ، فقال : اتق الله ولا تهزأ بي ، فقلت : إني لا أهزأ بك ، فخذ ذلك البقر وراعيها ، فأخذه فانطلق بها ، فإن كنت تعلم أني فعلت ذلك ابتغاء وجهك ، فافرج ما بقي ، ففرج الله عنهم ".** (۴۸۳/۲ ، كتاب الأدب ، باب إجابة دعاء من برَّ والديه ، رقم الحديث : ۵۹۷۴)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **يا معاذ ! أتدري ما حق الله على العباد؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال: أن يعبدوه ولا يشركوه به شيئاً ، أتدري ما حقهم عليه ؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال: ألا يعذبهم** ".

(۱۰۹۷/۲ ، كتاب الأدب، تكملة فتح الملهم : ۶۲۰/۵ ، مكتبة أشرفية ديوبند، فتاوى حقانيه: ۲۱۷/۱ ، فتاوى عثماني: ۲۶۲/۱ ، فتاوى محموديه : ۵۷۲/۱ ، جامع الفتاوى : ۲۵۷/۲ ، خير الفتاوى : ۱۹۸/۱ ، فتاوى بينات: ۶۴۱/۱ ، فتاوى مفتي محمود: ۵۹/۱ ، إمدادالفتاوى : ۴۰۶/۵ ، فتاوى رحيميه : ۴۳۹/۲ ، جامع الفتاوى: ۷۳/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**قل أعوذ برب الفلق ، من شر ماخلق، ومن شر غاسق إذا وقب، ومن شر النفّٰثٰت في العقد، ومن شر حاسد إذا حسد**﴾.(سورة الفلق : ۱- ۵)=

....

....

....

= ما في " **التفسير المنير**" : أجاز أكثر العلماء الاستعانة بالرقى أو الرقية ، لأن النبي صلى الله عليه وسلم اشتكى فرقاه جبرئيل عليه السلام ، وقال : بسم الله أرقيك من كل شيء يؤذيك ، والله يشفيك كما تقدم. (۱۵/ ۸۷۹، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن خارجة بن الصلت التميمي عن عمه : " **أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فأسلم ثم أقبل راجعاً من عنده فمر على قوم عندهم رجل مجنون موثوق بالحديد ، فقال أهله: إنا حُدثنا أن صاحبكم هذا قد جاء بخير فهل عندك شيء تداوونه ، فرقيته بفاتحة الكتاب فبرأ فأعطوني مائة شاة فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته فقال : هل إلا هذا ، وقال مسدد في موضع آخر : هل قلت غير هذا ؟ قلت لا قال : خذها فلعمري لمن أكل برقيته باطل لقد أكلت برقية حق**". (۲/ ٥٤٤، كتاب الطب ، باب كيف الرقى)

ما في " **بذل المجهود** " : وفيه دليل على أن الرقية على قسمين : حق وباطل ، فرقية الحق : ما كانت بالكتاب والسنة أو غيرهما من ذكر الله تعالى، وإن كان بغير ذلك مما لا يعرف معناه لا يجوز لاحتمال أن يكون فيها كفر. (۱۱/ ٦٢٤)

ما في " **فتح الباري** " : وفي الحديث جواز الرقية بكتاب الله ، ويلتحق به ما كان بالذكر والدعاء المأثورة ، وكذا غير المأثورة مما لا يخالف ما في المأثورة. (٤/ ٥٧٧، كتاب الإجارة ما يعطى)

ما في " **تكملة فتح الملهم** " : وأما الأحاديث التي ورد فيها النهي عن الرقى، أوالأحاديث التي أثنى فيها على الذين لا يسترقون فإنها محمولة على رقى الكفار التي تشتمل على كلمات الشرك أو الاستمداد بغير الله تعالى أو الرقى التي لا يفهم معناها ، فإنها لا يؤمن أن تؤدي إلى الشرك منع احتياطاً.

(٤/ ٢٩٥، كتاب الطب ، باب الطب والرقى)

ما في " **رد المحتارعلى الدر المختار** " : قالوا : إنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ، ولا =

نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ کرنا

مسئلہ(۳٤): آج کل لوگ بالالتزام نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں، جبکہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین سے بالکل ثابت نہیں ہے، لہذا یہ مکروہ اور بدعت ہے(۱)

=يدرى ما هو، ولعله يدخله سحراً أو كفراً وغير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به. (۹/ ٤٤٣، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن عائشة قالت : كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول للإنسان إذا اشتكى يقول بريقه ثم قال به في التراب تربة أرضنا بريقة بعضنا يشفي سقيمنا بإذن ربنا.

(۲/ ٥٤٣، كتاب الطب، باب كيف الرقى)

ما في " **فتح الباري** " : وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط : أن يكون بكلام الله تعالى، أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو ما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى. (۱۰/ ۲٤۰، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن، فتاوى عثماني :۱/ ۲۷۸، كتاب الذكر والتعويذات، فتاوى محموديه: ۱۰۱/۱۷، ۱۰٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن** " : ﴿**وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا**﴾.(الحشر: ۷)

ما في " **روح المعاني** " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به صلى الله عليه وسلم ونهى عنه . (۷۱/۱۵)

ما في " **تفسير القشيري** " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته، ولزوم طريقته وسيرته .(۳۰٤/۳)

ما في " **الصحيح لمسلم والسنن النسائي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة** ".(۱ /۲۸۵، كتاب الجمعة، السنن النسائي :۱/ ۵۵۰)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة =

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے(۱)۔

عید کے موقع پر مبارکبادی دینا

مسئلہ(۳۵): کسی کو روزے پورے کرنے پر ضروری نہ سمجھتے ہوئے اور ثواب کا اعتقاد رکھے بغیر مبارک بادی دیتے ہوئے ''عید مبارک'' کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۲)

= ما صافحو بعد أداء الصلوة. (۹/٤٦٥، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " **المدخل** " : وأما المصافحة فإنها وضعت في الشرع عند لقاء المؤمن لأخيه ، وأما في العيدين على ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلاة يتصافحون فلا أعرفه.(۱/٤٣٩)

ما في " **إمداد الفتاوى** " : مصافحہ کردن مطلقاً سنت است بوقتِ خاص مخصوص نیست پس تخصیصِ آں بروزِ جمعہ وعیدین وبعد نمازِ پنجگانہ وتراویح بے اصل است، ہاں اگر درہمیں اوقات بکسے بعد مدتے ملاقات شود باو مصافحہ کردن مضائقہ ندارد، نہ ایں کہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آیند وپس از نماز مصافحہ ومعانقہ کنند۔(۵/۲٦۰، كتاب البدعات)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : فإن محل المصافحة المشروعية أول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغير مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون ، فأين هنا من السنة المشروعية ؟ ....ولهذا صرح بعض علمائنا فإنها مكروهة (حينئذ وإنها) من البدع المذمومة .(۸/٤٩٤)

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : ولأنها من سنن الروافض .(۹/٤٦٥)

(إمدادالفتاوى :۱/۱۸۸، أحسن الفتاوى :۱/۳٥۳، فتاوى حقانيه :۲/، ۹٥/٥۲، فتاوى محموديه :۳/۱٤۳)

والحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**": والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا ينكر ، وقال المحقق ابن أمير الحاج : بل الأشبه أنها جائزة مستحبة في الجملة ، ثم ساق آثاراً بأسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال : والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية " عيد مبارك عليك " ونحوه وقال : يمكن أن يلحق بذلك في المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فإن من قبلت طاعته في زمان كان ذلك=

جمعہ کے دن ممبر پر بیٹھ کر سورۂ کہف تلاوت کرنا

مسئلہ(۳۶): جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے(۱)،لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ مسجد میں اذانِ اول کے بعد کوئی شخص ممبر پر بیٹھ کر بآوازِ بلند تلاوت کرے اور لوگ اس کو سنیں، کیوں کہ اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوگا،لہذا یہ عمل نہ کرنا اولیٰ ہے(۲)۔

=الزمان عليه مباركاً على أنه قد ورد الدعاء بالبركة في أمور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا أيضاً.(۳/۴۷، كتاب الصلاة)

ما في " **الموسوعة الفقهية** ": ذكر الشهاب ابن حجر أيضاً أن هذه التهنئة على اختلاف صيغها مشروعة.(۲۷/۲۵۰، صلاة العيدين ، خير الفتاوى : ۳/ ۱۲۴، فتاوى حقانيه: ۲/ ۷۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **المستدرك للحاكم** " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **إن من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين** ".(۲/۳۶۸)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : لا يقرأ جهراً عند المشغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن .... رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه استماع القرآن كان الإثم على القاري ولا شيء على الكاتب.(۵/۱۶- ۱۸)

ما في " **مجموعة رسائل اللكنوي** " : القراءة خارج الصلاة فالأحاديث جاءت متعارضة فيها ، فمنها ما يدل على أفضلية الجهر ومنها ما يدل على أفضلية السر ، والجمع بينهما على ما ذكره النووي وتبعه من جاء بعده أنه يختلف باختلاف الأحوال والأشخاص ، فكم من شخص السر له أفضل ، وكم من شخص الجهر له أفضل ، مثلاً من كانت طويته صافية عن الرياء والعجب ونحو ذلك ، ولم يكن هناك من يتأذى بقرائته أو كان هناك من يسمع بالخشوع استحب له الجهر وإلا فلا ، نعم لو التزم جهر سورة أو نحوها في موضع معين التزاماً لم يعهد في الشرع وخيف منه ظن العوام لزومه حتماً كما في كثير من التخصيصات الفاحشة ، فحينئذ لا يخلو عن كراهة البتة ، ولذا قال في "مصاب الاحتساب" : قراءة الفاتحة =

بلکہ دن یا شب کے شروع حصہ میں پڑھ لینا افضل ہے(۱)۔

قرآن میں علامت کے طور پر کوئی چیز رکھنا

مسئلہ(۳۷): قرآنِ کریم اللہ کا مقدس کلام ہے جو از حد قابلِ تعظیم وتکریم ہے(۲)،اس کے اندر بلا ضرورت کسی بھی چیز کا رکھنا مکروہ ہے (۳)۔ ہاں ! اگر بطورِ علامت کے ضرورۃً کوئی

= بالجماعة جهراً بعد الصلاة بدعة. (۳/ ۵۰۲)

ما في " **المدخل** " : لا يجهر بعضكم على بعض في القرآن ، لأن المسجد إنما بني للصلاة، وقراءة القرآن تبع للصلاة ما لم تضر التلاوة بالصلاة التي بنيت المساجد لها فإذا أضرت بها منعت.(۱/ ۷۹)

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر ا لمختار**" : ومن جملتها أحكام يوم الجمعة قراءة الكهف أي يومها وليلتها ، والأفضل في أولهما مبادرة للخير وحذراً من الإهمال.

(۲/ ٤۰، مطلب ما اختص به يوم الجمعة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " :﴿**لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله، وتلك الأمثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون**﴾.(الحشر :۲۱)

ما في " **التفسير المظهري** " : يعني لو جعل في الجبل تميزاً وأنزل عليه القرآن تخشع وتشقق وتصدع من خشية الله مع صربته ورزانته حذرا من أن لا يؤدي حق الله عز وجل في تعظيم القرآن.(۹/۲٤۵)

ما في " **فتح القدير للشوكاني** " : ﴿**لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله**﴾ أي من شأنه وعظمته وجودة ألفاظه وقوة مبانيه وبلاغته واشتماله على المواعظ التيي تلين لها القلوب .... وهذا تمثيل وتخييل يقتضي علو شأن القرآن.(۲/۸۱۳)

(۳) ما في " **كنز العمال** " : مر رسول الله صلى الله بكتاب في الأرض فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لعن الله من فعل هذا، لا تضعوا كتاب الله إلا موضعه** ".(۱/۶۲۱) =

چیز رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے(۱)۔

ولادت کے بعد بچہ کو دیکھنے کے لیے آنا اور پیسہ وغیرہ دینا

مسئلہ(۳۸): بچے کی ولادت کے بعد اس کو دیکھنے کے لیے آنا، اور اس کو کچھ رقم دینے کو ضروری سمجھنا شرعِ اسلامی میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں اگر کوئی شخص برضا ورغبت کچھ رقم یا کوئی شئ بطور ہدیہ دیدے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیوں کہ انسان اس عمل کو عرف وعادت کی بناء پر کرتا ہے نہ کہ تعبداً (عبادت کے طور پر)۔(۲)

= ما في " **الهندية** " : ويكره أن يجعل شيئاً في كاغدة فيها إسم الله تعالى كانت الكتابة على ظاهرها أو باطنها.(۳۲۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : كاغذ فيه مكتوب بسم الله الرحمن الرحيم جعل فيه شيء قال أبو بكر الاسكاف : يكره سواء كانت الكتابة في ظاهره أو باطنه.(۳۷۸/٤)

(۱) ما في " **الأشباه والنظائر** " :بقاعدة فقهية : " المشقة تجلب التيسير " .... اعلم أن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة .... والرابع النسيان.(۲۷٦/۱، ۲۷۷)

ما في " **تعليق الأشباه والنظائر** " : قوله : " والرابع: النسيان " وهو عدم استحضار الشيء وقت الحاجة . (۲۷۸/۱)

والحجة على ما قلنا

(۲) ما في " **اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه** ": الهدية للمولود عند ولادته لا بأس بها في الأصل، لأن الأصل في الهدية وفي جميع المعاملات الحل والصحة إلا ما قام الدليل على تحريمه فإذا جرت العادة بأن الناس إذا ولد لهم الولد أهدى إليه أقاربه شيئاً من المال فلا بأس أن يفعل ذلك الإنسان تبعاً للعادة والعرف لا تعبداً لله عز وجل. (ص: ۱۰۵، بحواله فتاوى اسلاميه: ۳۲۷/۲)

سالگرہ منانا انگریزوں کی دین اور احمقانہ رسم ہے

مسئلہ(۳۹): آج کل عام طور پر جو مسلمان مالدار اور متوسط گھرانے کے ہیں، اپنے بچوں کی سالگرہ منانے کا اہتمام کرتے ہیں، شرعاً یہ عمل بالکل جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ انگریزوں کی جاری کردہ ایک احمقانہ رسم ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾.(هود :۱۱۳)

ما فی " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**" : أي تحرقكم بمخالطتهم ومصاحبتهم وممالاتهم على إعراضهم وموافقتهم في أمورهم .(۱۰۸/۵)

ما في " **التفسير للبيضاوي** " : وإنما عد منه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفراً ، لأنها تدل على التكذيب، فإن من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترئ عليها ظاهراً لا لأنها كفر في أنفسها.

(ص: ۲۳، سورة البقرة)

ما في " **المصنف لإبن أبي شيبة** " : عن طاوس : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله بعثني بالسيف بين يدي الساعة ، وجعل رزقي تحت ظل رمحي ، وجعل الذل والصغار على من خالفي ، ومن تشبه بقوم فهو منهم** ".(۱۰/ ۳۰٤،كتاب فضل الجهاد، رقم الحديث :۱۹۷۸۳)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من تشبه بقوم فهو منهم** ".(ص۵۵۹، كتاب اللباس)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار " فهو منهم" أي من الإثم والخير ، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (۲۲۲/۸)

ما في " **كنز العمال** " : عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **من كثر** =

مسابقاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کا شرعی حکم

مسئلہ(۴۰): حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری اوراس پر ابھارنے کیلئے اپنے اصحاب کے درمیان گھوڑ دوڑ کا مسابقہ کرایا(۱)،تاکہ دین کا قیام مضبوط ہوجائے،اسی طرح سے مسابقاتِ قرآنیہ کرنا شرعاً جائز وممدوح ہے، کیوں کہ جس طرح سے جہاد دین کے قیام کا ذریعہ ہے،اسی طرح سے مسابقاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ،قرآن وحدیث کے علوم کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور مسابقات کے ذریعے ان ہی علوم کے حاصل کرنے پر ابھارا جاتا ہے جو حفاظتِ دین میں مفید ومعاون ہوں(۲)۔

= **سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله**".(۹/ ۱۱، رقم الحديث :۳۴۷۳)

ما في " **الزواجر عن اقتراف الكبائر**" : قال مالك بن دينار رحمه الله : أوحى الله إلى نبي من الأنبياء أن قل لقومك : " **لا يدخلوا مداخل أعدائي ، ولا يلبسوا ملابس أعدائي ، ولا يركبوا مراكب أعدائي ، ولا يطعموا مطاعم أعدائي فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي**".(ص۲۵، فتاوی محمودیه: ۳/۱۷۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **عمدة القاري**" : قال ابن التين : أنه صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل على حلل أتته من اليمن ، فأعطى السابق ثلاث حلل وأعطى الثاني حلتين ، والثالث حلة ، والرابع ديناراً ، والخامس درهماً، والسادس فضة ، وقال : " **بارک الله فيک وفي كلكم وفي السابق والفسكل**".

(۲۳۶/٤، باب هل يقال مسجد بني فلان)

(۲) ما في " **رد المحتار**" : أنه لو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان أو لإثنين : من سبق فله كذا من مال نفسه ، أو قال للرماة : من أصاب الهدف فله كذا جاز لأنه من باب التنفيل فإذا كان التنفيل من بيت المال كالسلب ونحوه جاز ، فما ظنك بخالص ماله؟ وعلى هذا الفقهاء إذا تنازعوا في المسائل ، وشرط للمصيب منهم جعل جاز إذا لم يكن من الجانبين على ما ذكرنا في الخيل ، إذ التعلم في البابين يرجع إلى تقوية الدين وإعلاء كلمة الله تعالى.(۱۰/ ٤۰۰، فصل مسائل شتى) =

....

....

....

= ما في " **مجمع الأنهر**" : لو اختلف اثنان في مسئلة وأراد الرجوع إلى شيخ وجعلا على ذلك جعلاً أي لو وقع الاختلاف بين اثنين وشرط أحدهما لصاحبه أنه إن كان الجواب كما قلت أعطيتك كذا ، وإن كان كما قلتُ لا أخذ منك شيئاً فهذا جائز لأنه لما جاز في الأفراس لمعنى يرجع إلى الجهاد يجوز هنا للحديث على الجهد في طلب لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد .(٤/ ٢١٧، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات)

ما في " **أحكام المسابقات** ": اختلفوا في إجراء هذه المسابقات العلمية على عوض يأخذه الفائز منهم ، القول الأول يجوز بذل العوض في هذا النوع من السبق ، وبه قال الحنفية........ أنه لما جاز بذل العوض في الخيل والرماية لمعنى يرجع إلى الجهاد فإنه يجوز بذل العوض في السبق للحث على الجهد في طلب العلم ، لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد.(ص:٢١٢)

کتاب الطہارۃ

(پاکی کا بیان)

تنگ ایئر رنگ (بالی) کو غسل میں حرکت دینا ضروری ہے

مسئلہ (۴۱) : ایئر رنگ (Ear,Ring) یعنی کان کی بالی اتنی زیادہ تنگ ہو کہ پانی سوراخ میں داخل نہ ہوسکتا ہو تو اس کو حرکت دینا ضروری ہوگا، ورنہ حرکت دینے اور نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(۱)

انجکشن لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ (۴۲): انجکشن لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، مگر یہ کہ اس کی وجہ سے خون نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہے، جس کا وضو یا غسل میں دھونا واجب ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وجب تحريك القرط والخاتم الضيقين ولو لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزأه وإلا أدخله ولا يتكلف في إدخال الشيء سوى الماء من خشب ونحوه كذا في البحر الرائق.(۱/۱٤)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (ولو) كان (خاتمه ضيقاً نزعه أو حركه) وجوباً (كقرط، ولو لم يكن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أي الثقب (عند مروره) على أذنه (أجزأه كسرّة وأذن دخلهما الماء، وإلا) يدخل (أدخله) ولو بأصبعه، ولا يتكلف بخشب ونحوه، والمعتبر غلبة ظنه بالوصول.

"درمختار".(۱/۲۸۹،مطلب في أبحاث الغسل، جديد فقهى مسائل: ۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": (وينقضه خروج) كل خارج (نجس) بالفتح ويكسر (منه) أي من المتوضئ الحي معتاداً أولا، من السبيلين أو لا (إلى ما يطهر) بالبناء للمفعول: أي يلحقه حكم التطهير."درمختار".(۱/۲٦۰،۲٦۱، مطلب: نواقض الوضوء)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": القراد إذا مص عضو إنسان فامتلأ دماً إن كان صغيراً لا ينقض وضوئه كما لو =

ٹوتھ برش مسواک کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۴۳): مسواک میں دو چیزیں مطلوب ہیں، ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، دوسرے منہ اور دانتوں کی صفائی، ٹوتھ پیسٹ اور برش کے استعمال سے دوسری چیز حاصل ہوگی، مگر اتباعِ سنت کا ثواب نہیں ملے گا، اس لیے بلا عذر ٹوتھ پیسٹ اور برش استعمال نہ کریں۔(۱)

مسواک نہ ہونے کی صورت میں انگلی یا کپڑے کا استعمال

مسئلہ (۴۴): اگر مسواک میسر نہ ہو، یا منہ میں دانت نہ ہوں، یا مسواک کے استعمال سے کسی تکلیف یا ضرر کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سیدھے ہاتھ کی انگلی یا کسی کھردرے کپڑے سے دانت صاف کرنا مسواک کے قائمِ مقام ہوسکتا ہے۔(۲)

= مصت الذباب أو البعوض، وإن كان كبيراً ينقض وكذا العلقة إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوءه ـ كذا في محيط السرخسي. (۱۱/۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

ما في "**الهداية**": والدم والقيح إذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحقه حكم التطهير والقئ ملأ الفم. (۸/۱، فصل في نواقض الوضوء، منتخبات نظام الفتاوى: ٤٤/١، فتاوى حقانيه: ٥١٤/٢، جديد فقهي مسائل: ٩١/١)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فقه السنة للسيد سابق** " : وإن كانت السنة تحصل بكل ما يزيل صفرة الإنسان وينظف الفم كالفرشاة ونحوها .... وعن عائشة رضي الله عنها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " **السواك مطهرة للفم، مرضاة للرب** ". رواه أحمد والنسائي والترمذي.

(فقه السنة للسيد سابق : ٣٤/١، سنن الوضوء، السواك، فتاوى حقانيه: ٤٩٩/٢، منتخبات نظام الفتاوى:٤٤/١)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولا يقوم الأصبع مقام الخشبة فإن لم توجد الخشبة فحينئذ يقوم الأصبع من يمينه مقام الخشبة كذا في المحيط والظهيرية . (۷/۱، الفصل الثاني في سنن الوضوء) =

اسپرے اور ٹینچر کا استعمال جائز نہیں ہے

مسئلہ (۴۵): اسپرے (Spray) اور ٹینچر (Tenture) کا استعمال جائز نہیں ہے، کیوں کہ دونوں میں شراب کے جوہر ہوتے ہیں اور شراب حرام ہے، اس لیے ان پر نجس ہونے کا حکم لگے گا، اگر یہ بدن یا کپڑے پر لگ جائیں یا لگائے جائیں تو دونوں کو (بدن اور کپڑا) دھونا واجب ہے۔ کبھی ان کا استعمال بطورِ دوا کے ہوتا ہے، اگر کوئی متبادل دوا نہ ملے، یا اس کے حصول کی طاقت نہ ہو یا اس کی تلاش تک مرض کے بڑھ جانے اور شدت اختیار کرنے کا غالب گمان ہو تو بقدرِ ضرورت اس کا استعمال جائز ہے۔(۱)

= ما في " **رد المحتار** " : وعند فقده أو فقد أسنانه تقوم الخرقة الخشنة أو الأصبع مقامه.

(۱/۲۳٦، مطلب فی منافع السواك)

ما في " **البحر الرائق** " : وتقوم الأصبع أو الخرقة الخشنة مقامه عند فقده أو عدم أسنانه في تحصيل الثواب لا عند وجوده. (۱/٤۳، كتاب الطهارة، فتاوی حقانيه: ۲/٥۰۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**السنن الكبرى للنسائي**" : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**ما أسكر كثيره فقليله حرام**". (٤/۱۸٦، رقم الحديث: ٦۸۲۰)

ما في " **تبيين الحقائق** " : قال النبي صلى الله عليه وسلم: " كل مسكر حرام"۔ وأيضا قال النبي صلى الله عليه وسلم: "ما أسكر كثيره فقليله حرام". (۷/۱۰۳)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وجوز في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحاً يقوم مقامه."درمختار". (٥/۳٤۹، مكتبه نعمانيه)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**" : الضرورات تبيح المحظورات۔ ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (۱/۳۰۷،۳۰۸، جديد فقهى مسائل: ۱/۱۰٦، احسن الفتاوى: ۱/۹٥)

فلٹر کیا ہوا پیشاب ناپاک ہے

مسئلہ(٤٦) : پیشاب نجس ہے، اگر اسے فلٹر (Filter) کیا جائے تب بھی نجس ہی رہے گا، کیوں کہ فلٹر کرنے سے محض اس کی بد بو زائل ہوگی، حقیقت تبدیل نہ ہوگی، لہذا اس سے انتفاع جائز نہیں۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **قضايا طبية معاصرة** " : مما ينبغي أن ينبه له أنّ نجس العين ، ومثله المحرم أكله وشربه لا يجوز للمسلم أن يتقصد تحويله إلى مادة أخرى، فإن الله إذا حكم بنجاسة شيء فإنه يحكم بحرمة الاستفادة منه ،كالبول والغائط ودم الحيض والنفاس والميتة.

وهذا لا يقتصر على النجس وحده، بل عام في كل الأعيان النجسة، ومثلها الأعيان المحرمة...وعلى ذلك فإن ما حرم الله أكله هو كالنجس، لا يجوز بيعه كما لا يجوز تحويله إلى شيء آخر، فيباع وينتفع به.

(۱/۳۲۱، ۳۲۲، تحديد الأعيان النجسة ،لا يجوز تعمد تحويل النجاسات والمحرمات إلى مادة أخرى)

ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تبارك وتعالى:﴿**وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر ومن البقر والغنم حرمنا عليهم شحومهما إلا ما حملت ظهورهما أو الحوايا أو ما اختلط بعظم، ذلك جزينٰهم ببغيهم وإنا لصادقون**﴾. (سورة الأنعام : ١٤٧)

ما في " **مختصر تفسير ابن كثير** " : قال ابن كثير عند تفسير هذه الآية: قال عبد الله بن عباسؓ: بلغ عمر بن الخطاب رضي الله عنه أن سمرة باع خمراً، فقال: قاتل الله سمرة ؛ ألم يعلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ((لعن الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها))؟ أخرجه البخاري في البيوع برقم :۲۲۲۳. (۱/٦۲۸، جدید فقہی مسائل: ۱/۱۰۸، منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۲٦)

نیرودھ لگا کر جماع کرنے سے غسل واجب ہوگا

مسئلہ (۴۷) : نیرودھ (کنڈوم) لگا کر مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوگا، کیوں کہ یہ بہت باریک ہوتا ہے، جو فریقین (میاں بیوی) کے مابین لطف اندوزی کو مانع نہیں ہوتا، لہٰذا اگر حشفہ (سپاری) چھپ جائے تو غسل واجب ہوگا۔(۱)

بے بی ٹیوب کے داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا

مسئلہ (۴۸): عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby,Tube) کے داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ غسل کا وجوب مرد کے عضوِ خاص سے ہوتا ہے نہ کہ کسی اور چیز کے داخل کرنے سے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار**" : ولو لف على ذكره خرقة وأولج ولم ينزل قال بعضهم: يجب الغسل، وقال بعضهم: لا يجب ، والأصح إن كانت الخرقة رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا، والأحوط وجوب الغسل في الوجهين.

(۱/۱۵، رد المحتار:۱/۳۰۳، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص۵۴،۵۵،كتاب الطهارة، منتخبات نظام الفتاوى :۱/۲۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**" : (و) منها (إدخال أصبع ونحوه) كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد (في أحد السبيلين) على المختار لقصور الشهوة.

(ص۵۵، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها مذي)

ناخن پالش وضو اور غسل کو مانع ہے

مسئلہ(۴۹) : ایسی تزیین حرام ہے جو شرعی فرائض کی صحت کو مانع ہو، اور جو چیز بدن تک پانی پہونچنے سے مانع ہو اس کی موجودگی میں وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا، چنانچہ گندھا ہوا خشک آٹا صحتِ وضو سے مانع ہے حالانکہ وہ ناخن پالش جتنا سخت نہیں ہوتا، اس لیے وضو اور غسل کی صحت کے لیے ناخن پالش کا نکالنا ضروری ہے۔(۱)

ٹشو پیپر سے استنجاء درست ہے

مسئلہ(۵۰): کاغذ(Tessu Paper) اگر خاص طور سے استنجاء ہی کے لیے بنایا گیا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " :أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز ....وما تحت الأظفار من أعضاء الوضوء حتى لو كان فيه عجين يجب إيصال الماء إلى ما تحته كذا في الخلاصة وأكثر المعتبرات.(۱/٤، الباب الأول في الوضوء)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار** " : (ولا يمنع) الطهارة (ونيم) أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه به يفتى (ودرن ووسخ) عطف تفسير، وكذا دهن ودسومة (وتراب) وطين ولو (في ظفر مطلقاً) أو قروياً أو مدنياً في الأصح بخلاف نحو عجين . "درمختار"......... قوله : (بخلاف نحو عجين) أي كعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد۔جوهرة..........نعم ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين، واستظهر المنع لأن فيه لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء .

(۱/۲۸۸،۲۸۹ مطلب في أبحاث الغسل، أحسن الفتاوى :۲/۲٦،۲۷، فتاوى محموديه :۵/٤۱، خير الفتاوى: ۲/٤۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والبحر الرائق** " : (وكره) تحريماً (بعظم وطعام وروث) يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به،إلا بحرف آخر (وآجر وخزف وزجاج و) شيء محترم ."درمختار".=

مصنوعی دانتوں کا حکم وضو اور غسل میں

مسئلہ(۵۱) : مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو کہ فکس (Fixed) ہوتے ہیں، اور دوسرے وہ جو فولڈ (Fold) ہوتے ہیں، جو فکس ہوتے ہیں ان کا حکم اصلی دانتوں کی طرح ہوگا، اور جو فولڈ ہوتے ہیں احناف کے نزدیک ان کو وضو میں نکالنا مستحب ہے اور غسل میں نکالنا واجب ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں میں نکالنا ضروری ہوگا۔(۱)

مصنوعی اعضاء کا حکم وضو اور غسل میں

مسئلہ(۵۲) : سرجری کے (Surgery) کے ذریعہ جوڑے ہوئے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کا حکم مصنوعی دانتوں کی طرح ہوگا، یعنی وہ اعضاء جو جوائنٹ (Joint) کئے جاتے ہیں دو طرح

= قوله : (وشيء محترم) أي ماله احترام واعتبار شرعاً ....ويدخل أيضاً الورق، قال في السراج: قيل إنه ورق الكتابة، وقيل ورق الشجر وأيهما كان فإنه مكروه اهـ . وأقره في البحر وغيره.........وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم........... .....ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً، وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوّم.

(۱/۵۵۲، باب الأنجاس، مطلب: إذا دخل المستنجي في ماء قليل، البحرالرائق : ۱/۴۸۰)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولا يستنجى بكاغد وإن كانت بيضاء كذا في المضمرات.

(۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء) (فتاوى رحيميه: ۱/۵۲،۵۴، أحسن الفتاوى: ۲/۱۰۸، فتاوى حقانيه: ۲/ ۵۱۰، اسلامى فقه: ۱/۱۵۳)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **رد المحتار** " : يقال باب مضبب أي مشدود بالضباب وهي الحديدة العريضة التي يضبب بها =

کے ہیں، ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کئے جاسکتے ہیں، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کئے جاسکتے ہیں، تو اول کا حکم عضوِ اصلی کی طرح ہوگا، یعنی ان کو نکالا نہیں جائے گا، اور ثانی کا حکم یہ ہوگا کہ ان کو وضو کے وقت نکالا جائے گا جب کہ وہ اعضاءِ وضو سے متعلق ہوں، اور غسل میں مطلقاً نکالا جائے گا۔(۱)

پلاسٹر پر وضو اور غسل میں مسح کافی ہوگا

مسئلہ (۵۳) : ہاتھ یا پیر میں پلاسٹر (Plaster) ہو تو وضو اور غسل میں اس پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔(۲)

نقلی چوٹی کا استعمال اور وضو و غسل میں اس کا حکم

مسئلہ (۵٤) : نقلی چوٹی کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہے، اگر کوئی عورت نقلی چوٹی استعمال کرتی

= وضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها اهـ.

(۴۹۶/۹، الحظر والإباحة، أحسن الفتاوی: ۳۲/۲، فتاویٰ حقانیہ: ۵۲۲/۲، فتاویٰ عثماني: ۲٤۵/۱، فتاوی محمودیه: ۸٤/۵، جدید فقہی مسائل: ۸۷/۱، أحسن الفتاوی: ۳۲/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : قال الحصكفي : وكذا الإناء المضبب بذهب أوفضة."درمختار".....قوله : (وكذا الإناء المضبب) أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال باب مضبب: أي مشدود بالضباب، وهي الحديدة العريضة التي يضبب بها وضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها. (۴۹۶/۹، الحظر والإباحة، منتخبات نظام الفتاوی: ٤۲/۱، جدید فقہی مسائل: ۸۸/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : ويجوز المسح على الجبائر وإن شدها على غير وضوء لأنه عليه السلام فعل =

ہے، اور وضو میں صرف اسی پر مسح کرتی ہے تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر اس کے علاوہ چوتھائی سر کا مسح کرے تو وضو درست ہوگا، اور اگر غسل میں بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جاتا ہو تو اس کو نکالے بغیر غسل درست ہے۔(۱)

= ذلك وأمر علياً به. ولأن الحرج فيه فوق الحرج في نزع الخف فكان أولى بشرع المسح.

(۱/٤٤ـ٤٦، باب المسح على الخفين)

ما في " **فتح القدير** " : (ويجوز المسح على الجبائر) قال قاضيخان: هذا إذا كان يضره المسح على الجراحة......اهـ. (۱/۱٥۹ـ۱٦۱)

ما في "**نصب الراية للزيلعي** " : فرواه ابن ماجة في سننه من حديث عمرو بن خالد عن زيد بن علي عن أبيه عن جده الحسين بن علي أبي طالبؓ قال: " **انكسرت إحدى زندي، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فأمرني أن أمسح على الجبائر**". (۱/۲٤٦،۲٤٧)

ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والبدائع** " : قال في البدائع: إن كان المسح على عين الجراحة لا يضر بها لا يجوز المسح إلا على عين الجراحة.

(ص۷۷ ، بدائع الصنائع:۱/۱٥۱، فصل في بيان ما ينقض المسح، منتخبات نظام الفتاوى: ۱/٤۳، احسن الفتاوی: ۲/٦۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مشكوة المصابيح** " : " **لعن الله الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة** ". متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح:ص ۳۸۱)

ما في "**الهداية والفتاوى الهندية** " : وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر، لقوله عليه السلام لأم سلمة رضي الله عنها يكفيك إذا بلغ الماء أصول شعرك وليس عليها بل ذوائبها هو الصحيح . (۱/۱٤، فصل في الغسل، الفتاوى الهندية:۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل) =

ناپاک چیز ملا کر بنائے گئے کریم کا استعمال اور وضو میں اس کا حکم

مسئلہ (**۵۵**) : وہ مرہم (Antiseptic,Cream) جس کے بنانے میں کتے کی زبان استعمال ہوتی ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی سخت ضرورت کی بنا پر اسے لگا لیا تو بوقتِ وضو اس کو دھو کر زائل کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

کافروں کے برتن دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں

مسئلہ (**۵٦**) : کافروں کے برتن دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں، حضرت ثعلبہ الخشنی سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم جس علاقہ میں رہتے ہیں وہ اہلِ کتاب کا علاقہ ہے، ہم ان کی ہانڈیوں میں کھانا پکاتے ہیں اوران کے برتنوں میں پانی پیتے ہیں،

= ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**" : ولا يفترض المضفور من شعر المرأة إن سرى الماء في أصوله اتفاقاً لحديث أم سلمة أنها قالت: يارسول الله! إني امرأة أشد ضفر رأسي افأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات من ماء ثم تفيضي على سائر جسدك الماء فتطهرين، وأما إن كان شعرها ملبداً أو غزيراً فلا بد من نقضه ولا يفترض إيصال الماء إلى اثناء ذوائبها على الصحيح .(ص٥٦) (فتاوی حقانیه: ۲/٥٣٦، اسلامی فقه: ۱/۱۷۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**بداية المجتهد**" : **وسبب الخلاف** : هل جميع أجزاء الحيوان تابعة للّحم في الحلية والحرمة ، أم ليست بتابعة للّحم ؟ فمن قال إنها تابعة للّحم قال : إذا لم تعمل الذكاة في اللحم لم تعمل فيما سواه ، ومن رأى أنها ليست بتابعة قال : وإن لم تعمل في اللحم فإنها تعمل في سائر أجزاء الحيوان.

(۲/۲٥٤، كتاب الذبائح ، الباب الأول : في معرفة محل الذبح والنحر، المسئلة الثانية ، المكتبة المدنية بديوبند، منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۲٤، احسن الفتاوی: ۱/۹۱)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دوسرے برتن نہ پاؤ، تو ان کو خوب اچھی طرح پانی سے دھولو۔(۱)

نجاست ملی ہوئی صابون پاک ہے

مسئله (۵۷) : جس صابون میں نجاست ملی ہو احناف کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے، البتہ حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے، اور شوافع کے یہاں جواز وعدم جواز دونوں قول ملتے ہیں۔(۲)

پیٹرول وغیرہ کے ذریعہ وضو یا غسل یا کپڑے دھونا

مسئله (۵۸) : پیٹرول یا اس جیسی چیز کے ذریعہ احناف کے نزدیک کپڑے وغیرہ دھونا تو جائز

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : عن أبي ثعلبة الخشني أنه قال: يا رسول الله! إنا بأرض أهل الكتاب، فنطبخ في قدورهم ونشرب في آنيتهم؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء** ". (۲/۲، كتاب الاطعمة، باب ما جاء فی الا كل فی آنية الكفار رقم الحديث:۱۷۹۷)

ما في " **تحفة الأحوذي** " : قال الخطابی: والأصل في هذا: أنه إذا كان معلوماً من حال المشركين أنهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنيتهم الخمر؛ فإنه لا يجوز استعمالها إلا بعد الغسل والتنظيف. (۵۲۲/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : قال الحصكفي: (و) يطهر (زيت) تنجس (بجعله صابوناً) به يفتى للبلوى ."درمختار"........ قال ابن عابدين: ثم هذه المسئلة قد فرّعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشائخ خلافاً لأبي يوسفؒ كما في شرح المنية والفتح وغيرهما۔ وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوى اهـ. (۵۱۹/۱، باب الأنجاس، فتاوى حقانيه: ۲۷۹/۲، جديد فقهى مسائل: ۱۱۵/۱)

ہے لیکن وضواور غسل جائز نہیں۔(۱)

واشنگ مشین میں پاک وناپاک کپڑے دھونے کا طریقہ

مسئلہ(۵۹) واشنگ مشین(Washing Machine)میں دھوئے جانے والے کپڑے پاک اورناپاک دونوں طرح کے ہوتے ہیں، لہذا ان کے دھونے کے دوطریقے ہیں، ایک یہ کہ جن کپڑوں کے بارے میں یقین ہے کہ یہ پاک ہیں انہیں پہلے دھولیا جائے، اوراس کے بعد ناپاک اورمشکوک کپڑوں کو دھولیا جائے، دوسراطریقہ یہ ہے کہ سب ایک ساتھ دھولئے جائیں، اور

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الهداية**": ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد ونحو ذلك مما إذا أعصر انعصر وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى.

(۱/ ۵٤، باب الأنجاس وتطهيرها)

ما في "**النتف في الفتاوى**": فكل نجاسة تصيب النفس أو الثوب، فإزالتها تجوز بثلاثة أشياء: بالماء المطلق، وبالماء المقيد، وبالمائعات من الطعام والشراب مثل اللبن والخل والرُّب والدهن وأشباهها إلا أنها مكروهة لما فيها من الإسراف وهو قول أبي حنيفة ومحمد وأبي عبد الله۔ وفي قول أبي يوسف إزالة النجاسة من الثوب بهذه (الأشياء) جائزة فأما من البدن فلا يجوز إلا بالماء المطلق.

(ص۲۵، أنواع من الطهارة۔ فتاوی محمودیه:۲٤۷/۵، کراچی)

ما في "**الهداية**": ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها كالخل وماء الورد، ولا يجوز التوضي بماء الفواكه ولا بما أعتصر من الشجر. (۱/ ۵٤، باب الأنجاس وتطهيرها)

ما في "**خلاصة الفتاوى**": ولا يتوضأ بشيء من الأشربة.

(۱/۹، جدید فقهی مسائل: ۱/ ۸٦، فتاوی محمودیه :۲٤٦/۵)

کھنگالتے وقت تمام کپڑوں کو تین بار پانی میں ڈال کر نچوڑ لیا جائے۔(۱)

قرآن کی کیسٹ یا سی ڈی کو بلا وضو چھونا جائز ہے

مسئلہ (۶۰) : جس کیسٹ یا سی ڈی میں کلام پاک ٹیپ کیا گیا ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، کیوں کہ کیسٹ یا سی ڈی میں ایسے نقوش مکتوب نہیں ہوتے جنہیں ہم پڑھ سکیں، بلکہ محض آواز محبوس (روکی ہوئی) ہوتی ہے۔(۲)

قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور کتب حدیث وفقہ بلا وضو چھونا مکروہ ہے

مسئلہ(۶۱) : قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر خواہ (اردو، فارسی، انگریزی) کسی بھی زبان میں ہو، اسی طرح کتبِ احادیث وکتبِ فقہیہ کو بلا وضو چھونا مکروہ ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** ": ويطهر محل النجاسة (غير المرئية بغسلها ثلاثاً) وجوباً....... (والعصر كل مرة) تقريراً لغلبة الظن في استخراجها في ظاهر الرواية۔"مراقي الفلاح"۔قال العلامة الطحطاوي: (تقريراً لغلبة الظن) أي بالغسل ثلاثاً والعصر كذلك لكنه ليس بتقدير لازم عندنا.(ص۸۷ ، باب الأنجاس،حلبي كبيري: ص۱۸۳، باب الأنجاس، فتاوى حقانيه: ۵۸۲/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **كشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوي** " : أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب في المصاحف، المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعاً في قول عامة العلماء .(۶۷/۱، جدید فقهى مسائل:۱۰۱/۱، اسلامی فقه:۱۲۷/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**حلبي كبير**" : ويكره أيضاً للمحدث ونحوه مس تفسير القرآن وكتب الفقه وكذا كتب السنن لأنها لا تخلوا عن آيات..........وفي الخلاصة: وكذا كتب الأحاديث والفقه عندهما. (ص۵۹) =

حالتِ جنابت میں قرآن کی کمپوزنگ جائز نہیں

مسئلہ (۶۲): حالتِ جنابت میں قرآن کی کمپوزنگ بالکل جائز نہیں، البتہ بلا وضو کمپوزنگ کو اکثر فقہاء جائز قرار دیتے ہیں، لیکن باوضو ہونا بہتر اور احتیاطی عمل ہے۔(۱)

پمپنگ سیٹ کے ذریعہ کنویں کا ناپاک پانی نکالنا

مسئلہ (۶۳): بعض صورتوں میں ناپاکی وغیرہ کے گر جانے پر کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، اس لئے پمپنگ سیٹ (Pumping,set) کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ زیادہ آسان اور بہتر ہے، کیوں کہ مقصود پانی نکالنا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریق سے ہو۔(۲)

= ما في "**الفتاوى الهندية**" : ولو كان القرآن مكتوباً بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة و كذا عندهما على الصحيح هكذا في الخلاصة.

(۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، جديد فقهى مسائل: ۱۰۵/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**" : والجنب لا يكتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولا يضع يده عليها وإن كانت ما دون الآية۔ وقال محمدؒ: أحب إلي أن لا يكتب وبه أخذ مشائخ بخارىٰ هكذا في الذخيرة. (۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، فتاوى حقانيه: ۵۶۶/۲، جديد فقهى مسائل: ۱۰۲/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **نور الإيضاح** " : تنزح البئر الصغيرة بوقوع نجاسة وإن قلت من غير الأرواث.

(ص۲۸، فصل في مسائل الآبار)

ما في "**الفتاوى الهندية والهداية**" : إذا وقعت في البئر نجاسة نزحت و كان نزح ما فيها من الماء طهارة لها بإجماع السلف رحمهم الله كذا في الهداية. (۱۹/۱، الباب الثالث في المياه، الفصل الأول فيما يجوز به التوضؤ وهو ثلاثة أنواع ، الهداية : ۲٤/۱، فصل في البير، جديد فقهى مسائل: ۱۱۲/۱)

باب التیمم

ٹرین میں تیمّم سے نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

مسئلہ (٦٤) : ٹرین میں تیمّم سے نماز کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:(۱) ریل گاڑی کے دوسرے ڈبے میں بھی پانی نہ ہو۔(۲) کم از کم ایک میل یا اس سے کچھ دور کہیں پانی کے وجود کا علم نہ ہو۔(۳) ریل گاڑی کے تختہ پر اتنی مقدار میں غبار ہو کہ بخوبی ہاتھ کو لگے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى: ﴿**وإن كنتم مرضٰى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط أو لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيداً طيباً**﴾. (سورة النساء:٤٣)

ما في " **سنن الدار قطني ومجمع الزوائد** " : لقوله عليه السلام : " **الصعيد الطيب وَضوء المسلم ، وإن لم يجد الماء عشر سنين**".

(١٩٦/١، رقم الحديث:٧١١، باب في جواز التيمم لمن لم يجد الماء سنين كثيرة، مجمع الزوائد: ٣٦٤/١، رقم الحديث: ١٤٠٨، باب في التيمم)

ما في "**الدر المختار مع رد المحتار** " : (من عجز)........(عن استعمال الماء) المطلق الكافي لطهارته لصلاة تفوت إلى خلف (لبعده) ولو مقيماً في المصر (ميلاً) أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً......... (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك، أو لم يجد من يوضيه .... (أو برد) يهلك الجنب ....(أو خوف عدو) كحية أو نار على نفسه ولو من فاسق أو حبس غريم أو ماله ولو أمانة . ثم إن نشأ الخوف بسبب وعيد عبد أعاد الصلاة، وإلا لا، لأنه سماوي (أو عطش)......... (أو عدم آلة) طاهرة........(تيمم) لهذه الأعذار كلها. "در مختار".

قوله : (ثم إن نشأ الخوف الخ) اعلم أن المانع من الوضوء إن كان من قبل العباد : كأسير منعه الكفار من

....

....

....

الوضوء، ومحبوس في السجن، ومن قيل له: إن توضأت قتلتك جاز له التيمم ويعيد الصلوة إذا زال المانع، كذا في الدرر والوقاية، أي وأما إذا كان من قبل الله تعالى كالمرض فلا يعيد .

(۱/۳۹٥ـ٤٠١، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في ''**التصحيح والترجيح على مختصر القدوري**'' : ومن لم يجد الماء وهو مسافر أو كان خارج المصر بينه وبين المصر نحو الميل أو أكثر، أو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه، أو خاف الجنب إن اغتسل بالماء يقتله البرد أو يمرضه، فإنه يتيمم بالصعيد.

(ص١٤٥، باب التيمم، وكذا في النهر الفائق :١/٩٧، باب التيمم ، الفتاوى الولوالجية :١/٦٩، الفصل السابع في التيمم، نصب الراية :١/٢٠٢، باب التيمم ، بدائع الصنائع : ٣/٣١٥، فصل في بيان شرائط أركان)

ما في '' **مجمع الزوائد** '' : عن عائشة قالت: ''**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا وقع بعض أهله فكسل أن يقوم ضرب يده على الحائط فيتيمم**''.

(۱/۳٦۸، باب التيمم على الجدار، رقم الحديث:١٤٢٧)

ما في ''**الهداية والبدائع**'' : وكذا يجوز بالغبار مع القدرة على الصعيد عند أبي حنيفة ومحمد لأنه تراب رقيق.

(۱/۳٤،كتاب الطهارة، باب التيمم ،بدائع الصنائع :١/٣٤٠/٣٤١،كتاب الطهارة، فصل فيما يتيمم به)

ما في '' **رد المحتار والتبيين والتاتارخانية**'' : ولو أن الحنطة أو الشئ الذي لا يجوز عليه التيمم إذا كان عليه التراب فضرب يده عليه وتيمم إن كان يستبين بمده عليه جاز وإلا فلا.

(۱/٤٠٦، باب التيمم ، تبيين الحقائق :١/١٢٣، باب التيمم ، الفتاوى التاتارخانية :١/١٤٤، الفصل الخامس في التيمم ، نوع آخر فيما يجوز به التيمم، احسن الفتاوى: ٢/٥٥)

پہاڑی کوئلہ کی راکھ پر تیمّم صحیح اور درست ہے

مسئلہ (٦٥): پہاڑی کوئلہ جو کان سے نکالا جاتا ہے حکماً پتھر ہے، اس لئے یہ جنسِ ارض میں شمار ہوگا، لہذا اس پر اور اس کی راکھ پر تیمّم کرنا صحیح اور درست ہے، اور جو کوئلہ لکڑی کو جلا کر حاصل ہوتا ہے، اس پر جنسِ ارض کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، اس لئے اس پر اور اس کی راکھ پر تیمّم کرنا صحیح نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (فلا يجوز) بلؤلو ولو مسحوقاً لتولده من حيوان البحر، ولا بمرجان لشبهه للنبات لكونه أشجاراً نابتةً في قعر البحرعلى ما حرره المصنف، ولا (بمنطبع) كفضة وزجاج (ومترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فيجوز كحجر مدقوق أومغسول ."درمختار". قوله : (ومترمد) أي ما يحترق بالنار فيصير رماداً .بحر.(١/٤٠٥،٤٠٦ ، باب التيمم)

ما في "**حلبي كبير والبحر الرائق**" : ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الأرض، وهو ما يلين بالنار أو يترمد كالذهب والفضة والحديد والرصاص والصفر والنحاس ونحوها مما ينطبع ويلين بالنار و كالحنطة وسائر الحبوب والأطعمة من الفواكه وغيرها وأنواع النباتات مما يترمد بالنار إذا لم يكن عليها غبار.(ص٧٦، البحرالرائق:١/٣٢١، جديد فقهی مسائل:١/١١٢)

کتاب الصلوة

(نماز کا بیان)

چلتی، یارکی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ(٦٦) : (**الف**) ٹرین اگر کسی جگہ رکی ہوئی ہوتو اس میں نماز پڑھنا درست ہے، اور ایسی صورت میں اس میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا واجب ہوگا، کیوں کہ یہ زمین کے حکم میں ہے(۱)۔
(**ب**) لیکن اگر ٹرین اتنی دیر تک رکتی ہے کہ مسافر باہر نکل کر نماز پڑھ سکتا ہے، تو ٹرین کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا بہتر ہے، لیکن اگر ٹرین میں نماز پڑھ لیتا ہے تب بھی اس کی نماز ہوجائے گی (۲)۔
(**ج**) اور اگر ٹرین چل رہی ہو اور اس میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے سر چکرانے لگتا ہو، یا اور کوئی عذر ہو جو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے مانع ہو، تو ایسی حالت میں اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے (۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " :وأجمعوا أن السفينة إذا كانت مربوطة في الشط أنه لا تجوز الصلوٰة فيها قاعداً، وفي الطحاوي: المربوط كالشط......ولكن الأصح أنه لا تجوز الصلوة فيه إلا قائماً في قولهم . (٥٢٨/١)

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : قال محمد : وإذا استطاع الرجل الخروج من السفينة للصلوة فأحب له أن يخرج وصلى على الأرض، وإن صلى فيها جاز.(٥٢٨/١)

(۳) ما في " **رد المحتار**" : (صلى الفرض في فلك) جار (قاعداً بلا عذر صح) لغلبة العجز وقالا : لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر."درمختار".(٥٧٢/٢)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وأجمعوا أنه إذا كان بحيث لو قام يدور رأسه يجوز فيها قاعداً...... منهم من قال على قول أبي حنيفة: إنما يصلي قاعداً إذا كانت جارية وأما إذا كانت ساكنة لم تجز الصلوة فيها قاعداً. (٥٢٨/١)=

دورانِ نماز گھڑی پر نظر کرنا مکروہ ہے

مسئلہ(۶۷): دورانِ نماز گھڑی دیکھنے اور سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر یہ عمل مکروہ ہے، کیوں کہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو اعمالِ نماز میں داخل نہیں، لیکن اگر بلا قصد گھڑی پر نظر پڑ جائے اور ٹائم سمجھ میں آجائے تو مکروہ نہیں ہے۔(۱)

جس چیز پر ناک اور پیشانی نہ ٹکے اس پر سجدہ درست نہیں

مسئلہ(۶۸): ہر ایسی چیز پر سجدہ کرنا جائز ہوگا جس پر ناک اور پیشانی لگ جائیں، اگر کسی ایسی چیز پر سجدہ کیا جس پر ناک اور پیشانی نہ ٹک سکیں تو سجدہ جائز نہ ہوگا، اور جب سجدہ نہ ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی، روئی کے گدے پر یہ دونوں چیزیں ٹک جاتی ہیں لہذا اس پر سجدہ کرنا جائز ہوگا۔(۲)

= ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وقد ذكر الحسن بن زياد في كتابه باسناده عن سويد بن غفلة قال: سألت أبا بكر وعمر رضي الله عنهما عن الصلوة في السفينة فقالا: إن كانت جارية يصلي قاعداً، وإن كانت ساكنة يصلي قائماً. (۵۲۹/۱، جدید فقهی مسائل:۱۶۹/۳۲/۱، فتاوی عثمانی: ۴۰۱/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : قال الحصكفي: (ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه ولو مستفهماً وإن كره ـ"درمختار"ـ قوله : (وإن كره) أي لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلوة، وأما لو وقع عليه نظره بلا قصد وفهمه فلا يكره.

(رد المحتار:۳۹۸،۳۹۷/۲، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله تعالى جدك بدون ألف لا تفسد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص۱۸۷، جدید فقهی مسائل:۱۳۸/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار** " : وشرطُ سجودٍ فالقرار لجبهةٍ وقُربُ قعودٍ حدُّ فصلٍ محرَّرُ

."درمختار". قوله : (لجبهةٍ) أي يفترض أن يسجد على ما يجد حجمه، بحيث إن الساجد لو بالغ لا يتسفل =

باب الأذان

(اذان کا بیان)

بہت ساری اذانیں ایک ساتھ ہوں تو کس کا جواب دیں؟

مسئلہ(۶۹): اگر کوئی شخص کئی مسجدوں کی اذانیں سنے، اگر اذانیں یکے بعد دیگرے ہوں تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، خواہ وہ کسی بھی مسجد کی ہو، اور اگر اذانیں ایک ساتھ ہوں تو صرف اپنی مسجد کی اذان کا جواب دے۔(۱)

ٹیپ ریکارڈ سے اذان وامامت درست نہیں

مسئلہ(۷۰): ٹیپ ریکارڈ(Tape Record) سے نہ اذان درست ہے اور نہ امامت، اس لیے کہ مؤذن اور امام وہی ہوسکتا ہے جو ناطق ہو اور قوتِ گویائی رکھتا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ چیز مفقود ہے، نیز اذان وامامت کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے اعلیٰ درجہ کا متقی وپرہیزگار عالم، عامل، عاقل، اخلاقِ حمیدہ سے متصف، حسنِ قرأت سے اچھی طرح واقف، صحیح العقیدہ، تندرست وجیہ الصوت، نماز کے مسائل کا جاننے والا، اور ظاہری عیوب سے پاک ہونا چاہئے، اور مذکورہ

= رأسه أبلغ مما كان عليه حال الوضع، فلا يصح على نحو الأرز والذرة ، إلا أن يكون في نحو جوالق، ولا على نحو القطن والثلج والفرش إلا إن وجد حجم الأرض بكبسه.

(رد المحتار:۲/۱۴۳،۱۴۴، جدید فقهی مسائل:۱/۱۳۲، فتاوی حقانیه:۳/۸۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار**" : وفي التاترخانية : إنما يجيب أذان مسجده .وسئل ظهير الدين عمن سمعه في آن من جهاتٍ ماذا يجب عليه ؟ قال : إجابة أذان مسجده بالفعل ."در مختار" . قوله : (قال إجابة أذان مسجده بالفعل) قال في الفتح : وهذا ليس مما نحن فيه، إذ مقصود السائل، أي مؤذن يجيب باللسان استحباباً أو وجوباً . والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره . فإن سمعهم معاً أجاب معتبراً كون إجابته لمؤذن مسجده ، ولو لم يعتبر ذلك جاز.

(رد المحتار:۲/۷۰،۷۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، جديد فقهى مسائل: ۱/۱۳۳، احسن الفتاوى:۲/۲۹۲)

چیزوں میں سے ایک چیز بھی ٹیپ ریکارڈ میں نہیں پائی جاتی ہے، لہذا ٹیپ ریکارڈ سے نہ اذان، درست ہے نہ امامت۔(۱)

باب الجمعة

شہراور دیہات میں جمعہ

مسئلہ(۷۱): شہروں میں جمعہ صحیح ہے دیہاتوں میں نہیں (۲)، البتہ جن دیہاتوں میں پہلے سے نمازِ جمعہ ہوتی ہے وہاں بند نہ کیجائے، کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے(۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البدائع** " :وأما أذان الصبي الذي لا يعقل فلا يجزئ، ويعاد؛ لأن ما يصدر لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور۔ ومنها: أن يكون عاقلاً، فيكره أذان المجنون والسكران الذى لا يعقل، لأن الأذان ذكر معظمٌ، وتأذينهما ترك لتعظيمه. (۶۴۶/۱، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن)

ما في " **البدائع** " : وأما بيان من هو أحق للإمامة وأولى بها فالحر أولى بالإمامة من العبد، والتقي أولى من الفاسق، والبصير أولى من الأعمى، وولد الرشدة أولى من ولد الزنا .... ثم أفضل هؤلاء أعلمهم بالسنة ، وأفضلهم ورعاً ، وأقرؤهم لكتاب الله تعالى، وأكبرهم سنّاً، ولا شك أن هذه الخصال إذا اجتمعت في إنسان. كان هو أولى؛ لما بينّا أن بناء أمر الإمامة على الفضيلة والكمال.

(۹۶۹/۱، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة، جديد فقهى مسائل:۱۳۶/۱، خير الفتاوى:۲۲۵/۲، فتاوى حقانيه:۵۹/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البدائع** " : وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات : المصر الجامع ، والسلطان ، والخطبة ، والجماعة ، والوقت.(۱۸۸/۲)

وما في " **رد المحتار** " : وفي القنية : صلوة العيد في القرى تكره تحريما۔ "درمختار"۔ قوله : (صلاة العيد) ومثله الجمعة. (۴۶/۳ ، باب العيدين)

(۳) ما في "**رد المحتار مع الدر المختار**":واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني: أن كسالى =

شہر کی تعریف: جمعہ کے مسئلہ میں شہر سے مراد ایسی بستی ہے جہاں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہوں، تھانہ یا تحصیل اور ڈاکخانہ ہو، کوئی عالم یعنی مسائلِ ضروریہ بتانے والا اور کوئی معالج موجود ہو(۱)۔

باب الإمامة

(امامت کا بیان)

نس بندی کرانے والے شخص کی امامت

مسئلہ(۷۲): جس شخص نے مجبوراً نس بندی کروائی ہو تو اس کی نماز بلا کراہت درست ہے، اور اگر برضا ورغبت کروائی ہو تو جب تک توبہ نہ کرلے اس کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہوگی۔(۲)

= العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون، لأنهم إذا منعوا تركوها وأداؤها مع تجويز أهل الحديث لهما أولى من تركها أصلاً. (۵۲/۳، باب العيدين)

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والبحر والبدائع** ": (المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوى أكثر الفقهاء." درمختار"........... قال الشامي: عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث. (۵/۳،٦ ، باب الجمعة ، البحر الرائق : ۲۴/۲، بدائع الصنائع : ۱۸۹/۲، كفايت المفتي : ۲۴۹/۳، فتاوى دار العلوم : ۱۰۲/۵، جديد فقهى مسائل: ۱۶٦/۱، كتاب الفتاوى: ۳٦/۳، فتاوى حقانيه: ۳۸۱/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** ": ويكره استخدام الخصيان لأن الرغبة في استخدامهم حث على هذا الصنع ومثله محرمة. (الهداية : ۴۷۴/۴، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : قال الحصكفي: (ويكره) تنزيهاً (إمامة عبد) وفاسق وأعمى اهـ. قوله : (وفاسق) من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (۲۹۸/۲، باب الإمامة، جديد فقهى مسائل: ۱۳۷/۱)

فصل فی سجدة التلاوة

(سجدہ تلاوت کا بیان)

ٹی وی پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷۳): اگر ٹی وی (T.V) پر پروگرام براہِ راست (Telecast) نشر کیا جائے تو اس کے ذریعہ آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

اور اگر پہلے ویڈیو ریکارڈ (Video,Ricord) کیا جائے، پھر نشر کیا جائے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔(۱)

آیتِ سجدہ ٹائپ یا کمپوز کرنے سے سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷۴): آیتِ سجدہ ٹائپ کرنے والے (Type-Writer) پر، اسی طرح کمپوزنگ کرنے والے (Composer) پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، مگر یہ کہ وہ آیتِ سجدہ زبان سے پڑھے تو اس صورت میں سجدۂ تلاوت لازم ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (يجب بـ) سبب (تلاوة آية)........... (بشرط سماعها فـالسبب التلاوة والسماع وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي. "درمختار". (۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة)

ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار..... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة .(۱/۱۳۲، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة۔ رد المحتار:۲/۵۸۳، باب سجود التلاوة، فتاوی حقانيه:۳/۳۳۸، احسن الفتاوی: ۲/۶۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق ورد المحتار ونصب الراية** " : وفي إضافة السجود إلى التلاوة إشارة إلى أنه =

ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷۵): ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، البتہ اگر قاری براہِ راست ریڈیو پر آیتِ سجدہ کو تلاوت کرے تو سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔(۱)

باب صلاة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

جس راہ سے سفر کیا جائے اسی راہ کا اعتبار ہوگا

مسئلہ(۷۶): اگر کسی مقام کی مسافت، ریل اور بس سے سفر کرنے میں مختلف ہو، یعنی بس کے ذریعہ مسافتِ شرعی، جس کے متعلق ہمارے اکابر کا اختلاف ہے، کہ بعض نے ۴۸ / میل شرعی = ۸۷ / کلومیٹر ۸۲ / میٹر ۴۰ / سینٹی میٹر کہا ہے، اور بعض نے ۴۸ / میل انگریزی = ۷۷ / کلومیٹر ۲۴۸ / میٹر ۵۱ / سینٹی میٹر، ۲ / ملی لیٹر، یعنی تقریباً سوا ستہتر (77.1/4-K.M.) کلومیٹر کہا ہے، سے کم ہو، اور ریل

= کتبها أو تهجأها لا یجب علیه السجود.(۲/۲۰۹، رد المحتار:۲/۵۷۵، نصب الرایة:۲/۱۷۸)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": (یجب بـ) سبب (تلاوة آیة) .... (بشرط سماعها) فالسبب التلاوة والسماع وإن لم یوجد السماع ،کتلاوة الأصم ، والسماع شرط في حق غیر التالي. "درمختار".

(۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة، جدید فقهی مسائل:۱/۱۷۱، فتاوی حقانیه:۳/۳۴۴)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوی الهندیة ورد المحتار**" : ولا تجب إذا سمعها من طیر هو المختار .... وإن سمعها من الصدی لا تجب علیه.(۱/۱۳۲، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، رد المحتار:۲/۵۸۳، باب سجود التلاوة)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": (یجب بـ) سبب (تلاوة آیة).......... (بشرط سماعها) فالسبب التلاوة والسماع وإن لم یوجد السماع، کتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غیر التالي."درمختار".

(۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة، جدید فقهی مسائل:۱/۱۷۰، فتاوی حقانیه: ۳/۳۳۸)

کے ذریعہ مسافت شرعی کی بقدر یا اس سے زائد ہو، یا اس کے برعکس ہو، تو جس راہ سے سفر کیا جائے گا قصر واتمام میں اسی کا اعتبار ہوگا۔(۱)

سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

مسئلہ(۷۷): (الف) اگر کسی شخص کا سسرال اس کے وطن سے مسافتِ شرعی کی بقدر دور نہ ہو، تو وہ نماز میں اتمام یعنی پوری نماز پڑھیگا(۲)۔

(ب) اگر سسرال مسافتِ شرعی کی دوری پر ہو، اور بیوی بچوں کے ساتھ وہاں قیام پذیر نہ ہوتو یہ اس کا وطنِ اقامت ہوگا، پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے، ورنہ قصر کرے (یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھے)، بشرطیکہ مقیم امام کی اقتدا نہ کی ہو، ورنہ مقیم امام کی متابعت کی وجہ سے نماز پوری پڑھنی ہوگی (۳)۔

نوٹ: سفرِ شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸ر میل ہے، اگر اس سے (یعنی ۴۸ر میل سے) کم کا سفر ہوتو وہ شرعی سفر نہیں ہوگا۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : فإذا قصد بلدة وإلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافراً عندنا هكذا في فتاوى قاضي خان. (۱۳۸/۱)

ما في " **البحر الرائق** " : فالحاصل أن تعتبر المدة من أي طريق أخذ فيه. (۲۲۸/۲، ۲۲۹، جدید فقهی مسائل:۱۴۳/۱، فتاوی حقانیه: ۳۵۳/۳، احسن الفتاوی:۱۰۵/۴، ایضاح المسائل:۷۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولا بد للمسافر من مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين وإلا لا يترخص أبداً۔ (الفتاوى الهندية:۱۳۹/۱)

(۳) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : قال الحصكفي : (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو =

وطنِ اصلی سے تعلق باقی رکھتے ہوئے کسی اور مقام پر مستقل قیام کی صورت میں قصر واتمام کا حکم

مسئلہ(۷۸): کھانے پینے کی طرح رہائش انسان کی بنیادی ضرورت ہے فرمانِ خداوندی ہے: ﴿**واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا**﴾۔ اللہ نے تمہارے گھر تمہاری رہنے کی جگہ بنائی۔ (سورۃ النحل:۸۰) اسی لیے انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی رہائش کے لیے جس جگہ مکان بناتا ہے اور اس میں رہائش اختیار کرتا ہے اس کو فقہاء کرام اس کا وطنِ اصلی قرار دیتے ہیں، جس طرح وطنِ اصلی اور مستقل قیام گاہ انسان کی ضرورت ہے اسی طرح سفر اور نقل وحرکت بھی اسکی ضروت ہے، اس لیے شریعت نے سفر وحضر کے احکام الگ الگ رکھے ہیں۔ فقہاء عظام نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو سامنے رکھتے ہوئے وطن کی تین قسمیں بیان فرمائی ہے: ۱/ وطنِ اصلی۔ ۲/ وطنِ اقامت۔ ۳/ وطنِ سکنیٰ۔ وطنِ اصلی:......وہ جگہ ہے جہاں انسان کی پیدائش ہو، یا وہ شہر ہے جس میں اس نے شادی کی ہو۔

= تأهله أو توطنه ."در مختار"........... قـال الشامي: قوله: (أو تأهله) أي تزوجه، قال في شرح المنية: ولو تزوّج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيماً، وقيل يصير مقيماً؛ وهو الأوجه.(۲/۶۱٤)

ما في " **الـفتاوى الهندية وقاضيخان على هامش الهندية** " : ويبطل الوطن الأصلي إذا انتقل عن الأول بأهله وأما إذا لم تنتقل بأهله ولكنه أهلاً ببلدة أخرى فلا يبطل وطنه الأول ويتم فيها.

(۱/۱٤۲، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۷۲ ،الدر المختار مع رد المحتار:۲/۶۱٤)

ما في " **تـنـوير الأبصار مع الدر والرد** " : قـال التـمـرتـاشي: (من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيـرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوباً) ." تنوير". (رد المحتار:۲/۵۹۹ـ۶۰۳، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر)

ما في " **الهداية** ": وإن اقتدى المسافر بالمقيم فيصح في الوقت أتم أربعا.

(۱/۱٤۶، باب صلوة المسافر،جديد فقهى مسائل:۱/۱٤۳)

وطنِ اقامت:......وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔

وطنِ سکنیٰ:......وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔ (۱)

جائے ملازمت میں مستقل رہنے کا عزمِ مصمم کرنے سے وہ جگہ وطنِ اصلی شمار ہوگی

مسئلہ(۷۹): بعض لوگ ملازمت وغیرہ کیلئے اپنے وطنِ اصلی سے تعلق رکھتے ہوئے کسی اور جگہ اقامت اختیار کرلیتے ہیں، اور ان کا سال کا زیادہ تر حصہ اسی جائے قیام پر گزرتا ہے، عید، بقرعید ، یا طویل تعطیلات میں ہی وہ اپنے وطنِ اصلی جاتے ہیں، اگر اس طرح کے لوگ جائے ملازمت میں اپنا ذاتی مکان بنالیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوں، اور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزمِ مصمم کرلیں تو یہ جگہ ان کے لئے وطنِ اصلی ہے۔(۲)

جائے ملازمت میں کرایہ یا ادارہ کے مکان میں رہتا ہو تو وہ جگہ وطنِ اصلی شمار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ(۸۰): جن لوگوں نے جائے ملازمت میں ذاتی مکان نہ بنایا ہو، کرایہ کے مکان یا ادارہ وکمپنی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **تبيين الحقائق والهندية والبدائع** " : اعلم أن الأوطان ثلاثه: وطن أصلي وهو مولود إنسان أو البلدة التي تـأهل فيها – ووطن الإقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسه عشر يوماً فصاعداً– ووطن السكنى وهو المكان الذي ينوي أن يقيم فيه أقل من خمسة عشر يوماً.

(۵۱۷/۱، الفتاوى الهندية :۱۴۲/۱، بدائع الصنائع :۲۸۰/۱، فتاوى حقانيه: ۳۷۵/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق والبدائع**" : والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرىٰ اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها.

(۲۳۹/۲، بدائع الصنائع :۲۸۰/۱، خير الفتاوى: ۶۸۴/۲)

کی طرف سے دیئے گئے مکان میں اہل عیال کے ساتھ رہتے ہوں، اور مستقلاً رہنے کا عزم بھی ہو، نیز ان کی حالت وپوزیشن(Possession) کچھ ایسی ہو کہ اس عزم وارادہ کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ ان کیلئے وطنِ اصلی ہوگی، اور انہیں وہاں نمازیں پوری پڑھنی ہوگی۔(۱)

جائے ملازمت میں تنہا رہتا ہو تو وطنِ اصلی شمار ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۸۱): اگر کوئی آدمی جائے ملازمت میں تنہا رہ رہا ہو، بال بچے ساتھ نہ ہو اور مکان بھی ذاتی نہ ہو، اور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزمِ مصمم ہو اور اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ اس کے لیے وطنِ اصلی ہوگی، اور وہ وہاں نمازیں پوری پڑھے گا، جیسا کہ وطنِ اصلی کی اس تعریف سے مفہوم ہوتا ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه........ قوله : (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل. (۶۱۴/۲)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : والحاصل أن شروط الاتمام ستة: النية والمدة واستقلال الرأي وترك السير واتحاد الموضع وصلاحيته قهستاني ." در مختار" ...... قوله : (ستة) زاد في الحلية شرطاً آخر وهو أن لا تكون حالته منافية لعزيمته . قال: كما صرحوا به في مسائل۔: أي كمسئلة من دخل بلدةً لحاجة ومسئلة العسكر فافهم . (۶۰۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : هو موطن ولادته أو تأهله أوتوطنه."در مختار"...... .... قال في الشرح : (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل.

(۶۱۴/۲، خيرالفتاوى : ۶۷۵/۲)

وفيه أيضاً: قوله : (ستة) زاد في الحلية شرطاً آخر وهو أن لا تكون حالته منافية لعزيمته.

(رد المحتار على الدر المختار:۶۰۹/۲) =

لیکن اگر شخصِ مذکور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزم نہ رکھتا ہو، یا رکھتا ہو لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف ہو تو اس کیلئے یہ جگہ **وطنِ اقامت** ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت ہو تو نمازیں پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا۔(۱)

باب القبلة

(قبلہ کا بیان)

اوقاتِ نماز میں تقویم کی رعایت کرنا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۸۲): دورِ حاضر میں تقویم کی بنیاد علمِ فلکیات (Astronomy) پر ہوتی ہے، لہذا اوقاتِ نماز میں تقویم کی رعایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اگر دوسرے ذرائع سے وقت کا علم ہو جائے تو تقویم کو ترک کر دیا جائے گا۔(۲)

= (۱) ما في " **تبيين الحقائق** " : ووطن إقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوماً فصاعداً . (۵۱۷/۱)

ما في " **البحر الرائق** " : أما وطن الإقامة فهو الوطن الذي يقصد المسافر الإقامة فيه وهو صالح لها نصف شهر. (۲۳۹/۲)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار والبدائع** " : (ويبطل وطن الإقامة) يسمىٰ أيضا الوطن المستعار والحادث وهو ما خرج إليه بنية إقامة نصف شهر، سواء كان بينه وبين الأصلي مسيرة السفر أو لا.

(۶۱٤/۲، بدائع الصنائع : ۲۸۰/۱، خير الفتاوى: ۶۷۷/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : قال الشامي رحمه الله : فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب ، فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك.

(۱۱۲/۲، باب شروط الصلوة ، مبحث في استقبال القبلة، جديد فقهى مسائل: ۱۲۵/۱)

قبلہ نما آلہ کے ذریعہ تعیینِ قبلہ جائز ہے

مسئلہ(۸۳): قبلہ کی تعیین کرنا جائز ہے، شریعت نے جہت کی تعیین میں سہولت رکھی ہے کہ کسی بھی طرح انسان کو جہتِ قبلہ کا ظنِ غالب ہو تو وہ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھے، چونکہ قبلہ نما سے بھی ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے، لہذا اس کے ذریعہ تعیینِ قبلہ جائز ہے۔(۱)

ٹرین اور بس میں استقبالِ قبلہ کا حکم

مسئلہ(۸۴): ٹرین اور بس میں استقبالِ قبلہ ابتداءِ صلوۃ اور دورانِ صلوۃ دونوں میں بھی ضروری ہے، کیونکہ ان میں اگر انحراف عن القبلہ ہو جائے تو قبلہ درست کرنا ممکن ہوتا ہے، لہذا اگر نماز شروع کرتے وقت قبلہ ٹرین کے بائیں رخ پر ہو تو مصلی بائیں طرف رخ کر کے نماز پڑھے، اور اگر دائیں رخ پر ہو جائے تو اپنا رخ دائیں طرف کر لیں۔(۲)

ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا

مسئلہ(۸۵): ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ جس طرح کشتی میں نماز ہو جاتی ہے اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز ہو جائے گی۔(۳)

---

(۱) (رد المحتار : ۲/۱۱۲، باب شروط الصلوة ، مبحث في استقبال القبلة ، جدید فقهی مسائل : ۱/۱۲٦، فتاوی حقانیه: ۳/۷۷)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": (والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح يحركها شديداً فكالسائرة، وإلا فكالواقفة) ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح و كلما دارت."درمختار".

(۲/۵۷۳، باب صلوة المريض ، مطلب في الصلاة في السفينة، جديد فقهی مسائل:۱/۱۲۷، فتاوی حقانیه:۳/۷۸، احسن الفتاوی:٤/۸۸)

والحجة علی ما قلنا:

(۳) ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة** ":ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية ونحوها.

(۱/۲۰٦، جدید فقهی مسائل:۱/۱۲۹، احسن الفتاوی:٤/۸۹)

سمندری جہاز میں نماز کا حکم

مسئلہ(٨٦): سمندری جہاز (Steamer) میں نماز کے وہی احکام ہیں جو کشتی کے ہیں، اگر جہاز ساحل پر لنگر انداز ہو اور کھڑے ہوکر پڑھنا ممکن ہو تو کھڑے ہوکر پڑھے، ورنہ بیٹھ کر جب کہ نکلنا ممکن نہ ہو، اور اگر حالتِ قیام میں سر چکرائے تو بیٹھ کر ادا کرلے، اگر چلتے ہوئے جہاز میں قیام ممکن ہو تو کھڑے ہوکر پڑھے ورنہ بیٹھ کر ادا کریں، استقبالِ قبلہ ہر حال میں ضروری ہے۔

والحجة على ما قلنا:

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": صلى الفرض في فلك جار قاعداً بلا عذر صح لغلبة الحجز، وأساء وقالا لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر۔"برهان"۔ والمربوطة في الشط كالشط في الأصح، والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح يحركها شديداً فكالسائرة وإلا كالواقفة ، ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت ."درمختار"........قوله : (لغلبة العجز) أي لأن دوران الرأس فيها غالب والغالب كالمتحقق، فأقيم مقامه كالسفر أقيم مقام المشقة والنوم مقام الحدث. (٥٧٢/٢)

ما في " **فتح القدير** " : ومن صلى في السفينة قاعداً من غير علة أجزأه عند أبي حنيفة رحمه الله والقيام أفضل وقالا لا يجزئه إلا من عذر، لأن القيام مقدور عليه۔ فلا يترك إلا لعلة وله أن الغالب فيها دوران الرأس وهو كالمتحقق إلا أن القيام أفضل لأنه أبعد عن شبهة الخلاف في غير المربوطة والمربوطة كالشط وهو الصحيح.

(٤٦٢/١، باب صلوة المريض، جدید فقهی مسائل: ١٣٠/١، فتاوی حقانیه:٣٩٤/٣، احسن الفتاوی:٨٩/٤)

کتاب الزکوٰۃ

(زکوٰۃ کا بیان)

زکوٰۃ عبادت، طہارت، اور معاشرت میں مساوات کا اہم ترین ذریعہ ہے

لغت میں زکوۃ کے معنی ہے''پاک ہونا''، چونکہ زکوۃ مزکی کو گناہوں اور رذیلۂ بخل سے پاک کرتی ہے، اور زکوۃ کی ادائیگی سے مزکی کا بقیہ مال پاک ہوجاتا ہے، اس لیے زکوۃ کو زکوۃ کہتے ہیں (۱)۔

اصطلاحِ شرع میں زکوۃ کہتے ہیں'' خالص خدا کی خوشنودی اور رضا مندی کے لیے حکمِ شارع کے مطابق ایک مقررہ ومتعین مال کا کسی مستحق (فقیر، ضرورت مند) مسلمان کو مالک بنادینا''۔

بعض علماء نے یوں تعریف کی ہے'' مالِ مخصوص کی مقدارِ مخصوص کا شخصِ مخصوص کو مالک بنادینا محض باری تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر''زکوۃ کہلاتا ہے (۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ''**الدر المختار مع رد المحتار**'' : هي لغةً الطهارة والنماء .... والنماء أي الزيادة ، ولها معان آخر: البركة. (۳/ ۱۷۰)

ما في ''**القرآن الكريم**'' : قال الله تعالیٰ:﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾.

(سورة التوبة : ۱۰۳)

وقوله تعالیٰ : ﴿**يمحق الله الربوا ويربي الصدقات**﴾. (سورة البقرة:۲۷۶)

ما في ''**مشكاة المصابيح**'' : فقال صلى الله عليه وسلم : ''**إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم**''............ وقال : ''**إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس**''. (ص:۱۵٦ ـ ۱٦۱)

ما في ''**فتاوى النوازل**'' : فالمال ينمي بها من حيث لا يرى وهي مطهرة لمؤديها من الذنوب.

(ص:۱۳۳)

(۲) ما في ''**التنوير مع الدر والرد**'' : هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير......مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى.'' تنوير''. (رد المحتار:۳/ ۱۷۰ـ۱۷۳، الفتاوى الهندية:۱/ ۱۷۰، البحرالرائق:۲/ ۳۵۲، تبيين الحقائق:۲/ ۳، النهرالفائق :۱/ ٤۱۱)

زکوۃ عبادت ہے:

اسلام میں نماز کے بعد سب سے اہم فریضہ زکوۃ ہے،قرآن میں بیسیوں جگہ صلوۃ کے ساتھ زکوۃ کا تذکرہ ہے،اوراس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہیں(۱)،اورعدمِ ادائے زکوۃ پرسخت وعید آئی ہے(۲)۔

---

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالىٰ:﴿**وأقيموا الصلوة و اتوا الزكوة**﴾.(سورة البقرة :٤٣) . ﴿**والذين هم للزكوة فاعلون**﴾. (سورة المؤمنون :٤).﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾. (سورةالتوبة :١٠٣)

ما في " **الصحيح البخاري** " : وقال ابن عباس: حدثني أبوسفيان فذكر حديث النبي صلى الله عليه وسلم فقال:"يأمرنا بالصلوة والزكوة والصلة والعفاف". (١٨٧/١)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : عن أنس أن أبابكر كتب له هذا الكتاب لما وجهه إلى البحرين:" **بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين، والتي أمر الله بها رسوله، فمن سئلها من المسلمين فليعطها، ومن سئل فوقها فلا يعط.**

(ص: ١٥٨)

وما فيه أيضاً : " **إن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم**".

ما في " **اللمعات على هامش المشكاة** " : والصحيح أن وجوب الأصل في شرعية الزكوة والصدقة مراعاة الفقراء ومواساتهم ."لمعات". (مشكاة المصابيح : ص١٥٥)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : **فقال صلى الله عليه وسلم:" إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم**". (ص :١٥٦)

(٢) ما في "**القرآن الكريم** " : قال الله تعالى:﴿**والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب أليم**﴾. [سورة التوبة :٣٤]

ما في " **الصحيح البخاري** " :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اتاه الله مالاً فلم يؤده زكوته مثل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعني بشدقيه ثم يقول: أنا مالك أنا كنزك، ثم تلا:﴿**ولا يحسبن الذين يبخلون**﴾ الآية . (١٨٨/١، مشكوة : ١٥٥)

زکوۃ طہارت ہے:

زکوۃ حبِّ مال اور دولت پرستی جو کہ ایمان کش اور مہلک (روحانی بیماری) ہے، اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے، مال ودولت کی حیثیت انسانی معیشت میں خون کی طرح ہے، اگر گردشِ خون میں ذرہ برابر فتور آجائے تو انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، ایسے ہی اگر گردشِ دولت منصفانہ اور عادلانہ نہ ہوتو معاشرہ کی زندگی میں خطرہ لاحق ہوتا ہے۔اس خطرہ کے زوال کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے زکوۃ وصدقات کا نظام قائم کیا، نظامِ زکوۃ کے قیام کے بغیر انسانی معاشرہ اختلالِ زوال سے محفوظ نہیں رہ سکتا، قدرت نے زکوٰۃ کے ذریعے ان پھوڑے پھنسیوں کا علاج کیا جو بر بنائے انجمادِ دولت معاشرے کے جسم پر نکل آتی ہیں، اور پھر اس انجمادِ دولت کا مواد تعیش پسندی اور فضول خرچی کی شکل میں نکلتا ہے(۱)۔

---

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : قوله تعالى:﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾.

(التوبة :۱۰۳)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : فقال صلى الله عليه وسلم: إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم . (ص:۱۵٦)

ما في " **فتاوى النوازل** " : أن الزكوة تطهر نفس المؤدى عن انجاس الذنوب وتزكى أخلاقه بتخلق الجود والكرم وترك الشح والضن، اذا الانفس مجبولة على الضن بالمال، فتتعود السماحة وترتاض لأدائها الأمانات وإيصال الحقوق إلى مستحقيها . وقد تضمن ذلك كله ، قوله تعالى : ﴿**خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾. [التوبة :۱۰۳] .... فالمال ينمي بها من حيث لا يرى وهي مطهرة لمؤديها من الذنوب. (ص:۱۳۳)

زکوۃ ذریعۂ مساوات ہے:

اگر زکوۃ کا نظام برقرار رہے تو پریشان حال و بے سہارا بندگانِ خدا کی خدمت واعانت ہوتی ہے، نیز زکوۃ کی وجہ سے عدمِ ارتکازِ دولت یعنی دولت زیادہ سے زیادہ سیر وگردش میں رہتی ہے، اور معاشی خوشحالی برقرار رہتی ہے، علاوہ ازیں ساری دولت چند سرمایہ داروں کے ذخیرہ اندوزی سے محفوظ رہتی ہے ، اور سماج ومعاشرہ میں مساواتِ انسانی پروان چڑھتی ہے(۱)۔

زکوۃ اور ٹیکس میں فرق:

واضح رہے کہ ہمارے زمانہ میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو یہ کہتا ہے کہ زکوۃ کا جو نصاب اور شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی وہ ان کے اپنے دور کے مطابق تھی ، آج اسلامی حکومت جو بھی ٹیکس اس دور کے تقاضوں کے مطابق وصول کرتی ہے وہی زکوۃ ہے، گویا کہ انہوں نے زکوۃ اور ٹیکس کو ایک ہی قرار دیا، ان حضرات نے اسلام کے ایک نہایت اہم اور بنیادی رکن کو مشکوک بنانے کی ناکارہ کوشش کی ہے، حالانکہ زکوۃ اور ٹیکس کے مابین واضح فرق ہے۔(۲)

---

(۱) ما في " **اللمعات على هامش المشكاة** " : " إن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم وترد إلى فقرائهم" .... إن وجوب الأصل في شرعية الزكوة والصدقة مراعات الفقراء ومواساتهم "لمعات". (ص:١٥٥)

ما في " **البدائع** " : أن اداء الزكوة من باب اعانة الضعيف، واغاثة اللهيف، وإقدار العاجز، وتقويه على أداتها وافترض الله عزوجل من التوحيد والعبادات، والوسيلة إلى اداء الفرض. (٣٧٣/٣)

(٢) ما في " **موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر**" : لقد حاول بعضهم الخلط بين الزكاة والضرائب مع أنه لا علاقة بينهما، فالزكاة هي حق الله في أموال الناس ولا توجه إلا للخير ، أما الضرائب فهي حق الدولة التي قد توجهها للمصلحة أو لغير المصلحة .... وثمة فروق كثيرة بين الزكاة والضرائب : .... الزكاة عبادة مالية فرضها الله وجعلها حقا في مال الأغنياء ، وجعل ركناً من أركان الإسلام، =

وجوہِ فرق

اختلافِ حقیقت:

۱/......عہدِ نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں مسلمانوں سے زکوۃ وصول کی جاتی تھی اور غیر مسلموں سے جزیہ یعنی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

۲/......زکوۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدّل رہی، جب کہ جزیہ(Tax) کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے،اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے نہ کہ ٹیکس،اوراحکامِ زکوۃ مقدّراتِ شرعیہ (یعنی جس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی) میں سے ہیں،جبکہ ٹیکس کی شرح ایسی نہیں ہے۔

= أما الضرائب فهي من وضع الحاكم عند الحاجة إليها وهي مختلفة عن الزكاة في المقدار والهدف والباعث.......... أما مقدار الزكاة فهو محدد بنص الشرع يزيد ولا ينقص .... أماالضرائب فقد ترتفع وقد تنخفض وقد تلغى أصلا .... وهدف الضرائب معاونة الحكومة في إقامة المصالح العامة للدولة كإنشاء دور التعليم والمستشفيات وتعبيد الطرق .... أما الزكاة فلا تصرف إلا للأصناف الثمانية الواردة في آية ﴿إنما الصدقات﴾ [التوبة : ٦٠]

والباعث على إخراج الزكاة هو الإيمان بالله وامتثال أوامره ، والنجاة من حساب الآخرة ، وإقامة ركن من أركان الإسلام ، أما الباعث على إخراج الضرائب فامتثال أمر الدولة ؛ فالضرائب تؤخذ من جميع الممولين على السواء سواء أكانوا مسلمين أم غير مسلمين ، في حدود حاجة الدولة ، وعلى ذلك فإن الضرائب لا تحسب من الزكاة ، ولا يعفى الإنسان من الزكاة أنه يدفع ضرائب الدولة .... فالضرائب حق مالي بحت ، و الزكاة حق ديني ومالي . **والخلاصة** : ...... أن الضرائب لا تسقط الزكاة ولا بد من أداء الزكاةسواء أكان المزكى يدفع ضرائب أم لم يكن يدفع ضرائب ، أما الضرائب فيجوز أن تسقطها الحكومة لأنها حق الحكومة الذي يجوز لها التنازل عنه إذا كا نت ميسورة بخلاف الزكاة فهي حق الله للفقراء والمساكين وبقية الأصناف الثمانية. (۱/۳۲۷،۳۲۸)

اختلافِ مقاصد:

ٹیکس کا مقصد عوام کی آمدنی سے ایک حصہ لے کر اس سے نظامِ حکومت چلانا، رفاہِ عامہ کے کام کرنا، ملکی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے، جب کہ زکوۃ کا بنیادی مقصد تطہیرِ مال اور تزکیۂ نفس ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها﴾.

ترجمہ:......اے پیغمبرؐ! آپ ان (مسلمانوں کے) اموال سے زکوۃ وصول کرکے ان اموال کو پاک کیجئے اور ان کا تزکیۂ نفس کیجئے۔(۱)

آیتِ مذکورہ بالا سے دو مقصد واضح ہوئے:

۱/...... کمائی میں جو کوتاہیاں اور لغزشیں صادر ہوتی ہیں، زکوۃ وصدقات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور کمائی پاک وطیب بن جاتی ہے۔

۲/...... مال کی محبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے انسان کا دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

اختلافِ محاصل:

اسلامی نقطۂ نظر سے معاشی معاشرہ تین طبقوں پر تقسیم ہے:

۱/ اہلِ نصاب یا غنی ....جن سے زکوۃ وصول کی جائے۔

۲/ فقراء ومساکین ....جن میں زکوۃ تقسیم کی جائے۔

۳/ متوسط درجہ کے لوگ......جو نہ زکوۃ دینے کے اہل ہیں نہ لینے کے۔

مذکورہ تقسیم سے پتہ چلا کہ زکوۃ پہلے طبقہ سے لے کر دوسرے طبقہ کو دیجائے گی، گویا زکوۃ کا مال امراء کی جیب سے نکلتا ہے اور غرباء پر تقسیم ہوتا ہے۔ جب کہ ٹیکس (Tax) کی رقم کا اکثر وبیشتر حصہ غریبوں کی جیب سے

---

(۱) (سورة التوبة:۱۰۳)

نکلتا ہے، مثلاً بلاواسطہ ٹیکس جیسے انکم ٹیکس (Incomtax)، پراپرٹی ٹیکس (PropertyTax) وغیرہ، یہ امراء پر لگائے جاتے ہیں۔ اور بالواسطہ ٹیکس جیسے سیلز ٹیکس (Salestax) اور دیگر بے شمار اشیاء پر لگائے جانے والے ٹیکس، جو ادا تو صنعت کار کرتے ہیں، لیکن یہ ٹیکس قیمتِ فروخت میں شامل کر کے ان کا بوجھ صارفین پر ڈالتے ہیں، اور صارفین کا بیشتر حصہ غریب طبقہ ہی ہوتا ہے۔

اختلافِ مصارف:

۱- زکوۃ کا سب سے بڑا مصرف غرباء کی کفالتِ عامہ ہے، جب کہ ٹیکس سے عملاً امیر طبقہ ہی زیادہ مفاد حاصل کرتا ہے۔

۲- زکوۃ کے ذریعہ طبقاتی تقسیم میں بہت حد تک کمی واقع ہوتی ہے، جب کہ ٹیکس کا بار (بوجھ) غرباء پر زیادہ ہوتا ہے، اور فائدہ امیر زیادہ حاصل کرتے ہیں۔

اختلافِ مزاج ونتائج:

۱-......ٹیکس عموماً آمدنی پر لگتے ہیں جس سے دولت جمع کرنے کی ہوس بڑھتی ہے، جب کہ زکوۃ عموماً بچت پر لگتی ہے، جس سے سرمایہ حرکت وگردش میں رہتا ہے۔

۲-......زکوۃ میں فرد کی ضرورتوں اور اخراجات کا لحاظ رکھا جاتا ہے، جب کہ ٹیکس عام آمدنی پر لگتے ہیں

۳-عام ٹیکس حکومتی نظم ونسق پر خرچ ہوتے ہیں، جب کہ زکوۃ کا بیشتر حصہ ضرورت مند افراد پر خرچ ہوتا ہے۔

۴-......ٹیکس دہندہ اسے بوجھ سمجھ کر کبھی بھی پوری مالیت ظاہر نہیں ہونے دیتے، جس کی بناء پر رشوت کی راہیں کھلتی ہیں، جب کہ زکوۃ دینی فریضہ اور مالی عبادت ہونے کی بناء پر بیشتر مسلمان بخوشی ادا کرتے ہیں، اور رشوت کا امکان نہیں ہوتا۔

....

....

ازالہ:

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ اور ٹیکس میں ہر ایک کی حقیقت، مقاصد، محاصل، مصارف، نتائج اور مزاج، کسی ایک چیز میں بھی مماثلت ومشابہت نہیں ہے، بلکہ ان حضرات کو زکوۃ اور ٹیکس میں مغالطہ ہوا، اس لیے کہ انہوں نے محلِ زکوۃ، تعیینِ اشیاء، شرحِ زکوۃ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تدبیری امر سمجھا، جبکہ یہ الہامی اور منزل من اللہ امر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یا مرضی کو کچھ عمل دخل نہ تھا۔......﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحيٌ يوحىٰ﴾. (۱)

مسائل زکوۃ

شرائطِ زکوۃ

مسئلہ(۸۷): زکوۃ اسی شخص پر واجب ہوگی جس میں وجوبِ زکوۃ کی شرطیں موجود ہوں اور وہ شرائط یہ ہیں:...... صاحبِ مال کا آزاد ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، مقدارِ نصاب کا مالک ہونا، ملک کا تام ہونا، مالِ نصاب پر حولانِ حول یعنی ایک سال گزر جانا، مال کا ضرورتِ اصلیہ اور قرض سے خالی ہونا۔ (۲)

---

(۱) (سورة النجم : ۳، ٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : الزكوة واجبة على العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (۱/۱٦٥)

ما في " **البحر الرائق والبدائع** " : وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية .(البحر الرائق :۲/۳٥۳، ۳٥٥، بدائع الصنائع : ۲/۳۷۷ ، تبيين الحقائق: ۲/۱۹، الفتاوى الهندية : ۱/۱۷۲، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۳ ، فتح القدير: ۲/۱٦۳، كتاب الزكاة، نوادر الفقه:۲/۳۱)

ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے کوئی تاریخ متعین نہیں

مسئلہ(۸۸): زکوۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لیے کوئی مہینہ یا تاریخ متعین نہیں، بلکہ جس دن نصاب پر سال پورا ہو اسی تاریخ کو زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی، مثلاً کوئی شخص یکم محرم الحرام کو صاحبِ نصاب ہوا، تو آئندہ یکم محرم الحرام کو اس پر زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی (۱)، مگر عام لوگ رمضان المبارک میں زکوۃ ادا کرتے ہیں، بعض تو وہ ہوتے ہیں کہ رمضان ہی میں ان کے نصاب پر سال پورا ہوتا ہے، وہ وقت پر ہی ادا کررہے ہیں، اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں کہ ان کے نصاب پر سال پہلے ہی پورا ہو چکا ہوتا ہے، مگر زکوۃ کی ادائیگی رمضان میں کرتے ہیں، ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ جس وقت سال پورا ہوا اسی وقت ادا کرتے، کیونکہ ادائے زکوۃ میں تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی ہے (۲)، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو رمضان المبارک کی فضیلت وبرکت (ثواب میں ستر "۷۰" گنا اضافہ) سے فائدہ اٹھانے کے لیے پیشگی زکوۃ دیتے ہیں جو کہ جائز ہے، مگر تین شرطوں کے ساتھ:

۱/......بوقتِ تعجیل (پیشگی زکوۃ ادا کرتے وقت) سال شروع ہو چکا ہو۔

۲/......آخر سال میں وہ نصاب کامل ہو جس کی پیشگی زکوۃ دی گئی۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي. (ص: ۳۸۹)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وتجب على الفور عند تمام الحول، حتى يأثم بتأخيره من غير عذر، وفي رواية الرازي على التراخي حتى يأثم عند الموت، والأول أصح كذا في التهذيب.

(۱/۱۷۰، كتاب الزكاة، الباب الأول وتفسيرها وصفتها وشرائطها)

۳/......درمیان میں اصل نصاب فوت نہ ہو(۱)۔

برتنوں پر زکوۃ واجب نہیں

مسئلہ(۸۹): گھر کے وہ برتن جو کم استعمال میں آتے ہیں ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔(۲)

گڈول پر فروخت کردہ بلڈنگ پر زکوۃ

مسئلہ(۹۰): گڈول (Good Will) پر فروخت کی ہوئی بلڈنگ کی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، جب رقم وصول ہوجائے تو سالِ موجودہ وگذشتہ کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔(۳)

---

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وشرح الطحطاوي : وإنما يجوز التعجيل بشرائط ثلاثة : أحدها: أن يكون الحول منعقداً وقت التعجيل ، والثاني : أن يكون النصاب كاملاً في التي عجل عنه في آخر الحول ، والثالث : أن لا يفوت أصله فيما بين ذلك. (۲۸/۲،كتاب الزكاة، فتاوى حقانيه:۴۸۶/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والتبيين والفتح** " :(و) فارغ (عن حاجته الأصلية) لأن المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقاً كثيابه أو تقديراً كدينه اهـ."درمختار"........ قوله : (وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية ، والأولى فسرها وذلك حيث قال : وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد ، أو تقديراً كالدين ...... وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها.

(رد المحتار : ۱۷۸/۳، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، تبيين الحقائق :۲۳/۲، كتاب الزكاة ، فتح القدير :۱۷۲/۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۳/۳، فتاوى رحيميه:۱۵۳/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **نور الإيضاح** " : وزكاة الدين على أقسام : فإنه قوي ووسط وضعيف ، فالقوي وهو بدل =

نابالغ لڑکی کی طرف سے زکوۃ

مسئلہ(۹۱): اگر باپ نے اپنی نابالغ لڑکی کو اپنی طرف سے سونا دلایا، اور اس کو اس کا مالک بھی بنادیا تو نابالغ ہونے کی وجہ سے نہ لڑکی پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، اور نہ (مالک نہ ہونے کی وجہ سے) باپ پر، البتہ بالغ ہونے کے بعد بچی پر زکوۃ واجب ہوگی، اور صرف بچی کو دلادینے اور مالک نہ بنانے کی صورت میں باپ پر زکوۃ واجب ہوگی (۲)۔

ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کیجانے والی زمین کی پیداوار پر عشر

مسئلہ(۹۲): جو زمین ٹیوب ویل(Tube-Well) کے ذریعہ سیراب اور جدید طریقۂ کاشت پر کاشت کیجائے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ بطورِ عشر واجب ہوگا، اور یہ بیسواں حصہ

= القرض ومال التجارة إذا قبضه، وكان على مقرّ ولو مفلساً، أو على جاحد عليه بينة زكاه لما مضى، ويتراخى وجوب الأداء إلى أن يقبض أربعين درهماً ففيها درهم لأن ما دون الخمس من النصاب عفو لا زكوة فيه وكذا فيما زاد بحسابه.

(نور الإيضاح : ص۱۵۷، كتاب الزكاة، حاشية الطحطاوي :ص۷۱۵، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية: ۱۷۵/۱، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار والهداية** " : (وشرط افتراضها: عقل وبلوغ وإسلام وحرية)۔"درمختار"۔ قوله: (عقل وبلوغ) فلا تجب على مجنون وصبي لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها .(۱۷۳/۳، كتاب الزكاة، مطلب في أحكام المعتوه ۔ الهداية : ۱۶۵/۱، كتاب الزكاة)

(۲) ما في " **رد المحتار** " : (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) ."درمختار". قوله : (ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك .(۱۷۴/۳، كفاية المفتى: ۲۶۷/۴)

کاشت پر آنے والے مصارف کو منہا (وضع) کئے بغیر لازم ہوگا۔(۱)

چارے اور تعمیری فرنیچر وغیرہ کے لیے لگائی گئی فصل پر عشر

مسئلہ(۹۳): آج کل لوگ اپنی زمینوں میں جانوروں کے لیے چارے، اسی طرح تعمیری فرنیچر اور کھیلوں کے سامان کی لکڑیوں کے لیے درختوں کی فصل لگاتے ہیں، پھر یہ چارے اور درخت بڑے اونچے داموں میں فروخت کئے جاتے ہیں، تو اس میں بھی عشر (قیمت کا دسواں حصہ) واجب ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : لأن العلة في العدول عن العشر إن نصفه في مستقى غرب ودالية هي زيادة الكلفة كما علمت ، وهي موجودة في شراء الماء .

(۲٦۸/۳، كتاب الزكاة ، باب العشر، مطلب مهم في حكم أراضي مصر اهـ . خير الفتاوى :۳/٤٤٥، فتاوى حقانيه: ۵٦۷/۳، فتاوى عثماني: ۱۲۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : (حتى لو أشغل أرضه بها يجب العشر)۔"درمختار" . قوله: (حتى لو أشغل أرضه بها يجب العشر) فلو استنمى أرضه بقوائم الخلاف وما أشبهه أو بالقصب أو الحشيش وكان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر.(۲٦۸/۳، كتاب الزكاة ، باب العشر، مطلب مهم في حكم أراضي مصر اهـ)

ما في " **الهداية والهندية** " : أما الحطب والقصب والحشيش لا تستنبت في الجنان عادةً بل تنقى عنها حتى لو اتخذها مقصبةً أو مشجرةً أو منبتاً للحشيش يجب فيها العشر.

(۱۸۱/۱، باب زكاة الزروع والثمار، الفتاوى الهندية :۱۸٦/۱، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۲۷٦/۱، فصل في العشر ، الفتاوى الولوالجية :۲۰۰/۱، ۲۰۱، كتاب الزكاة ، الفصل الرابع فيما يمر على العاشر الخ، فتاوى حقانيه: ۵۸۷/۳)

فکس ڈپوزٹ میں رکھی ہوئی رقم پرزکوۃ واجب ہے

مسئلہ(۹۴): فکس ڈپوزٹ(Fixed-Deposit)میں رکھی ہوئی رقم پرزکوۃ واجب ہے، جب مل جائے تو اصل رقم پر سالہائے گذشتہ کی زکوۃ بھی واجب ہوگی(۱)، اور بطورِ سود ملی ہوئی پوری رقم کا تصدق بلانیتِ ثواب واجب ہوگا(۲)۔

پستول اورکلاشنکوف پرزکوۃ

مسئلہ(۹۵): پستول(Revolver)کلاشنکوف اگراپنی حفاظت کے لیے ہےتواس پرزکوۃ واجب نہیں ہے(۳)، اوراگراس کا کاروبارکرتا ہےتواس میں لگی مالیت پرزکوۃ واجب ہوگی، اوروجوبِ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولو كان الدين على مقرّ ملئى أو) على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة)، وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح، ذكره ابن مالك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجىء أن المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى). "درمختار". (۱۸۴/۳، ۱۸۵، مطلب: في زكاة ثمن المبيع وفاء)

(۲) ما في " **رد المحتار** " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والأحسن ديانة التنزه عنه. (۳۰۱/۷، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

وما فى" **رد المحتار**" : لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۵۵۳/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " ما حصل بسبب خبيث فالسبيل رده ".

(ص:۱۱۴، رقم القاعدة :۲۹۳، فتاوى حقانيه:۵۰۵/۳،، فتاوى محموديه:۳۳۴/۹،كتاب الفتاوى: ۳۲۶/۳، فتاوى اسلاميه:۴۵۲/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **فتح القدير** " : وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة، لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضاً .(۱۷۲/۲) =

اداءِ زکوۃ کے دن کی مالیت معتبر ہوگی (۱)۔

قیمتی پتھروں پر زکوۃ

مسئلہ (۹۶): قیمتی پتھروں میں زکوۃ واجب نہیں، لیکن اگر ان کی تجارت کی جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

= ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وتبيين الحقائق**" : (و) فارغ (عن حاجته الأصلية) لأن المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقاً كثيابه أو تقديراً كدينه اهـ ."درمختار"............. قوله : (وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية ، والأولى فسرها وذلك حيث قال : وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد ، أو تقديراً كالدين .... وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها.

(۱۷۸/۳، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، تبيين الحقائق :۲۳/۲، كتاب الزكاة)

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء۔ وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً، وهو الأصح."درمختار"............ قوله : (وهو الأصح)...... فإنه ذكر في البدائع أنه قيل : إن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب . وقيل يوم الأداء اهـ. وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح . فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما ، وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقاً عليه عنده وعندهما.(۲۱۱/۳، باب زكاة الغنم، فتاوى حقانيه:۵۱۸/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار**" : (لا زكوة في اللآلي والجواهر) وإن ساوت ألفاً اتفاقاً (إلا أن تكون للتجارة) . "در مختار"............ قوله : (والجواهر) كاللؤلؤ والياقوت والزمرد وأمثالها. درر عن الكافي .

(۱۹۴/۳، قبيل باب السائمة ، الفتاوى الهندية :۱۸۰/۱، الباب الثالث في زكوة الذهب والفضة =

انعامی بانڈز پر زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۹۷): انعامی بانڈز (Price Bands) پر زکوۃ واجب ہے، جب بانڈز مالیت کی شکل اختیار کرکے حاصل ہوتو موجودہ وگذشتہ سالوں کی زکوۃ دینا واجب ہوگا۔(۱)

نفسِ انعامی بانڈز سے زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں؟

مسئلہ(۹۸): اگرکوئی شخص انعامی بانڈز ہی زکوۃ میں دے تو زکوۃ ادانہیں ہوگی، کیوں کہ ادائیگیٔ زکوۃ کے صحیح ہونے کے لیے مستحقِ زکوۃ کو مالِ زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے، جب کہ یہ

= والعروض، الفصل الثاني في العروض، الجوهر النيرة:۱/۱۷۸،۱۷۹، باب زكوة الذهب، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد :۱/۳۵۸، موانع وجوب الزكوة ، المصنف لإبن أبي‌شيبة :۳/۳۵، الموضوع :۳٦، في اللؤلؤ والزمرد، فتاوی حقانیه:۳/۵۱۲، فتاوی عثمانی:۲/۹۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار**" : (ولو كان الدين على مقرّ ملئى أو) على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة)، وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح، ذكره ابن مالك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجيء أن المفتي به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى) ."درمختار". (۳/۱۸٤، ۱۸۵، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاء)

ما في " **الهداية**" : ولو كان الدين على مقر ملئى أو معسر تجب الزكوة لإمكان الوصول إليه ابتداء..........الخ . (۱/۱٦۷، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى الهندية وحاشية الطحطاوي**" : ووسط وهو ما يجب بدلاً عن مال ليس للتجارة كعبيد الخدمة وثياب البذلة إذا قبض مائتين زكى لما مضى في رواية الأصل . (۱/۱۷۵، كتاب الزكاة، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص۳۹۵، كتاب الزكوة، فتاوی حقانیه:۳/۵۰٦)

بانڈز مال نہیں بلکہ اس مال کی رسید ہے جو حکومت (Bank) کے پاس موجود ہے۔(۱)

وجوبِ زکاۃ کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے

مسئلہ (۹۹): اگر کوئی ملازم فنڈ کی رقم کی وصولیابی سے پہلے صاحبِ نصاب نہیں تھا، اور نہ ہی رقم اتنی ملی کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بنتا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ وجوبِ زکوۃ کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے۔(۲)

زکوۃ کی رقم سے مسجد کی کوئی چیز خریدنا

مسئلہ (۱۰۰): زکوۃ کی رقم سے مسجد کے لیے جنریٹر (Genrater) یا اور کوئی چیز خریدنا جائز نہیں ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **التنوير مع الدر والرد** " : (هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالىٰ) ." تنوير".

(ردالمحتار : ۳/۱۷۰ـ۱۷۳، كتاب الزكاة ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۷۵، كتاب الزكاة ، الباب الثامن ، تبيين الحقائق : ۳/۲، النهر الفائق : ۱/۴۱۱، كتاب الزكاة ، الفقه الحنفي وأدلته : الجزء الأول ،كتاب الزكاة : ۳۱۵، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص۳۸۹، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك ملكاً تاماً، وحال عليه الحول ." المضمرات". الملك التام أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه ، ولا يتمكن النقصان فيه بوجه. (۳/۲)

ما في " **التنوير مع الدر والرد** " :(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي)...........(تام) ." تنوير".

(۳/۱۷۴، فتاوى محمودیه:۹/۳۴۴)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **رد المحتار** " : (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد)ـ"در مختار"ـ قوله: (نحو مسجد) =

پرائیویٹ فنڈ پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۱): کوئی شخص کسی پرائیویٹ کمپنی کا ملازم ہے، اور وہ کمپنی پرائیویٹ فنڈ (P.F) کاٹتی ہے تو چونکہ یہ کمپنی اپنے ملازموں کا پرائیویٹ فنڈ کسی دوسری مستقل کمپنی کو دے دیا کرتی ہے، جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، یہ کمپنی چونکہ ملازمین کی وکیل ہوتی ہے، اور وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے(۱)، اس لیے اس فنڈ پر زکوۃ واجب ہوگی بشرطیکہ بقدرِ نصاب ہو(۲)۔

تجارتی پلاٹ پر بازاری قیمت کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۲): اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ (Plot) بیچنے اور فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہو تو اس پر بازاری قیمت (Market Rate) کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً جس وقت خریدا، اس وقت اس کی قیمت صرف پچاس ہزار تھی، لیکن سال پورا ہوا اس روز اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک لاکھ روپئے ہوں تو ایک لاکھ کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔(۳)

= كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه-زيلعي. (۲۹۱/۳، باب المصرف ، النهر الفائق : ۴۶۲/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية** " : لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك.

(۳۲۶/۴ ، كتاب الوكالة)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وأما شروط وجوبها .... كون المال نصاباً.

(۱۷۳/۱، كتاب الزكاة ، تبيين الحقائق : ۱۹/۲، كتاب الزكاة)

ما في " **خلاصة الفتاوى والتاتارخانية** " : الزكاة إنما تجب إذا ملك نصاباً تاماً ...... اهـ.

(۲۲۵/۱، كتاب الزكاة ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۲، جدید فقهی مسائل:۲۱۵/۱، فتاوی حقانیه:۵۰۲/۳، فتاوی عثمانی:۵۶/۲، فتاوی محمودیه: ۴۰۴/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۴/۳، كتاب الفتاوی:۳۲۸/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **البدائع** " : وسواءٌ كان مال التجارة عروضاً أو عقاراً أو شيئاً مما يكال أو يوزن لأن =

پگڑی کی رقم پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۳): مکان یا دوکان کا کرایہ دار جو رقم مالکِ مکان کو بطورِ پگڑی ادا کرتا ہے، اس کی زکوۃ مالکِ مکان یا دوکان پر لازم ہوگی، اس لیے کہ وہ اس رقم کا مالک ہو چکا ہے۔(۱)

سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰٤): سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء جیسے عنبر، موتی، مونگا، اور مچھلی وغیرہ کی اگر تجارت کیجائے تو زکوۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔(۲)

= الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية والقيمة وهذه الأموال كلها في هذا جنس واحد.(٤١٦/٢)

ما في " **رد المحتار والهندية** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء، وفي السوائم يوم الأداء إجماعا وهو الأصح ، ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة .(٢١١/٢، الفتاوى الهندية :١٨٠/١، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٣٧١/٣، ایضاح النوادر:٢١٧، احسن الفتاوی:٣١٥/٤، فتاوی رحیمیه:١٥٠/٦)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **التنوير مع الدر والرد** " : (وسببه ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد ."تنوير". (١٧٤/٣ـ١٧٦، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الملك التام...... أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه.

(٣/٢، ایضاح النوادر:١٨٦)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة في عروض التجارة، وفي المضمرات: يريد بالعروض ما خلا الذهب والفضة والسوائم. (الفتاوى التاتارخانية:١٧/٢)

ما في " **البحر الرائق** " : قيد بكونها للتجارة لأنها لو كانت للغلة فلا زكاة فيها لأنها ليست للمبايعة.

(٣٩٨/٢)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (و)لا في (لؤلؤ) هو مطر الربيع (وعنبر) حشيش يطلع في =

گیس کی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۵): اگر کوئی شخص دس پندرہ سلینڈر خریدے اور پھر سلینڈر کا نہیں بلکہ گیس کا کاروبار کرے، یعنی سلینڈر خالی ہونے پر گیس جمع کرلے اور خالی سلینڈر واپس کردے توزکوۃ گیس کی قیمت پر واجب ہوگی، سلینڈر پر لگی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۱)

فروخت کرنے کی نیت سے خریدی گئی چیز پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۶): اگر کوئی چیز اس نیت سے خریدے کہ نفع مل جائے تو بیچ دونگا، تو جب تک فروخت نہ کردے زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۲)

= البحر أو خثي دابة (وكذا جميع ما يستخرج من البحر حلية) ولو ذهباً كان كنزاً في قعر البحر لأنه لم يرد عليه القهر فلم يكن غنيمة . "درمختار" .... قوله : (هو مطر الربيع) أي أصله منه ، قال القهستاني : هو جوهر مضيء يخلقه الله تعالى من مطر الربيع الواقع في الصدف الذي قيل إنه حيوان من جنس السمك يخلق الله تعالى اللؤلؤ فيه كما في الكرماني .... قوله : (ولو ذهبا)......أي ولو كان ما يستخرج من البحر ذهباً مكنوزاً بصنع العباد في قعر البحر فإنه لا خمس فيه وكله للواجد ، والظاهر أن هذا مخصوص فيما ليس عليه علامة الإسلام ولم أره ، فتأمل.

(۳/ ۲٦۰، کتاب الزکاة، باب الرکاز، اسلامی فقه: ۱/ ٤٥٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : وكذلك آلات المحترفين أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك ....قال: وقوارير العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة للتجارة ومقاودها وجلالها إن كان من غرض المشتري بيعها بها ففيها الزكاة وإلا لا .

(۳/ ۱۸۳، کتاب الزکاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة=

ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں پرزکوۃ

مسئلہ(۱۰۷): اگرکسی شخص کا کاروبارٹرانسپورٹ(Transport) کاہےجس میں اس کی ٹرکیں یابسیں چلتی ہیں، یاکسی کی کوئی ٹرک یابس ٹرانسپورٹ میں چلتی ہےتو ان ٹرکوں اوربسوں سے حاصل ہونے والےمنافع پرزکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

برقی ٹرانسفرمشین کی آمدنی پرزکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۸): اگرکسی شخص کے پاس برقی ٹرانسفرمشین(Transfer Machine)یعنی برقی روکی طاقت گھٹانے اور بڑھانے والی مشین ہےتو اس پرزکوۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ اس سے حاصل ہونے والےمنافع پرزکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

بسی کی رقم پرزکوۃ واجب ہوگی یانہیں؟

مسئلہ(۱۰۹): چندلوگوں نےآپس میں مل کربسّی لگائی،مثلاًدس لوگوں نے دودوہزارروپئےبسّی

= أو استقراض ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً ناوياً إن وجد ربحاً باعه لا زكاة عليه.

(۱۹٤/۳، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية والتاتارخانية** " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكوة كما لا تجب في بيوت الغلة. (۲٥۱/۱، الفتاوى التاتارخانية :۱۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة ....وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المحترفين ،كذا في السراج الوهاج . (۱۷۲/۱، ۱۷۳، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ، فتاوى حقانيه:۵۵۱/۳، فتاوى رحيميه:۱٦۱/۷)

میں لگائے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ یہ رقم کسی ایک شخص کے پاس جمع کی گئی، تو اس پر صرف دو ہزار روپئے ہی کی زکوۃ واجب ہوگی (جو اس کے ذاتی ہے) بقیہ اٹھارہ ہزار کی حیثیت قرض کی ہوگی جس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۱)

مشترکہ کاروبار کی مالیت پر زکوۃ

مسئلہ(**۱۱۰**): آج کل لمیٹیڈ کمپنیوں کا رواج عام ہو چکا ہے جس میں چند اشخاص مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصابِ زکوۃ کے بقدر یا اس سے زائد ہوتا ہے، لیکن اگر اس کی مجموعی مالیت حصہ داروں پر تقسیم کیجائے اور ہر ایک کے حصہ میں بقدرِ نصاب نہ آتی ہو تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی (۲)، کیونکہ وجوبِ زکوۃ کے لیے نصابِ کامل کا ہونا ضروری ہے، اور اگر ہر ایک کے حصہ میں بقدرِ نصاب آتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی (۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : قال أصحابنا رحمهم الله تعالى: كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن المبيع وضمان المتلفات وارش الجراحة ...... الخ .
(۱/۱۷۲، كتاب الفتاوى: ۱/۳۲۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : قال العلامه الحصكفي: (ولا تجب) الزكوة عندنا (في نصاب) مشترك (من سائمة) ومال تجارة (وإن صحت الخلطة فيه) .... وإن تعدد النصاب تجب إجماعاً، ويتراجعان بالحصص، وبيانه في الحاوي، فإن بلغ نصيب أحدهما نصاباً زكاه دون الآخر ."درمختار" .... قوله : (في نصاب مشترك) المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراك وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بانفراده نصاباً. (۳/۲۳۵،۲۳۶، باب زكاة المال)

(۳) ما في " **بدائع الصنائع ورد المحتار**" : لما قال العلامة أبو بكر الكاساني: فأما إذا كانت مشتركة =

فنڈز کی مختلف صورتیں اوران پرزکوۃ کاحکم

مسئلہ(۱۱۱): فنڈز (Funds) کی مختلف صورتیں ہیں اوران کے احکام بھی مختلف ہیں:

۱-...... گورنمنٹ پرائیوٹ فنڈ (G.P.F)، اس میں حکومت کی حیثیت مستاجر (اجرت پر رکھنے والا) اور ملازم کی حیثیت اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کی ہوتی ہے، فنڈ کی رقم حکومت کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے ملازم کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے مِلک کا فقدان ہوتا ہے، اس لیے اس فنڈ پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر یہ فنڈ مل جائے اور بقدرِ نصاب ہو تو سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، گذشتہ سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

۲- ......اگر ملازم اس فنڈ سے کسی بیمہ کمپنی میں حصہ لے، تو کمپنی کے فنڈ کی رقم پر قابض ہونے کی وجہ سے ملازم کا قبضہ مان لیا جائے گا، کیوں کہ وہ کمپنی اس ملازم کی وکیل ہوگی، اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا

= (بین اثنین) فقد اختلف فیه، قال أصحابنا: إنه یعتبر في حال الشرکة ما یعتبر في حال الانفراد، وهو کمال النصاب في حق کل واحد منهما، فإن کان نصیب کل واحد منهما یبلغ نصاباً تجب الزکوة، وإلا فلا.

(۴۳۳/۲ ،کتاب الزکاة ، فصل في نصاب الغنم ، رد المحتار: ۱۷۴/۳، کتاب الزکاة،ایضاح النوادر:۳۱۴)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الهدایة** " : الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملکاً تاماً وحال علیه الحول اهـ. (۱۶۵/۱،کتاب الزکاة)

ما في " **السنن لأبي داود** " : وقال النبي صلی الله تعالی علیه وسلم: ولیس في مال زکوة حتی یحول علیه الحول.

(ص ۲۲۱، کتاب الزکاة ، سنن الدار قطني : ۹۰/۲ ، السنن الکبری : ۱۶۰/۴، کتاب الزکاة ، السنن لإبن ماجه : ۱۲۸، کتاب الزکاة، المؤطا للإمام محمد : ص۱۷۴، کتاب الزکاة، نصب الرایة: ۳۳۴/۲، کتاب الزکاة)=

قبضہ کہلاتا ہے(۱)، اور فنڈ کی رقم پر ہر سال زکوۃ واجب ہوگی، اس طرح ملک ملکِ تام ہوگی (۲)۔

جوائنٹ فیملی کی کمائی پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۲): اگر کچھ افراد ایک ساتھ رہتے ہوں مگر اپنی سب کمائی سربراہ کو دے دیتے ہوں، وہ اس سے ان کے کھانے پینے، رہنے وغیرہ کا انتظام کرتا ہو، اور پھر بقیہ رقم سے کوئی چیز مثلاً، سونا چاندی وغیرہ خریدا جاتا ہو تو اگر وہ اتنا ہو جائے کہ تقسیم کیا جائے تو ہر کسی کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اسی طرح اگر کچھ افراد مل کر کاروبار وغیرہ کرلے تو بھی یہی حکم ہوگا۔(۳)

پولٹری فارم اور مچھلی کے تالاب پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۳): مرغی فارم(Poultry Forms)، مچھلی کے تالاب کی زمین اور ان کے لیے درکار اسباب وسامان پر زکوۃ نہیں ہے، ہاں اگر فارم اور تالاب کی آمدنی بقدرِ نصاب ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

= (۱) ما في " **الفتاوی الولوالجية** " : لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك.

(۳۲۶/٤، كتاب الوكالة)

(۲) ما في " **الفتاوی الهندية** " : وأما شروط وجوبها ....(ومنها كون المال نصاباً) فلا تجب في أقل منه............(ومنها الملك التام). (۱۷۱/۱،۱۷۲، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حوليّ) نسبة للحول لحولانه عليه (تام) بالرفع صفة ملك ."درمختار". (۱۷٤/۳، كتاب الزكاة)

ما في " **المختصر القدوري** " : الزكوة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً، ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (ص: ٤۳، كتاب الزكاة)

ما في " مجمع البحرين وملتقى النيرين " : يفترض على كل مسلم حر مالك لنصاب حولي. (۱۷۹/۱)

اگر مرغیوں سے انڈے مقصود ہیں اور انہی کی خرید وفروخت کیجاتی ہے تو صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوۃ واجب ہوگی، مرغیوں کی مالیت پرنہیں، اور اگر انڈے مقصود نہیں بلکہ مرغیوں اور چوزوں کو خریدا گیا اس لیے کہ کاروبار کیا جائے تو ان کی مالیت کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ میں موجودہ قیمت معتبر ہوگی

مسئلہ(**۱۱۴**): زکوۃ ادا کرتے وقت بازار میں سونے کی جو موجودہ قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا، اسی طرح چاندی وغیرہ کا حکم ہے۔مثلاً زید نے دو ہزار آٹھ (2008) میں دس تولہ سونا پینتالیس ہزار (45000) کا خریدا، اور اب دو ہزار نو (2009) میں اس کی قیمت ساٹھ ہزار (60,000) ہوگئی تو اس دوسری قیمت کا اعتبار ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار على رد المحتار** " : والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدي إلى الثني ، وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة أو استقراض ، ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً للقنية ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لا زكاة عليه۔ " در مختار"..... قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : الثني بكسر الثاء المثلثة وفتح النون في آخره ألف مقصورة : وهو أخذ الصدقة مرتين في عام كما في القاموس ، ومنه كما في المغرب قوله صلى الله عليه وسلم : " **لا ثِنَيَّ في الصدقة** ". (۱۹۵،۱۹٤/۳، كتاب الزكاة)

ما في " **البدائع** " : وأما صفة هذا النصاب فهي أن يكون معداً للتجارة، وهو أن يمسكها للتجارة؛ وذلك بنية التجارة مقارنة لعمل التجارة.(٤١٧/٢، فصل في صفة نصاب التجارة، فتاوى حقانيه:٥٢٠/٣)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وجاز دفع القيمة......الخ) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، =

سونے چاندی کے اعضاء پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۱۱۵): بسا اوقات انسان مصالحِ خاصہ کی بناء پر سونے چاندی کے اعضاء مثلاً ناک، دانت وغیرہ بناتا ہے، یا سونے کے تاروں سے اسے باندھتا ہے، اگر بوقتِ ضرورت بسہولت انہیں نکال کر دوبارہ اپنے محل میں لگانا ممکن ہوتو زیورات کے حکم میں ہونگے اوران پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، اوراگر نکالنا ممکن نہ ہوتو اجزاءانسانی میں شمار ہوں گے اوران پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وجوبِ زکوۃ کے لیے مالِ نامی یا محتملِ نمو ہونا ضروری ہے(۲)،اوراس صورت میں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

سونے اور چاندی کا نصاب موجودہ زمانے کے اعتبار سے

مسئلہ(۱۱٦): سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۷رگرام ۴۷۹رملی گرام،اورچاندی کا

= وقالا يوم الأداء .... ويقوم البلد الذي المال فيه، ولو في مفازة ."درمختار"..... قال الشامي : وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ.(۳/ ۲۱۱، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم، فتاوى محموديه:۹/ ۴۲۲، فتاوى عثماني:۲/ ۵۴)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة في الذهب والفضة مضروبة كانت أو غير مضروبة، وفي الخانية مصوغاً كان أو غير مصوغ، حلياً كان للرجال أو للنساء عندنا، نوى التجارة أم لا، إذا بلغت الفضة مائتي درهم والذهب عشرين مثقالاً.(۲/ ۱۱)

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : إن مطلق المال ليس بسبب إنما السبب المال النامي، وطريق النماء في الحيوانات النسل وفيما عداها من المال التجارة.(۲/ ۳)

ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : فرضت على كل حر مسلم مكلف مالك النصاب من نقد ولو تبراً أو حلياً أو آنية أو مايساوي قيمته من عروض تجارة فارغ عن الدين عن حاجته الأصلية نامٍ ولو تقديراً ...... اهـ.(ص : ۳۸۹، جديد فقهی مسائل:۱/ ۲۰۴، فتاوى حقانيه:۳/ ۵۳۴)

نصاب ساڑھے باون تولہ چھ سو بارہ گرام ۳۵ر ملی گرام ہے، مالِ تجارت یا نقد روپیہ اس وقت نصاب شمار ہوگا جب کہ اس کی مالیت سونے یا چاندی کے مذکورہ وزن کی قیمت کے برابر ہو۔(۱)

کن کن چیزوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

مسئلہ(۱۱۷): شرعاً زکوۃ صرف سونے، چاندی(۱)، نقدی(۲)، مالِ تجارت(۳)، زرعی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والخلاصة والتاتارخانية** " : تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم، وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباً كان أو لم يكن، مصوغاً أو غير مصوغ، حلياً كان للرجال أو للنساء، تبراً كان أو سبيكة كذا في الخلاصة .

(الفتاوى الهندية : ۱/۱۷۸، الباب الثالث ، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ، خلاصة الفتاوى : ۱/۲۳۷، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۱،۱۲)

ما في " **التنوير مع الدر والرد والتبيين** " : نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم، كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل ." تنوير". (۲/۲۲٤، تبيين الحقائق : ۲/۷۰، كفاية المفتى:٤/۳۰۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية والفقه الحنفي وأدلته** " : الزكاة واجبة في الذهب والفضة.

(الفتاوى التاتارخانية :۲/۱۱، الفقه الحنفي وأدلته :۱/۳۳٤ ، الجوهرة النيرة :۱/۱۸۰، فتح القدير: ۲/۲۲٥، البحرالرائق : ۲/۳۹۸)

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : أن الزكوة تجب في النقد كيف أمسكه للنفقة أو للنماء......اهـ. (ص : ۳۸۹)

(۳) ما في " **الفتاوى الهندية** " : الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب ، كذا في الهداية. (۱/۱۷۹، الفصل الثاني في العروض)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : والأموال النامية التي هي سبب لوجوب الزكاة قسمان : السائمة =

پیداوار(۱)اور مویشیوں پر فرض ہوتی ہے(۲)۔

شیئرز پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۸): سال پورا ہونے پر شیئرز کی بازاری قیمت(Market-Value)کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

شیئرز کی مختلف صورتیں اوران پر زکوۃ کا حکم

مسئلہ(۱۱۹): ا/ اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جو تجارت کرتی ہے، مثلاً لوہا، کپڑا، سمینٹ، الکٹرانک سامان، پہننے اور اوڑھنے کی چیزیں وغیرہ فروخت کرتی ہے، تو شیئرز اور منافع دونوں پر زکوۃ واجب ہوگی(۴)۔

= وأموال التجارة . وأموال التجارة قسمان : مال التجارة وضعاً وهو الحجران، ومال التجارة جعلاً وهو كل مايشترى للتجارة ، ونماء السائمة بالعسل ، ونماء مال التجارة بتغير الأسعار . (٤/٢)

(١) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وهو فرض، وسببه الأرض النامية بالخارج حقيقة......اهـ.

(١٨٥/١، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

(٢) ما في " **بدائع الصنائع والهندية** " : فتجب الزكوة عند كمال النصاب من كل جنس من السوائم ، وسواء كانت كلها ذكوراً أو اناثاً أو مختلطة ، وسواء كانت من نوع واحد أو أنواع مختلفة كالعراب والبخاتي في الإبل والجواميس في البقر ، والضأن والمعز في الغنم ...... اهـ.

(بدائع الصنائع:٤٣٦/٢، الفتاوى الهندية : ١٧٦/١)

والحجة على ما قلنا:

(٣) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء . " در مختار". وفي الشامي : وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ .(٢١١/٣، جديد فقهى مسائل:٢١١/١،فتاوى حقانيه:٥٠٣/٣، فتاوى نظام الفتاوى اندورائيه:١١٠/١، فتاوى عثمانى:٧١/٢)

والحجة على ما قلنا:

(٤) ما في " **الفتاوى الهندية والهداية** " : ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه =

۲/ اوراگرشیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جوتجارت نہیں کرتی، بلکہ محض کرایہ وصول کرتی ہے، جیسا کہ ریلوے کمپنی اوربس کمپنی وغیرہ تومحض منافعِ شیئرز پرزکوۃ واجب ہوگی (۱)۔

۳/ اگرشیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جوخام مال خرید کرسامان اور چیزیں تیارکرکےفروخت کرتی ہے،تو شیئرزاورمنافع دونوں پرزکوۃ واجب ہوگی (۲)۔

کمپنی میں موجودشیئرز کی قیمت پرزکوۃ

مسئله(**۱۲۰**): اگرکسی شخص نے کمپنی کےشیئرز میں اتنی رقم لگارکھی ہے جوچاندی کےنصاب کی قیمت کے برابرہوتو حولانِ حول (سال گزرنے) کی صورت میں اس پرزکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

= ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أو لا. (۱/۱۷۵، الهداية :۱/۱۷۳)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة ...... اهـ. (۱/۱۸۰)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية والتبيين** " : الزكاة واجبة في عروض التجارة كائناً ما بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب كذا في الهداية اهـ. (الفتاوى الهندية:۱/۱۷۹، تبيين الحقائق:۲/۷۷)

والحجة على ما قلنا

(۳) ما في " **رد المحتار** " : فـ (تجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول."درمختار". قوله : (إذا تم نصاباً) الضمير في" تم" يعود للدين المفهوم من الديون ، والمراد إذا بلغ نصاباً بنفسه أو بما عنده مما يتم به النصاب. (۳/۲۳٦، باب زكاة المال)

وما فيه **أيضاً** : (وشرطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم والدنانير) لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة.

(۳/۱۷۵،۱۸٦، كتاب الزكاة) =

شیئرز پر زکوۃ کی ادائیگی میں مارکیٹ ویلو کا اعتبار ہوگا

مسئلہ(۱۲۱): جس وقت کمپنی نے اپنے شیئرز مارکیٹ میں لانچ کئے، اس وقت اس پر درج قیمت کو (Face-Value) کہتے ہیں، اور بازار میں جس قیمت میں وہ فروخت ہو رہا ہے اسے (Market-Value) کہتے ہیں، اور جس وقت کمپنی بند ہو جائے اس وقت شیئرز کی جو قیمت ہوتی ہے اسے (Break up value) کہتے ہیں۔ زکوۃ کی ادائیگی میں بازاری قیمت (Market-Value) کا اعتبار ہوگا۔(۱)

کپڑوں میں لگے سونے چاندی کے تاروں پر زکوۃ

مسئلہ(۱۲۲): اگر کپڑوں میں سونے یا چاندی کے تار ہوں تو ان کے وزن کا اندازہ کر کے اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أولا اهـ.(۱/۱۷۵، كتاب الزكاة، الباب الأول، فتاوى عثمانى:۲/۷۱)

والحجة على ما قلنا

(ا) ما في " **رد المحتار** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء ." درمختار". وفي الشامي: وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ.

(۳/۲۱۱، باب زكاة الغنم، فتاوى دارالعلوم:۶/۱۴۱، اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص۹۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البدائع** " : لا يعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة ، فتجب الزكاة فيها ، سواء كانت دراهم مضروبة أو نقرة ، أو تبراً أو حلياً مصوغاً ، أو حلية سيف ، أو منطقة أو لجام أو سرج ، أو الكواكب في المصاحف والأواني وغيرها ، إذا كانت تخلص عند الإذابة إذا بلغت مائتي درهم سواء =

قرض پر زکوۃ

مسئلہ(۱۲۳): جو رقم قرضِ حسنہ کے طور پر دی گئی اس کے وصول ہونے پر سالہائے گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوتی ہے، اگر وصول ہونے سے پہلے دیدیا تو یہ بھی جائز ہے، اور اگر وصولی کی بالکل ہی امید نہ ہو تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی، لیکن خلافِ توقع وامید وصول ہو جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوۃ دینا بھی واجب ہوگا۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے نیت ضروری ہے

مسئلہ(۱۲٤): زکوۃ کی نیت کئے بغیر زکوۃ ادا کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ مالِ زکوۃ دیتے یا نکالتے وقت زکوۃ کی نیت کرنا ضروری ہے۔(۲)

= كان يمسكها للتجارة أو للنفقة ، أو للتجمل أو لم ينو شيئاً.

(بدائع الصنائع : ٢/٤٠٦، كتاب الزكاة ، فصل في بيان النصاب ، فتاوى حقانيه : ٣/٥١٣)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**" : وزكاة الدين على أقسام : فإنه قوي ووسط وضعيف ، فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر ولو مفلساً أو على جاحد عليه بينة زكاه لما مضى. (ص:٣٩٠، كتاب الزكاة ، فتاوى حقانيه : ٣/٥٣٢۔ ٤٩٨)

ما في "**الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولو كان الدين على مقر مليء أو) على(معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح ." درمختار".

(٣/١٨٤،١٨٥، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاءً، فتاوى حقانيه:٣/٤٩٨، فتاوى محموديه:٣/٤٠٢، فتاوى عثمانى:٢/٦٤)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في "**الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**" : وأما الزكاة فلا يصح أدائها إلا بالنية.(١/٨٤)

ما في "**المختصر القدوري والهندية**": ولا يجوز أداء الزكاة إلا بنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل=

ضمانت کی رقم واپس ملنے پر زکوۃ لازم ہوگی

مسئلہ(۱۲۵): اگر کوئی شخص بطورِ ضمانت کچھ رقم حکومت یا سرکار کے پاس جمع کرے، اور پھر ایک مدت کے بعد وہ رقم اسے واپس مل جائے تو گذشتہ سالوں کی زکوۃ بھی واجب ہوگی۔(۱)

سیکورٹی ڈپوزٹ پر زکوۃ لازم نہیں

مسئلہ(۱۲۶): بعض دفعہ مکانات یا دوکانیں کرایہ پر لیتے ہوئے مالکِ مکان کو کچھ پیشگی رقم بطورِ ضمانت (Securety-Deposit) دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوۃ نہ تو دینے والے پر واجب ہوگی اور نہ ہی لینے والے پر، کیونکہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ راہن (رہن رکھنے والا) پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور نہ مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا) پر۔ اور جب رہن کی رقم واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوۃ بھی واجب نہیں ہوگی۔(۲)

=مقدار الواجب.

(المختصر القدوري :ص۴۳، الفتاوی الهندية : ۱/ ۱۷۰، تنوير الأبصار مع الدر على الرد : ۳/ ۱۸۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وحاشية الطحطاوي** " : (ولو كان الدين على مقر مليء أو على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكاة ، وهو الصحيح ، ذكره ابن ملك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجيء أن المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى) . "درمختار".

(رد المحتار: ۳/ ۱۸۴،۱۸۵، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ۳۹۰، فتاوی حقانيه:۳/ ۵۰۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۵۳، کتاب الفتاوی:۳/ ۲۷۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : قال العلامة الحصكفي : ولا في مرهون بعد قبضه . "در مختار". قال ابن عابدين : أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ، ولا على الراهن لعدم اليد ، وإذا استرده الراهن لا يزكي عن =

زیورات میں لگے نگ پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۱۲۷): سونے یا چاندی سے اگر ایسی چیز ملی ہوئی ہو کہ جس کو اس سے الگ کیا جا سکتا ہو تو وہ سونے چاندی کے حکم میں نہیں ہے، لہذا نگ بھی ایسی ہی چیزوں میں سے ہے کہ اسے اصل زیور سے نکالا جا سکتا ہے، اس لیے نگ میں زکوۃ واجب نہیں، لیکن اس نگ کے وزن کو معلوم کر کے اس وزن کو زیور کے وزن سے منہا (وضع) کر کے زکوۃ کا حساب درست ہوگا۔ البتہ وہ کھوٹ جو سونے چاندی میں ملا دی گئی ہو وہ سونے چاندی ہی کے وزن میں شمار ہوگی، اور اس کھوٹ ملے سونے چاندی کی جو قیمت بازار میں ہوگی اسی کے حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔(۱)

=السنين الماضية ، وهو معنى قول الشارح : "بعد قبضه" ويدل عليه قول البحر : ومن موانع الوجوب الرهن.
(۱۸۰/۳، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاء)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير**" : (وإذا كان الغالب على الورق الفضة فهو في حكم الفضة، وإذا كان الغالب عليها الغش فهو في حكم العروض يعتبر أن تبلغ قيمته نصاباً) .... قوله : (فهو في حكم الفضة) أي فتجب فيه الزكاة كأنه كله فضة لا زكاة العروض ولو كان أعدها للتجارة، بخلاف ما إذا كان الغش غالباً، فإن نواها للتجارة اعتبرت قيمتها ، وإن لم ينوها فإن كانت بحيث يتخلص منها فضة تبلغ نصاباً وحدها أو لا تبلغ، لكن عنده ما يضمه إليها فيبلغ نصاباً وجب فيها لأن عين النقدين لا يشترط فيهما نية التجارة ولا القيمة ، وإن لم يخلص فلا شيء عليه.(۲۱۸/۲ـ ۲۲۰ ، باب زكاة المال ، فصل في الفضة)

ما في " **رد المحتار**" : (و) يضم (الذهب إلى الفضة) وعكسه بجامع الثمنية (قيمة) وقالا بالإجزاء ."در مختار"......... قوله : (ويضم الخ) أي عند الاجتماع ، أما عند انفراد أحدهما فلا تعتبر القيمة إجماعاً ." بدائع" . لأن المعتبر وزنه أداء ووجوباً كما مر . وفي البدائع أيضا أن ما ذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل ، فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون زيادة لا يجب الضم ، بل ينبغي=

مکان یا فلیٹ کے کرایہ پر زکوۃ لازم ہوگی

مسئلہ(۱۲۸): اگر کسی نے مکان یا فلیٹ (Flat) کرایہ پر دینے کے لیے خریدا نہ کہ اپنی رہائش کے لیے، تو اس سے حاصل ہونے والے کرایہ پر جب کہ وہ بقدرِ نصاب ہو زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

استعمالی چیزیں مثلاً فریج وغیرہ پر زکوۃ لازم نہیں ہوگی

مسئلہ (۱۲۹): استعمالی چیزیں جیسے فریج (Freeze)، واشنگ مشین (Washing-Machine)، موٹر سائیکل (Moter-Cycle)، ٹیپ ریکارڈ (Tape-Record) اور کمپیوٹر (Computer) وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

=أن يؤدي من كل و احد زكاته ، فلو ضم حتى يؤدي كله من الذهب أو الفضة فلا بأس به عندنا ، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً ، وإلا يؤدي من كل منهما ربع عشره. (۲۳٤/۳، باب زكاة المال، فتاوی حقانيه:۵۵٤/۳، فتاوی محموديه:۳٦۹/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۱/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (واللازم) مبتدأ (في مضروب كل) منهما (ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً)....... (أو) في (عرض تجارة قيمته نصاب) ....(من ذهب أو ورق) .... (مقوماً بأحدهما ربع عشر)."درمختار". (۲۲۷/۳۔ ۲۲۹ ، باب زكاة المال)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : وفي فتاوى الشيخ الفقيه أبي الليث إذا اشترى جوالق بعشرة آلاف درهم ليؤاجرها من الناس فحال عليها الحول ، فلا زكاة فيها لأنه اشتراها للغلة لا للتجارة.(۱۹/۲)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية**" : إذا آجر داره أو عبده بمائتي درهم لا تجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه الله ، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول ، كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض ، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(۲۵۳/۱، فتاوی حقانيه:۵۵۱/۳، فتاوی محموديه:٤۲۵/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۱/۳)

ہاں اگران چیزوں کی تجارت کرتا ہواوران کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہوتو زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ میں قمری سال معتبر ہوگا

مسئله(**۱۳۰**): زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جب کہ نصابِ زکوۃ پرقمری سال (اسلامی سال) کے اعتبار سے پورا سال گذر جائے، انگریزی تاریخ کا اعتبار نہیں ہوگا، مثلاً اگرکوئی آدمی ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کوصاحبِ نصاب ہواتو آئندہ سال ۹/ذوالحجہ کواس کے نصاب پرسال پورا ہوگا، اورادائیگیٔ زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولا في ثياب البدن) المحتاج إليها لدفع الحر والبرد ، ابن ملك (وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذا لم تنو للتجارة.

"درمختار". (۱۸۲/۳، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومنها فراغ المال عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (۱۷۲/۱)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : ولاتجب الزكوة في الشحوم والادهان التي يحتاج إليها ليدهن بها الجلود ، وآلات الصناع الذين يعملون بها ، وظروف الأمتعة لا تجب فيها الزكاة.(۱۹/۲، فتاوی عثمانی:۵۱/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : (وحولها) أي الزكاة (قمري) بحر عن القنية (لا شمسي) وسيجيء الفرق في العنين."در مختار"........ قوله : (وسيجيء الفرق) عبارته مع المتن: وأجل سنة قمرية بالأهلة على المذهب وهي ثلاث مائة وأربع وخمسون وبعض يوم . وقيل شمسية بالأيام وهي أزيد بأحد عشر يوماً اهـ.

(۲۲۳/۳، باب زكاة الغنم ، مطلب : استحلال المعصية القطعية كفر، فتاوى حقانيه:۴۸۴/۳)

پیشگی ادائیگیٔ زکوۃ کا حکم

مسئلہ(۱۳۱): اگر کوئی آدمی نصاب پر سال گذرنے سے پہلے ہی پیشگی زکوۃ دیدے تو جائز ہے، سال پورا ہونے پر نصاب باقی ہے تو یہ پیشگی ادا کردہ زکوۃ، زکوۃ ہوگی، ورنہ صدقۂ نافلہ ہوگی۔(۱)

زکوۃ کی رقم سے حج میں جانا

مسئلہ(۱۳۲): اگر کوئی شخص اس لیے زکوۃ کی رقم لیتا ہے تاکہ حج میں جائے تو اس کا یہ عمل جائز نہیں ہے۔(۲)

حج کے لیے الگ رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳۳): جو روپئے حج کے لیے الگ کر رکھا ہے اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية والتاتارخانية** " : يجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب، لأنه عجل بعد وجوب السبب وهو ملك النصاب .... ولا يجوز التعجيل على ملك النصاب لفقد السبب أصلاً. (الفتاوى الولوالجية : ۱۹۳/۲، الفتاوى التاتارخانية : ۲۷/۲،۲۸، فتاوى محموديه:۴۴۶/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۶۸/۳، فتاوى رحيميه:۱۴۴/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (و) لا إلى (غني) يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان ...... اهـ."درمختار".

(رد المحتار : ۲۹۵/۳،۲۹۶، فتاوى محموديه : ۵۶۶/۹)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : فرضت على حر مسلم مكلف مالك النصاب من نقد ولو تبراً أو حلياً أو آنية أو مايساوي قيمته، من عروض تجارة فارغ عن الدين، وعن حاجته الأصلية =

حج میں خرچ کے بعد بچی ہوئی رقم پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳۴): اگر کسی شخص نے حج میں جانے کے لیے حج کمیٹی یا کسی ٹور والے کو پیشگی رقم جمع کردی تو آمد ورفت کا کرایہ، معلم فیس، پر زکوۃ واجب نہیں، البتہ جو رقم اس کو کرنسی کی صورت میں واپس دی جائے، اور وہ خرچ کے بعد بچ جائے تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

غصب اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ حاصل کیے گئے مال پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳۵): غصب، رشوت، سود، چوری اور خیانت وغیرہ کے ذریعہ حاصل کئے ہوئے مال میں زکوۃ واجب نہیں، کیونکہ یہ سب مالِ حرام ہے، اور مالِ حرام کا حکم یہ ہے کہ وہ ان کے اصل مالکوں، یا ان کے ورثاء کو واپس کردیا جائے اگر وہ معلوم ہوں، اور اگر معلوم نہ ہوں تو بلانیتِ ثواب صدقہ کردیا جائے۔(۲)

= نام ولو تقديراً ." مراقي الفلاح " .... قولـه : (وعن حاجته الأصلية) كثيابه المحتاج إليها لدفع الحر والبرد وكالنفقة ، ودور السكنى وآلات الحرب والحرفة وأساس المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها اهـ........أن الزكاة تجب في النقد كيف أمسكه للنفقة أو للنماء اهـ.

(ص: ۳۸۹، فتاوی حقانیه:۴۹۳/۳، فتاوی محمودیه:۳۳۷/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۲/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة .... إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.(۱۷۹/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : وإلا فلا زكاة، كما لو كان الكل خبيثاً اهـ."درمختار". قوله: (كما لو كان الكل خبيثاً) في القنية: ولو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة، لأن الكل واجب التصدق عليه .... قلت : لكن قدمنا عن القنية والبزازية أن ما وجب التصدق بكله لا يفيد التصدق ببعضه،=

ایک سے زائد مکان ہوں تو ان پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ(۱۳۶): اگر کسی شخص کے کئی مکان ہوں، ایک میں وہ رہائش پذیر ہے، اور دوسرے مکانوں کو کرایہ پر دے رکھا ہے تو جو مکان کرایہ پر دے رکھا ہے، ان سے حاصل ہونے والا کرایہ بقدرِ نصاب ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

نوٹ:۔...... کرایہ پر دیئے ہوئے مکانوں کی مالیت (قیمت) پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

= لأن المغصوب إن علمت أصحابه أو ورثتهم وجب رده عليهم ، وإلا وجب التصدق به.

(۲۱۸/۳، باب زكاة الغنم ، قبيل مطلب: في التصدق من المال الحرام)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولا في ثياب البدن) المحتاج إليها .... (وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) ." درمختار"......... قوله : (ونحوها) أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (۱۸۲/۳، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاء)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : وفي فتاوى الشيخ الفقيه أبي الليث : إذا اشترى جوالق بعشرة آلاف درهم ليؤاجرها من الناس فحال عليها الحول فلا زكاة فيها لأنه اشتراها للغلة لا للتجارة........... ولو اشترى الرجل عبداً للتجارة ثم آجره يخرج من أن يكون للتجارة لأنه لما آجره فقد قصد المنفعة.

(۱۹/۲)

کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)

روزہ صحتِ جسمانی وروحانی کے لیےایک نسخۂ کیمیا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:...... ﴿یآیھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾...... اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:...... ((بني الإسلام علی خمس؛ شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، و إقام الصلوة وإيتاء الزكوة، والحج، وصوم رمضان))...... اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ اور حج ادا کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔(۲)

روزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:......

لغت میں...... بات چیت یا کھانے پینے سے رکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

اصطلاح میں...... از صبحِ صادق تا غروبِ شمس، اکل وشرب، جماع، اور بری باتوں سے بچنے کو

---

(۱) (البقرة:۱۸۳)

(۲) (صحيح البخاري: ۱/۶)

روزہ کہتے ہیں(۱)۔

اسلام ایک متنوع العبادات مذہب ہے جیسے نماز، زکوۃ، روزہ، حج وغیرہ، تمام عبادتوں کا منشاو مقصد خدا تعالیٰ کی اطاعت، فرمانبرداری اور کمالِ بندگی ہے، مگر کچھ عبادتیں ایسی ہیں جو عمل میں جھلکتی ہیں، مثلاً نماز، زکوۃ، حج، اور کچھ عبادتیں ایسی ہیں جو عمل میں نہیں جھلکتی، جیسے روزہ جو نہ قولی ہے نہ فعلی بلکہ صرف امساک ہے۔

روزہ کی تعریف:" **هو الإمساك عن الأكل والشرب** " کے ظاہر پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک منفی عمل ہے، لیکن اپنی حقیقت اور روح کے اعتبار سے ایجابی عمل ہے۔

فرضیتِ روزہ:......

" **كتب عليكم الصيام** " اسلام کے ارکانِ خمسہ میں روزہ کا درجہ تیسرے نمبر پر ہے، اسلام نے فرضیتِ احکام میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز کو جو ذرا ہلکی عبادت ہے فرض کیا، پھر اس کے بعد زکوۃ، پھر زکوۃ کے بعد روزہ۔ چونکہ روزہ کی تکلیف نفس پر شاق اور گراں گزرتی ہے اس لیے اس کو تیسرے درجے پر رکھا۔ روزہ کی فرضیت ۱۰/شعبان المعظم ۲ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تاریخِ روزہ:......

" **كما كتب على الذين من قبلكم** "...... " **قبلكم** " اس لفظ سے تاریخی حقیقت کا اظہار ہی نہیں بلکہ روزہ کی طبعی مشقت مسلمانوں پر سہل ہونا ثابت کیا گیا ہے، کہ تم سے پہلی امتیں بھی اس مشقت کو برداشت کر چکی ہیں۔

والحجة على ما قلنا

(۱) الصيام في اللغة مطلق الإمساك عن الشيء؛ واصطلاحاً: فهو الإمساك عن المفطرات يوماً كاملاً من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۴۷۳، =

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی ابتدا زمانۂ آدم علیہ السلام ہی سے ہوگئی تھی، آپ کے دور میں ایامِ بیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵/ تاریخ کے روزے فرض تھے، اور یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی مشابہت سے منع فرمایا ہے کہ وہ ایک روزہ رکھتے ہیں تو ہمیں ان کی مخالفت میں دو روزے رکھنا چاہئے۔

اسی طرح ہندو دھرم میں اُپاس اور بدھ مذہب میں برُت (روزہ) مذہب کا رکن ہے۔

الغرض: آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر قوم وملت میں روزے کا وجود کسی نہ کسی شکل میں رہا ہے۔

حکمتِ روزہ:...... نفس کو قابو کرنے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

۱/...... نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روکا جائے، کیوں کہ جب سرکش گھوڑے کو دانا پانی نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح نفس کی سرکشی روزے سے دور ہوتی ہے۔

۲/...... نفس پر عبادت کا بہت سا بوجھ لاد دیا جائے، جس طرح جانور کو دانا پانی کم ملے اور بوجھ بہت سا لاد دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے یہی حال نفس کا ہے۔

۳/...... نفس کو قابو میں کرنے کے لیے ہر وقت اللہ سے مدد چاہیں، پتہ چلا کہ قوتِ نفس کو توڑنے کے لیے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال میں لانے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

= النصوص الفقهية المختارة طبقاً للمذاهب الأربعة المعتبرة:۱۷۷، فتح القدير:۲/۳۰۶، ۳۰۷، تبيين الحقائق:۲/۱٤٥)

وفي ردالمحتار: عرفه الحنفية بأنه: عبارة عن إمساك مخصوص وهو الإمساك عن المفطرات الثلاثة بصفة مخصوصة. (رد المحتار:۳/۳۲۷)

روزہ کا فلسفہ:.......

روزہ انسانی جسم وصحت کے لیے نسخۂ کیمیاء ہے، جس کی بناء پر نظامِ ہضم درست رہتا ہے جو انسانی صحت کے لیے لازم ہے (طب)۔مشہور مقولہ ہے:" **المعدة بيت الداء والحمية رأس الدواء**".

......معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز ہی اصل دوا ہے۔

روزہ مسلمانوں میں سپاہیانہ لگن، ولولہ اور جوش پیدا کرتا ہے جو ایک مجاہدِ اسلام کے لیے ضروری ہے۔ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة**﴾. ...... اوران سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو قوت سے۔(۱)

روزہ انسان کے اندر صفاتِ ملکوتی پیدا کرتا ہے، تاکہ انسان راہِ اعتدال اختیار کرے جو اس امت کا خاصہ ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿**وكذلك جعلنكم أمة وسطا**﴾. ...... اوراسی طرح ہم نے تمہیں ایک امتِ عادل بنایا ہے۔(۲)

روزہ بکھری ہوئی انسانیت اور منتشر اذہان کو مساوات ومواسات کا درس دیتا ہے، اور یہی دین کا خلاصہ ہے(۳) " **الدين النصيحة** ". (دین خیرخواہی ہے)۔(۴)

روزہ کے ذریعہ انسان کے دل میں صلہ رحمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ مصیبت زدہ انسان ہی کسی کی

---

(۱) (الأنفال : ٦٠)

(۲) (البقرة :١٤٣)

(٣) إن فريضة الصيام مدرسة للتربية الإسلامية تحقق أروع معاني المساواة والتكافل الاجتماعي، وتوقف الناس جميعاً غنيهم وفقيرهم أمام شريعة الله سواءٌ .

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:١/ ٢٩١)

(٤) (صحيح البخاري :١/ ١٣)

پریشانی اور دکھ درد کا صحیح اندازہ واحساس کر سکتا ہے(۱)، ورنہ ؎

جو ہے بے درد وہ دردِ دلِ جاناں کیا جانے

روزہ کے جسمانی وروحانی مقاصد:......

مشہور ومعروف مفکرِ اسلام ''علامہ ابوالحسن علی ندویؒ'' فرماتے ہیں کہ:

حیوانی طبیعت کے ہاتھ جب زندگی کی باگ ڈور آتی ہے تو وہ انسان کے حواس پر غالب آجاتی ہے، اور معدہ جو کہ انسانی زندگی کے لیے چکی کے کیل کی حیثیت رکھتا ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے، جب اس میں فساد آتا ہے تو انسان کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہتے، جس کی بناء پر انسانی طبیعت عبادت میں نہیں لگتی، جب کہ عبادت میں دلجمعی اور توجہِ قلب الی اللہ (جو تمام عبادتوں کی جان ہے) ضروری ہے، اور یہ فسادِ طبیعت وفسادِ معدہ کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتی (۲)۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

☆روزہ کے ذریعہ انسان کے اندر صفاتِ خداوندی پیدا ہوتی ہیں۔

☆روزہ کے ذریعہ انسان گویا بے نیازی کا اظہار کرتا ہے۔

---

(۱) إنه جوع مفروض لكي يتعلم الغني معنى الجوع، ولكي يحس بما يعاينه الجائعون.

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:۱/۲۹۱)

(۲) يقول العلامة أبو الحسن علي الحسني الندوي (المفكر المعروف): .... إذا تغلبت الطبيعة الحيوانية ، وملكت زمام الحياة ، واستحوذت على مشاعر الإنسان وحواسه ، وأصبحت " المعدة " هي القطب الذي تدور حوله الحياة شق على الإنسان كل ما يحول بينه وبين رغبته، وما يشغله عن إرضاء شهوته...... فلا يجد في أعوام طوال وقتاً صافياً، وقلباً فارغاً ، وعقلاً يقظاً ، وضميراً حياً ، فتثقل عليه العبادة والذكر وما يتصل بها ، ولا يجد لذتها بطبيعة الحال. ﴿**وإنها لكبيرة إلا على الخاشعين**﴾.[البقرة:٤٥]

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:۱/۲۹۱)

☆ روزہ کے ذریعہ انسان ملکوتی صفات کا خوگر بنتا ہے۔

☆ روزہ کے ذریعہ انسان دن بھر کے لیے فرشتہ صفت نظر آتا ہے۔

☆ روزہ کے ذریعہ انسان ''تخلقوا باخلاق اللہ'' کا مظہر ہوتا ہے(۱)۔

علامہ ابن القیم جوزیؒ فرماتے ہیں:

☆ روزہ متقیوں کے لیے لگام، محاربین کے لیے جنت اور ابرار ومقربین کے لیے تہذیبِ اخلاق ہے(۲)۔

☆ روزہ اعضاءِ ظاہرہ وباطنہ کی حفاظت میں عجیب تاثیر رکھتا ہے کہ بدنِ انسانی سے فاسد اور مخلوط مادہ کو زائل کرتا ہے۔

☆ روزہ انسان کو خواہشاتِ نفسانی اور شہوات سے باز رکھتا ہے۔

☆ روزہ انسان کو تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے(۳)۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصدِ شرعیہ، فوائدِ طبیہ اور اسرارِ الٰہیہ ہیں جن کا عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم مشاہدہ کرتی ہے، اور یہ شہادت دیتی ہے کہ روزہ اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے

---

(۱) قد أشار إلى مقاصد الصوم الإمام الغزالي رحمه الله فقال : ...... المقصود من الصوم التخلق بأخلاق الله عز وجل وهو الصمدية والاقتداء بالملائكة في الكف عن الشهوات بحسب الإمكان، فإنهم منزهون عن الشهوات.

(۲) يقول العلامة ابن القيم الجوزي: فهو لجام المتقين وجنة المحاربين ورياضة الأبرار والمقربين.

(۳) وللصوم تأثير عجيب في حفظ الجوارح صحتها ، ويعيد إليها ما استلبته منها أيدي الشهوات ، فهو من أكبر العون على التقوى كما قال الله تعالى : ﴿**يآيها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون**﴾. [البقرة :۱۸۳] =

بندوں پر ایک احسانِ عظیم اور نعمتِ بے نظیر ہے(۱)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾. ...... اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو احاطہ نہ کر پاؤ گے۔(۲)

مسائلِ روزہ

بلا عذرِ شرعی رمضان کا روزہ نہ رکھنا

مسئلہ: (۱۳۷) اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے اور اعلانیہ طور پر کھائے پیئے، تو وہ فاسق اور اسلامی شعائر کی توہین کرنے والا ہے، اور اس کی سزا بڑی سخت ہے جو کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔(۳)

= (۱) والمقصد أن مصالح الصوم : لما كانت مشهودة بالعقول السليم والفطر المستقيمة شرعه الله لعباده رحمةً لهم وإحساناً إليهم ...... اهـ. (موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:۱/۲۹۱)

(۲) (سورة النحل :۱۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : قال الشرنبلالي : .... تعمد من لا عذر له الأكل جهاراً يقتل لأنه مستهزئ بالدين أو منكر لما ثبت منه بالضرورة ، ولا خلاف في حل قتله والأمر به.

(۳/۳٤۹ ، كتاب الصوم)

ما في " **النهر الفائق**" : أكل في رمضان شهرة عمداً بلا عذر قال في القنية : يؤمر بقتله .... ويحتمل أن يكون عبر بالقتل عن الضرب البليغ لكن الظاهر أن المراد به يقتل بالسيف.

(۱/۲۱، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص٦٦٣ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۱/۱۰۱) =

بیڑی، سگریٹ یا گٹکھا وغیرہ سے روزہ افطار کرنا

مسئلہ: (۱۳۸) بعض لوگ بیڑی، سگریٹ، پان، تمباکو اور گٹکھا وغیرہ کے اس قدر عادی ہوتے ہیں کہ رمضان المبارک میں انہیں چیزوں سے روزہ افطار کرتے ہیں، جبکہ سنت یہ ہے کہ کھجور میسر ہو تو اس سے روزہ افطار کیا جائے، ورنہ پانی سے، اس لیے ان کا یہ عمل خلافِ سنت ہے، البتہ اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔(۱)

= ما في " **البحر الرائق** " : من أكل نهاراً في رمضان عياناً عمداً شهرة يقتل لأنه دليل الاستحلال ، واعلم أن هذا الذنب الإفطار لا يرتفع بالتوبة بل لا بد من التكفير.

(۴۸۵/۲ ، تبيين الحقائق :۱۷۷/۲، فتاوی محمودیه :۱۶۲/۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من وجد تمراً فليفطر ومن لا فليفطر على ماء ، فإن الماء طهور** ".

(۱۴۹/۱، كتاب الصوم ، باب ما يستحب عليه الإفطار)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن سلمان بن عامر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إذا كان أحدكم صائماً فليفطر على التمر فإن لم يجد التمر فعلى الماء فإن الماء طهور** " .

(ص ۳۲۱ ، كتاب الصيام ، باب ما يفطر عليه)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : وهذا الترتيب لكمال السنة لأصلها ، وفيه بحث لا يخفى لأنه إن كان التمر موجوداً وبدأ بالماء أو اقتصر عليه ، فلا شك في مخالفة السنة . (۴۲۳/۴ ، قبيل باب تنزيه الصوم)

ما في " **تحفة الأحوذي** " : فيه دليل على مشروعية الإفطار بالتمر فإن عدم الماء فبالماء.

(۴۳۳/۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يستحب عليه الإفطار ، رقم الحديث :۶۹۵ ، فتاوی محمودیه: ۲۱۰/۱۰ ، فتاوی حقانیه :۱۴۷/۴)

غروب سے پہلے روزہ افطار کر لینا

مسئلہ (**۱۳۹**): اگر مؤذن نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے مغرب کی اذان دیدی، اور لوگوں نے مؤذن کی اذان سن کر وقت کے ہوجانے کا یقین کرتے ہوئے افطار کرلیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں (۱)، اگر اذان سننے کے بعد افطار کا وقت ہونے کا یقین نہیں ہوا تھا بلکہ شبہ تھا کہ وقت ہوا یا نہیں تو اس صورت میں قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے (۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**السنن لأبي داود**": عن أسماء بنت أبي بكر قالت: "**أفطرنا يوماً في رمضان في غيم في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم طلعت الشمس، قال أبو أسامة: قلت لهشام: أمروا بالقضاء؟ قال: وبد من ذلک**". (ص ۳۲۲، كتاب الصيام، الفطر قبل غروب الشمس)

ما في "**بدائع الصنائع**": ولو تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو طالع، أو أفطر على ظن أن الشمس قد غربت فإذا هي لم تغرب فعليه القضاء ولا كفارة عليه لأنه لم يفطر متعمداً بل خاطئاً.

(۲/۲۵۷، كتاب الصوم، فيما يفسد الصوم)

ما في "**بذل المجهود**": وبد من ذلك بتقدير حرف الاستفهام، أي وهل بد من القضاء، يعني أن قضاء الصوم الذي أفطر نهاراً غلطا لازم، وهو مذهب الأئمة الأربعة، لأنه إذا أفطر غلطا في غيم، ثم بدت الشمس يقضي يوماً مكانه ولا تلزم الكفارة. (۸/۵۰۱، كتاب الصيام، الفطر قبل غروب الشمس)

ما في "**خلاصة الفتاوى**": إذا تسحر على يقين أن الفجر لم يطلع أو أفطر على يقين أن الشمس قد غربت فإذا الفجر طالع والشمس لم تغرب فعليه القضاء ولا كفارة .... وإن شك في غروب الشمس فعليه أن يدع الأكل فإن أكل وهو شاك فعليه القضاء واختلفوا في وجوب الكفارة.

(۲/۲۵٦، كتاب الصوم، الفصل الثالث)

(۲) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": الفجر طالع والشمس لم تغرب .... عملاً بالأصل فيهما، أي في الأول والثاني فإن الأصل في الأول بقاء الليل فلا تجب الكفارة، وفي الثاني بقاء النهار فتجب على إحدى الروايتين كما علمت. (۳/۳٤۰، كتاب الصوم، قبيل مطلب في جواز الإفطار)

حالتِ حمل میں روزہ افطار کرنا

مسئلہ(۱۴۰): حالتِ حمل میں اگر کمزوری یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے، اسی طرح دودھ پلانے والی اگر بچہ کے کمزور یا ہلاک ہونے کے اندیشہ سے روزہ نہ رکھے تو اس کے لیے شرعاً افطار جائز ہے، مگر رفعِ عذر کے بعد قضا لازم ہوگی۔(۱)

قے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۱۴۱): اگر قے از خود آجائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا، گو منہ بھر کر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ قے کا خود بخود آجانا روزہ کو نہیں توڑتا ہے، البتہ اگر چنے کی مقدار یا اس سے زائد قے کو قصد وارادہ کے ساتھ لوٹا لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بلا قصد قے کے لوٹ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ منہ بھر کر ہی ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والخلاصة** " : الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا ولا كفارة عليهما.

(الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰۷، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار، خلاصة الفتاوى :۱/۲۶۵، الفصل الخامس في الحظر والإباحة ، تنوير الأبصار مع الدر على الرد :۳/۴۰۳ ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ، فتاوى رحيميه :۷/۲۷۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **التنوير مع الدر والرد** " : قال العلامة الحصكفيؒ: (وإن ذرعه القيء وخرج) ولم يعد (لا يفطر مطلقاً) ملأ أو لا (فإن عاد) بلا صنعه (و) لو (هو ملء الفم مع تذكره للصوم لا يفسد) ."در مختار" .... قال ابن عابدين رحمه الله : إن كان ملء الفم وأعاده أو شيئاً منه قدر الحمصة فصاعداً أفطر إجماعاً لأنه خارج أدخله جوفه ولوجود الصنع. (۳/۳۹۲) =

حائضہ عورت روزہ افطار کرسکتی ہے

مسئلہ(۱۴۲): اگر کسی عورت نے حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو اس کے لیے کھانا پینا جائز ہے مگر بہتر ہے کہ سب کے سامنے نہ کھائے، اور اگر روزہ رکھا اور حیض آ گیا تو دن بھر روزہ دار کی طرح رہنا ضروری ہوگا، اور بعد میں قضا لازم ہوگی۔(۱)

روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے

مسئلہ(۱۴۳): روزہ کی حالت میں ٹوتھ پاوڈر یا پیسٹ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ٹوتھ پیسٹ میں معجون کا مزہ معلوم ہوتا ہے۔(۲)

= ما في " **فتح القدير والبحر الرائق** " : قال ابن الهمام رحمه الله : والكل إما أن خرج أو عاد أو أعاده ، فإن ذرعه وخرج لا يفطر قل أو كثر لاطلاق ما رويناه وإن عاد بنفسه وهو ذاكر للصوم كان ملء الفم فسد صومه عند أبي يوسف ، لأنه خارج شرعاً حتى انتقضت به الطهارة وقد دخل ، وعند محمد لا يفسد، وهو الصحيح اهـ. (۳۹۲/۲ ،كذا في البحر الرائق : ۴۷۹/۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوى حقانيه : ۱٦٤/٤، كتاب الفتاوى:۳۹۱/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الجوهرة النيرة والهندية** " : وإذا حاضت المرأة أفطرت وقضت وكذا إذا نفست وهي تأكل سراً أو جهراً ولا يجب عليها التشبه ....وإذا قدم المسافر أو طهرت الحائض في بعض النهار أمسكا بقية يومهما. (۲۱۰/۱، الفتاوى الهندية: ۲۰۷/۱، فتاوى بينات:۸۵/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : قال قاضيخان: وكذا إذا ذاقت شيئاً بلسانها لأن فيه تعريض الصوم للفساد. (فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲۰٤/۱، الفصل الرابع فيما يكره للصائم وما لا يكره ، الفتاوى الهندية : ۱۹۹/۱) =

روزہ دار شخص کا ''گل'' سے دانت صاف کرنا

مسئلہ(١٤٤) : روزہ کے دوران تمبا کو کا پتہ جلا کر گل بنا کر دانت صاف کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں گل کے اجزاء حلق میں داخل ہونے کا احتمال ہے، جبکہ روزہ دار کے لیے ہر ایسا عمل منع ہے جس میں روزہ کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو، اگر گل کے اجزاء حلق میں داخل ہو گئے تو روزہ فاسد ہوگا۔(۱)

= ما في " **فتح القدير** " : قوله لما بينا من أنه تعريض للصوم على الفساد إذ قد يسبق شيء منه إلى الحلق فإن من حام حول الحمى يوشك أن يقع فيه. (فتح القدير:٢/٢٤٩، فتاوی حقانیه: ١٦٨/٤، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٣/٢٩٠، جدید فقهی مسائل:١/١٨٨، كتاب الفتاوی:٣/٤٠١)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وكره له ذوق شيء، وكذا مضغه بلا عذر، وكره مضغ علك أبيض ممضوغ ملتئم، وإلا فيفطر. (٣/٣٥٢، مطلب فيما يكره للصائم)

ما في " **رد المحتار**" : (أو ذاق شيئاً بفمه) وإن كره (لم يفطر) وإن كره أي لعذر كما يأتي.

(٣/٢٣٣، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في " **البناية شرح الهداية** " : ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورة ومعنى) أما صورة فلأنه لم يصل إلى الجوف شيء من المنفذ المعهود، وأما معنى فلأنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه، (ويكره له) أي للصائم (ذلك) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما في الذوق من تعريض الصوم على الفساد) لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه.

(٢/٦٧٥، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فتاوی قاضیخان على هامش الهندية: ١/٢٠٤، الفصل الرابع فيما يكره الخ، المحيط البرهاني: ٢/٥٦٣، كتاب الصوم، الفصل السادس فيما يكره للصائم الخ، الفتاوى التاتارخانية: ١/١١٢، كتاب الصوم، الفصل السادس فيما يكره للصائم أن يفعله الخ، فتاوی محمودیه: ١٠/١٥٩، فتاوی حقانیه: ٤/١٧٤، فتاوی دار العلوم: ٦/٤٠٤، كتاب الفتاوی:٣/٤٠١، إمداد الفتاوی: ٢/١٤١)

روزہ کی حالت میں کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے

مسئلہ(۱۴۵): روزہ کی حالت میں بلاعذر کسی بھی چیز کا چکھنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی خاتون کا شوہر بداخلاق ہو اور کھانا خراب ہونے کی صورت میں مار پیٹ کرتا ہو، تو ایسی حالت میں عورت کے لیے پکی ہوئی چیزیں چکھنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن پھر بھی اگر کھانا حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

روزہ کی حالت میں ممسکِ حیض دوا کا استعمال

مسئلہ(۱۴۶): اگر کوئی عورت روزہ کی حالت میں ممسکِ حیض (حیض کو روکنے والی) دوا استعمال کرتی ہے، اور اس کے استعمال سے کوئی نقصان نہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس سے شرعی احکام متاثر نہیں ہوتے ہیں، یعنی حیض نہ آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہے، لیکن اگر اس دوا کا استعمال عورت کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو تو ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والفقه الإسلامي وأدلته** " : وكره ذوق شيء ومضغه بلا عذر كذا في الكنز. ومن العذر في الأول ما لو كان زوج المرأة وسيدها سيء الخلق فذاقت المرقة .

(الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۹ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۲/۶۷۰، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۰۴، الفصل الأول فيما يكره للصائم الخ ، فتح القدير:۲/۲۴۹)

ما في " **الفتاوى الولوالجية** " : الصائم إذا ضاق شيئاً بلسانه ولم يدخل حلقه لم يفطر.

(۱/۲۱۹، فتاوى حقانيه :۲/۱۵۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **نور الإيضاح** " : ويشترط لصحة أدائه ثلاثة : النية ، والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس ، والخلو عما يفسده. (ص:۱۲۵، كتاب الصوم ، فتاوى حقانيه :۲/۱۵۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۷۸، فتاوى حقانيه: ۴/۱۵۸، جامع الفتاوى:۵/۳۱۷)

استمناء بالید مفسدِ صوم ہے

مسئلہ(۱۴۷): اخراجِ منی یعنی جان بوجھ کرآلۂ تناسل سے منی نکالنا خواہ کسی بھی غرض سے ہو مفسدِ صوم ہے،اس کی وجہ سے غسل بھی واجب ہوگا،لیکن اگر منی نہیں نکلی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں کسی عورت کا فوٹو دیکھنا مفسدِ صوم نہیں

مسئلہ(۱۴۸): محض کسی عورت یا فوٹو کے دیکھنے سے یا کسی کا خیال اپنے دل میں جما لینے اور تفکر کرنے سے اگر احتلام ہوجائے تو اس صورت میں روزہ فاسد نہ ہوگا،اور نہ ہی اس پر قضا وکفارہ لازم ہوگا،گوکہ یہ فعل بجائے خود ناجائز وحرام ہے خصوصاً روزہ کی حالت میں۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : (وكذا الاستمناء بالكف) أي في كونه لا يفسد ، لكن هذا إذا لم ينزل ، أما إذا أنزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار.

(۳/ ۳۷۱ ، كتاب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في " **البحر الرائق والتاتارخانية** " : الصائم إذا عالج ذكره حتى أمنىٰ يجب عليه القضاء وهو المختار. (البحرالرائق : ۲/ ۴۷۵ ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/ ۱۰۶ ، فتاوى رحيميه: ۷/ ۲۶۲ ، فتاوى محموديه : ۱۰/ ۱۶۰، حقانيه : ۴/ ۱۸۴)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والهندية وفتح القدير** " : أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل لأنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه وهوالإنزال عن مباشرة ولا يلزم من الحرمة الإفطار.

(ص: ۳۶۱ ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰۴، فتح القدير: ۲/ ۳۳۳)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وإذا نظر إلى امرأته بشهوة فأمنى ، وفي الخانية : أو تفكر فأمنى لا يفسد، وفي الظهيرية : وكذا إن احتلم ، وفي الفتاوى العتابية : ولا يفسد بالنظر إلى فرج امرأته إن أمنى.

(۲/ ۱۰۶، فتاوى رحيميه : ۷/ ۲۶۲)

وکس، عطر وغیرہ سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ (۱٤۹): وکس (viks)، جھنڈو بام، عطریا اورکوئی سونگھی جانے والی چیز کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس کے اجزاء حلق میں نہ جائیں۔(۱)

قصداً دھواں منہ میں لینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا

مسئلہ (۱۵۰) : دھواں ان چیزوں میں سے ہے جن کے منہ کے اندر قصداً داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اور سگریٹ، بیڑی، یا سگار وغیرہ کا دھواں اندر ضرور جاتا ہے، اگر کسی نے قصداً انہیں پی لیا تو روزہ فاسد ہوگا، اور قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتاوی قاضيخان على هامش الهندية** " : وكذا إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد صومه. (۱/ ۲۰۸)

ما في " **رد المحتار** " : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) ولو ذاكراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه.........(أو ادهن أو اكتحل أو احتجم) وإن وجد طعمه في حلقه .....وفي القهستاني: طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(۳/ ۲٦٦،۳٦۷ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، رمضان کے شرعی احکام:ص/ ۱۷۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأي صورة كان الادخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما. (ص:۳٦۱)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) .... ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه."درمختار". (۳/ ۳٦٦ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، كتاب الفتاوى: ۳/ ۳۹۵)

کلی کے بعد منہ کی تری نگل لیا تو روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۵۱) : اگر کسی شخص نے کلی اچھی طرح کرلی، اور پانی کی کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی، اوراس نے اس تری کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا، کیوں کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔(۱)

روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانا

مسئلہ (۱۵۲) : روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر خون تھوک کے ساتھ نگل گیا اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ جائیگا، اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی استحساناً روزہ ٹوٹ جائیگا۔(۲)

روزے میں بواسیر کے مریض کو پائپ سے دوا پہونچانا

مسئلہ (۱۵۳) : روزے میں بواسیر کے مریض کو پائپ کے ذریعہ دوا اندر تک پہنچائی جائے تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والفتاوى الهندية** " : (أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق)."درمختار". قوله : (أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة) ....إذا بقي بعد المضمضة ماء فابتلعه بالبزاق لم يفطر لتعذر الاحتراز. (۳/ ۳٦۷ ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه، وإن كا نا سواء أفسد أيضاً استحساناً.

(۱/ ۲۰۳، رد المحتار: ۳/ ۳٦۸)

ما في " **تبيين الحقائق** " : لو دخل دمعه أو عرق جبينه أو دم رعافه حلقه فسد صومه.

(۲/ ۱۷۲، کتاب الفتاوی:۳/ ۲۹۹، احسن الفتاوی:٤/ ٤۳٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۲۸۹، فتاوی رحیمیه:۷/ ۲٥۹)

روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر صرف بواسیری جگہوں پر یا اوپری سطح پر مرہم لگایا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱)

روزہ میں دانتوں کے درمیان کی چیز نکال کر کھانا

مسئلہ (١٥٤): روزہ کی حالت میں اگر کسی شخص نے دانتوں کے درمیان کی چیز اپنے ہاتھ سے نکال لیا، پھر اس کو کھالیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **البحر الرائق** " : وأطلق الدواء فشمل الرطب واليابس لأن العبرة للوصول لا لكونه رطباً أو يابساً، وإنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد، ولو علم أن اليابس وصل فسد صومه . كذا في العناية.

(٤٨٧/٢، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **البحر الرائق وخلاصة الفتاوى** " : قوله : (أو أكل ما بين أسنانه)........وقيد بأكله لأنه لو أخرجه ثم ابتلعه فسد صومه.

(البحر الرائق : ٤٧٨/٢، خلاصة الفتاوى : ٢٥٥/١، رمضان کے شرعی احکام:ص/٢١٩)

جن علاقوں میں طویل دن ہو وہاں روزہ کس طرح رکھے؟

مسئلہ (۱۵۵): جن علاقوں میں ۲۰/ یا ۲۲/ گھنٹوں کا دن ہوتا ہے، وہاں طویل روزہ رکھنا ہوگا، البتہ ضعفاء اور کمزوروں کو استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے رخصت دی جائے گی، مگر جب دن چھوٹے ہو جائیں تو اس وقت قضاء لازم ہوگی، البتہ جہاں ایک طویل عرصہ تک دن باقی رہے، مثلاً چھ مہینے وغیرہ تو وہاں روزہ اندازاً ہوگا، قریبی ملک میں جتنے گھنٹے کا دن ہوگا اس کے برابر روزہ رکھا جائے گا۔(۱)

روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کا آپریشن کروانا

مسئلہ (۱۵٦): روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، جبکہ پیٹ اور دل کے آپریشن سے معدہ میں کوئی چیز نہیں جاتی ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير** " : وكذا لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لا شتغاله بالمعيشة له أن يفطر و يطعم ، لأنه استيقن أن لا يقدر على قضائه ، فإن لم يقدر على الإطعام لعسرته يستغفر الله ويستقيله ، وإن لم يقدر لشدة الحر كان له أن يفطر ويقضيه في الشتاء إذا لم يكن نذر الأبد .

(۲/ ۲٦۲، فصل في العوارض، فتاوی حقانیه: ٤/ ۱٤٥، نوادر الفقه: ۱/ ۲۷۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد. بدائع . "درمختار". قوله : (مفاده) أي مفاد ما ذكر متناً وشرحاً ، وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد ، وهو المراد بالاستقرار وإن لم يغب بل .=

روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری کروانا

مسئلہ (۱۵۷): روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری (Palastic Surgery) کسی ایسے عضو کی کی جائے کہ جہاں معدہ یا دماغ تک دوا پہونچنے کا منفذ یعنی راستہ نہ ہو، مثلاً ہاتھ، پیر وغیرہ کی سرجری ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر کان، آنکھ، ناک وغیرہ کی سرجری کی جائے اور دوا نہ ڈالی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں اگر دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

روزے میں انجکشن لگوانا

مسئلہ (۱۵۸): روزہ میں انجکشن لگوانا جائز ہے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۲)

= بقي طرف منه في الخارج أو كان متصلاً بشيء خارج لا يفسد لعدم استقراره.

(۳/ ۳٦۹، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **البحر الرائق** " : ولو شد الطعام بخيط وأرسله في حلقه وطرف الخيط في يده لا يفسد الصوم إلا إذا انفصل. (۲/ ٤۸۷، رمضان کے شرعی احکام:ص/۱۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن و الدبر ؛ بأن استعط أو احتقن أو أقطر في أذنه، فوصل إلى الجوف أو الدماغ فسد صومه، أما إذا وصل إلى الجوف فلا شك فيه؛ لوجود الأكل من حيث الصورة، وكذا إذا وصل إلى الدماغ ؛ لأن له منفذاً إلى الجوف ، فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف.

(۲/٦۰٦ ، فصل أركان الصيام، رمضان کے شرعی احکام:ص/۱۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : أو ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه في حلقه، =

اِن ڈورکاپی داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ(**۱۵۹**): اِن ڈورکاپی(Indoors Copy)ایک پتلی سی نلکی ہوتی ہے،جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کرکے اندرونی معائنہ کیا جاتا ہے،اس کے داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،بشرطیکہ اس پرکوئی سیال(Liquid)یا غیر سیال دوا نہ لگائی گئی ہو۔(۱)

= لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن ، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه إنه لا يفطر.

(۳۶۶/۳ ، ۳٦۷ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع ، ومن اغتسل في ماء وجد برده في باطنه لا يفطره هكذا في النهر الفائق.

(۲۰۳/۱، كتاب الصوم ، الباب الرابع ، البحر الرائق :٤٧٦/٢، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، النهر الفائق : ١٦/٣، ١٧، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **بدائع الصنائع** " : وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية ، بأن داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد ، لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ ، ولو علم أنه وصل يفسد في قول أبي حنيفة ، وإن داواها بدواء رطب يفسد عند أبي حنيفة ، وعندهما لا يفسد ، هما اعتبر المخارق الأصلية لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك ، ولأبي حنيفة إن الدواء إذا كان رطباً فالظاهر هو الوصول لوجود المنفذ إلى الجوف ، فيبنى الحكم على الظاهر. (۲۴۳/۲، كتاب الصوم ، فصل في فساد الصوم ، الفتاوى الهندية :٢٠٤/١ ، الباب الرابع ، فتاوى محموديه :١٥٢/١٠، فتاوى حقانيه :١٦٢/٤، فتاوى رحيميه :٢٥٧/٧ ، فتاوى عثماني :١٨١/٢، إمداد الفتاوى :١٤٤/٢، فتاوى دار العلوم : ٤٠٨/٦، أحسن الفتاوى :٤٣٢/٤ ، خير الفتاوى :٤٢/٤، رمضان کے شرعی احکام: ص/۱۹۸)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " :ولو أدخل اصبعه في استه أو المرأة في فرجها لا يفسد =

چیونگ گم چبانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ (**۱۶۰**): چیونگ گم (Chewing gum) چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیوں کہ اس کا مزہ حلق میں پایا جاتا ہے۔(۱)

روزے میں اجنبیہ عورت کو شہوت سے چھونا

مسئلہ (**۱۶۱**): اگر روزے کی حالت میں کسی اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ چھولیا، اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگا، اور اگر انزال نہ ہوتو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ اجنبیہ کو چھونے کا گناہ لازم آئے گا۔(۲)

=وهو المختار إلا إذا كانت مبتلةً بالماء أو الدهن ، فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية. (الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰٤، رد المحتار:۳/ ۳٦۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : إذا ابتلع سمسمة كانت بين أسنانه لا يفسد صومه ، وفي جامع الجوامع أبويوسف فطره ، وإن تناولها الخارج إن مضغها لا يفسد صومه إلا أن يجد طعمه في حلقه ، وفي الفتاوى العتابية : لو مضغ يفسد ولا كفارة.(۲/ ۱۰٤، كتاب الصوم، رمضان کے شرعی احکام:ص:۲۰۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو مس المرأة ورأى ثيابها فأمنى فإن وجد حرارة جلدها فسد وإلا فلا كذا في معراج الدارية. (۱/ ۲۰٤)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** ": وكذا إذا قبل امرأة بشهوة فأمنى أو مسها بشهوة فأمنى عليه القضاء دون الكفارة اهـ. (۱/ ۲۰۹)

روزے کی حالت میں خون نکلوانا

مسئلہ (**۱۶۲**) : روزہ کی حالت میں خون چیک کرانے کے لئے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱)

روزے کی حالت میں دوا زبان کے نیچے رکھنا

مسئلہ (**۱۶۳**): امراضِ قلب سے متعلق وہ دوائیں (Tablets) جنہیں نگلا نہیں جاتا، بلکہ زبان کے نیچے دبا کر رکھا جاتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں اس دوا کو اس طریقہ پر استعمال کیا جائے کہ دوا یا لعاب میں مل جانے والے اجزاء کو نگلنے سے بچا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں دوا کی کوئی شئ پیٹ میں داخل نہیں ہوتی ہے، مریض کو جو افاقہ ملتا ہے وہ دوا کا اثر ہے اور محض اثر مفسدِ صوم نہیں ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **جامع الترمذي** " : لقوله عليه السلام : " **ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة والقيء والاحتلام** ". (۱/۱۵۲، أبواب الصوم)

ما في " **المختصر القدوري والبدائع** " : وكان أنس يحتجم وهو صائم...... ولأن الحجامة ليس فيهاإلا إخراج الدم فصارت كالافتصاد أو ادهن أو اكتحل أو احتجم أو قبل لم يفطر.

(المختصر القدوري : ص۵۲ ، بدائع الصنائع : ۲/۱۶۶، أحسن الفتاوى : ۴/۴۳۵)

(۲)ما في " **رد المحتار** " : (أو إدهن أو اكتحل أو احتجم) وإن وجد طعمه في حلقه . "در مختار". لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن ، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماءٍ فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر.(۲/۳۶۷، احسن الفتاوى:۴/۴۳۵)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **رد المحتار**" : (كطعم أدوية) أي لو دق دواء فوجد طعمه في حلقه . زيلعى وغيره . وفي القهستاني: طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(۳/۳۶۷، موقع علماءِ الشريعة ، مفطرات الصيام المعاصرة)

روزے میں انہیلر یا گیس پمپ کا استعمال

مسئلہ (۱٦٤): جن لوگوں کو تنفس کا مرض ہوتا ہے، انہیں بعض اوقات انہیلر یا (Spray Asthma) یا گیس پمپ استعمال کرنا پڑتا ہے، " جس کے ذریعہ ہوا اور اس کے ساتھ دوا جو غالباً سفوف کی شکل میں ہوتی ہے" کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہونچ جاتا ہے، یہ حلق ہی کے راستہ سے جاتا ہے، لیکن معدہ میں نہیں جاتا، اگر چہ یہ بات جدید تحقیق سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ سفوف کا یہ جزء معدہ تک نہیں پہونچتا تب بھی روزہ فاسد ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک قصداً وارادةً دھویں یا غبار کو حلق میں داخل کرنے سے بھی روزہ فاسد ہوتا ہے، جب کہ یہ دھواں بھی معدہ تک نہیں پہونچتا۔(۱)

روزے میں بھپارا لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱٦٥): بعض دوائیں بھاپ کے ذریعہ اندر لی جاتی ہیں، اس کا ایک سادہ طریقہ تو وہی ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے کہ ابلتے ہوئے گرم پانی میں دوا ڈال دی جاتی ہے، اور اس سے نکلنے والی بھاپ کو ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے، آج کل اس کے لئے مشینی طریقے ایجاد ہوئے ہیں، اس طرح بھاپ لینا روزہ کو فاسد کردے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان۔"تنوير"۔ ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كا ن اهـ . (۳/۳٦٦ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، كتاب الفتاوى:۳/۳۹٤، فتاوى محموديه: ۱۰/۱٥٤ ، فتاوى حقانيه:٤/۱۷۰ ، جامع الفتاوى:٥/۳۱۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والفقه الإسلامي وأدلته**" :

ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر۔"درمختار"۔ قوله: (أنه لو أدخل حلقه الدخان) أي بأي صورة كان الإدخال ، حتى لو تبخر ببخور ، فآواه إلى نفسه واشتمه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه،=

روزے میں جوف تک دوا پہونچانا کیسا ہے؟

مسئلہ(۱۶۶): بعض سیال یا غیر سیال دوائیں (Injection of Liquid) اینما یا کسی اور طریقہ سے اندر پہونچائی جاتی ہیں، یہ دوائیں چوں کہ جوف تک پہونچتی ہیں اس لئے مفسدِ صوم ہیں، خواہ سیال ہوں یا غیر سیال، اس لئے کہ اعتبار سیال یا غیر سیال کا نہیں بلکہ وصول اِلی الجوف (پیٹ تک پہونچنا) کا ہے۔(۱)

بحالتِ روزہ دبر، کان یا ناک میں دوا پہونچانا

مسئلہ(۱۶۷): احتقان یعنی پیچھے کی راہ سے دوا کا اندر پہونچانا، استعاط یعنی ناک میں دوا چڑھانا، اقطار یعنی کان میں دوا ٹپکانا، ان تینوں صورتوں میں وصول اِلی الجوف ہو ہی جاتا ہے، اس لئے روزہ

= وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس. ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله اهـ.

(رد المحتار: ۳/۳٦٦، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۳٦۱، ۳٦۲، الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/٦۵۷، جدید مسائل اور ان کا حل: ۱/۱۸٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**البحر الرائق والهندية**": إن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه أو داوى جائفة أو آمة بدواء، ووصل الدواء إلى جوفه أو دماغه أفطر. "كنز" ...... أطلق الدواء فشمل الرطب واليابس لأن العبرة للوصول لا لكونه رطباً أو يابساً، وإنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد، ولو علم أن اليابس وصل فسد صومه كذا في العناية.

(البحرالرائق: ۲/٤۸۵، ٤۸۷، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، الفتاوى الهندية: ۱/۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

فاسد ہو جائیگا۔(۱)

بحالتِ روزہ امراضِ معدہ میں آلات داخل کرنا

مسـئلـه(۱٦۸): امراضِ معدہ کی تحقیق کے لئے بعض جدید آلات معدہ میں داخل کیے جاتے ہیں، اگر ان پر کوئی سیال مادہ (Liquid) وغیرہ لگایا گیا ہو، جس سے آلہ کا داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے، تو اس آلہ پر لگے لکوئیڈ (Liquid) کے معدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے روزہ فاسد ہونا چاہیے، کیوں کہ اس پر غیبوبت فی الجوف صادق آرہا ہے، جو فسادِ صوم کی شرط ہے، جیسا کہ شامی کی یہ عبارت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق والفتاوى الهندية ورد المحتار** " : وإن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه......... ووصل الدواء إلى جوفه أو دماغه أفطر.

(البحر الرائق :۲/٤۸٥، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية :۱/۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، رد المحتار: ۳/۳۷٦، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **رد المحتار** " : قلت : ولم يقيدوا الاحتقان والاستعاط والإقطار بالوصول إلى الجوف بظهوره فيها اهـ. (۳/۳۷٦ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح وفتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : وإذا احتقن يفسد صومه.

(الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۰۲، الفصل الرابع ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص۳٦۷ ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء من غير كفارة ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۱/۲۱۰، الفصل السادس فيما يفسد الصوم)

ما في " **خلاصة الفتاوى** " :وما وصل إلى جوف الرأس والبطن من الأذن والأنف والدبر فهو مفطر بالإجماع وفيه القضاء وهي مسائل الإفطار في الأذن والسعوط والوجور والحقنة.اهـ.

(۱/ ۲٥۳، خير الفتاوى:٤/٥۹)

اس پر شاہد ہے۔(۱)

مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالنا

مسئلہ (۱۶۹): اگر مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اوراس پر کوئی لکویڈ(Liquid) وغیرہ لگی ہوتو امام ابویوسف کے نزدیک اس صورت میں روزہ فاسد ہوجائے گا، کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ: مثانہ اورمعدہ کے درمیان منفذ ہے، جس سے یہ دوایا لکویڈ(Liquid)معدہ تک پہونچ جاتی ہے۔(۲)

روزہ دار کا حوض یا تالاب میں غوطہ لگانا

مسئلہ (۱۷۰): اگرروزہ دارکسی حوض یا تالاب میں غوطہ لگائے، اور پانی کان میں داخل ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : مفاد ما ذكرنا متناً وشرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار. (۳/۳٦۹، جدید فقهی مسائل:۱/۱۸٦)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق** " : وإن أقطر في إحليله لا.....أي لا يفطر، أطلقه فشمل الماء والدهن وهذا عندهما خلافاً لأبي يوسف رحمه الله. (۲/٤۸۸ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة علی ما قلنا:

(۳) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : لو دخل الماء في أذنه اختلفوا فيه، والأصح هو الفساد لوصوله إلى الرأس ووصول ما فيه صلاح البدن غير معتبر.اهـ.

(۲/۱۰۲، كتاب الصوم ، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوى حقانيه :٤/١٦٥)

روزہ میں پان تمباکو وغیرہ کا استعمال مفسدِ صوم ہے

مسئلہ (**۱۷۱**): روزہ میں پان تمباکو کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا، اس لئے کہ شریعت نے اَکل کا کوئی قطعی معنی متعین نہیں کیا ہے، اور جن الفاظ کے مفہوم کی شارع کی طرف سے تحدید وتعیین نہ ہوئی ہو، ان کا معنی ومصداق عرف سے متعین ہوتا ہے، بس عرف میں جن چیزوں کے چبانے کو کھانا کہا جاتا ہے، سوان چیزوں کا چبالینا ہی کھالینے کے حکم میں ہے، اس لئے پان تمباکو کھانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

نیز یہ کہ ان چیزوں کے استعمال میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے، کہ اس کے اجزاء لعابِ دہن کے ساتھ حلق تک پہونچ جائیں، اور شریعت میں جہاں کسی بات کا قوی امکان پایا جاتا ہو، اور عملاً اس بات کی تحقیق دشوار ہو کہ وہ بات واقع ہوئی بھی ہے یا نہیں؟ تو وہاں امکان کو واقع ہونے کا درجہ دیا جاتا ہے، لہذا اس کے استعمال پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية**" : وإن أكل ورق الشجر فإن كان مما يؤكل كورق الكرم فعليه القضاء والكفارة. (۱/ ۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **حاشية الطحطاوي على مرافي الفلاح** " : وعلى هذا الورق الحبشي والحشيشة والقطاط إذا أكله فعلى القول الثاني لا تجب الكفارة لأنه لا نفع فيه للبدن ، وربما يضره وينقص عقله ، وعلى القول الأول تجب ، لأن الطبع يميل إليه وتنقضي به شهوة البطن انتهى. قلت : وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان ، إذا شربه في لزوم الكفارة.

(ص: ٣٦٤ ، باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة ، جديد فقهي مسائل : ١/ ١٩٠)

روزہ کی حالت میں دھاگا بانٹنا

مسئلہ(۱۷۲) : اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں رنگین دھاگہ منھ میں پکڑ کر بانٹے جس کی وجہ سے رنگ کا اثر تھوک میں آجائے اور وہ اس تھوک کو نگل لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **الفطر مما دخل وليس مما خرج** ". (۲٦١/٤ ، باب الإفطار بالطعام وبغير الطعام)

ما في " **رد المحتار** " : (أو ذاق شيئاً بفمه) وإن كره (لم يفطر) .... وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مراراً وإن بقي فيه عقد البزاق إلا أن يكون مصبوغاً وظهر لونه في ريقه وابتلعه ذاكراً ، ونظمه ابن الشحنة فقال:

مكرر بل الخيط بالريق فاتلاً بادخاله في فيه لا يتضرر

وعن بعضم :

أن يبلغ الريق بعد ذا يضر كصبغ لونه فيه يظهر

قوله : (وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مراراً الخ) .... وذكر الزندويستي إذا فتل السلكة وبلها بريقها ثم أمرها ثانياً في فيه ثم ابتلع ذلك البزاق فسد صومه. اهـ.

(۳۳۳/۳ ، ۳۳٤ ، كتاب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في " **البحر الرائق** " : وفي الفتاوى الظهيرية : صائم عمل الإبريسم فأخذ الإبريسم في فيه فخرجت خضرة الصبغ أو صفرته أو حمرته واختلطت بالريق فاخضر الريق أو أصفر أو أحمر فابتلعه وهو ذاكر صومه فسد صومه.

(٤٩٠/۲، كتاب الصوم ، باب فى ما يفسد وما لا يفسد ، وكذا في الفتاوى الهندية : ۲۰۲/۱ ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة ، وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲۱۲/۱، الفصل السادس فيما يفسد الصوم) =

طلوعِ فجر کے بعد دوا کا اثر منہ میں محسوس ہونا

مسئلہ(۱۷۳): دوائی کھانے کے بعد اگر طلوعِ فجر کے وقت یا اس کے بعد، منہ میں دوائی کا اثر محسوس ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، بشرطیکہ حلق سے نیچے نہ جائے، لیکن جب حلق سے اتر کر پیٹ کے اندر پہنچ جائے تو پھر روزہ باقی نہیں رہے گا، بلکہ فاسد ہوجائے گا۔(۱)

دانت کا خون اگر زیادہ ہے تو مفسدِ صوم ہے

مسئلہ (۱۷٤): روزے کی حالت میں اگر دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے، اور خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح خون تھوک سے زیادہ یا مساوی یعنی برابر ہو تب بھی روزہ فاسد ہوجائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔(۱)

= ما في " **كتاب المبسوط للسرخسي** " : ثم حاصل المذهب عندنا أن الفطر متى حصل بما يتغذى به أو يتداوى به تتعلق الكفارة به زجراً ، فإن الطباع تدع إلى الغذاء و كذلك الدواء لحفظ الصحة إو إعارتها.(٣/٧٩ ، كتاب الصوم ، إمداد الفتاوى :٢/١٣١، فتاوى حقانيه:٤/١٦٠)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **السعاية في كشف ما في شرح الوقاية** " : قال العلامة عبدالحي : ودخول شيء في فمه فإنه لو دخل شيء من الخارج في فمه لا يفسد صومه ما لم يدخل في حلقه ، وهذا آية كونه خارجاً فإنه لو كان داخلاً لفسد صومه في هذه الصورة لأن دخول شيء من الخارج إلى الداخل مفسد له.

(١/٢٧٨،كتاب الطهارة ، فرض الغسل، فتاوى حقانيه : ٤/١٦٠)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الفتاوى الهندية** " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه.......... وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه وإن كانا سواء أفسد أيضاً استحساناً. (١/ ٢٠٣، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **رد المحتار** " : أو خرج الدم بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه، أما إذا وصل فإن =

بحالتِ روزہ حلق میں دھواں داخل کرنا

مسئلہ(۱۷۵): اگر رمضان المبارک میں خوشبو کے لئے مسجد یا گھر میں لوبان، اگر بتی وغیرہ جلائی جائے، اور قصداً وارادۃً (جان بوجھ کر) دھواں سونگھا جائے اور حلق میں داخل کرلیا جائے، تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۱)

کان میں دوا یا تیل ڈالنا مفسدِ صوم ہے

مسئلہ(۱۷۶): اگر کوئی شخص کان میں دوا یا تیل ڈالے، تو چونکہ وہ دوا یا تیل دماغ تک پہونچ جاتا ہے اور دماغ کو فائدہ دیتا ہے، لہذا روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

= غلب الد م أو تساويا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه." بزازية ".
(۳/۳٦۷،۳٦۸ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، فتاوى رحيميه : ۲٥۸/۷، فتاوى حقانيه : ٤/١٦٤، كتاب الفتاوى:۳/۳۸۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتم دخاناً ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه ، وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس. مراقي الفلاح .
(ص:۳٦۱،۳٦۲، باب في بيان ما يفسد الصوم ، رد المحتار : ۳٦٦/۳، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده، فتاوى رحيميه : ۲٦۲/۷، فتاوى محموديه : ۱۰/ ۱٥۳، كتاب الفتاوى:۳/۳۹٥)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : أو أقطر في أذنه دهناً اتفاقاً أو أقطر في أذنه ماء في الأصح لوصول المفطر دماغه بفعله فلا عبرة بصلاح البدن وعدمه.
(ص: ۳٦۸، باب مايفسد الصوم ويوجب القضاء ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۱۰۱، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد ، الفصل الرابع) =

اندرونی زخم کی راہ سے مفطرات کا پہنچنا

مسئلہ (۱۷۷): منہ، کان، ناک، مقعد، فرج، شکم، اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے مفسدِ صوم (روزہ کو توڑ دینے والی) اشیاء جوفِ معدہ یا دماغ تک پہونچ جائے تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔(۱)

عورت کی شرمگاہ میں نلکی کا داخل کرنا

مسئلہ (۱۷۸): اگر عورت کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اور اس پر لکویڈ (Liquid) یا کوئی اور دوا وغیرہ لگی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۲)

= ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه لقوله عليه السلام : "**الفطر مما دخل**" ولوجود معنى الفطر.

(فتح القدير: ۳٤٦/۲، باب ما يوجب القضاء أو الكفارة ، الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰٤، فتاوى رحيميه : ۲٤٦/۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲۸۵/۳، جدید فقہی مسائل:۱۸۳/۱، خير الفتاوى:۷٦/٤، جامع الفتاوى:۳۱۹/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البدائع** " : وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن و الدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه.

(٦۰٦/۲ ،كتاب الصوم ، فصل في أركان الصيام ، فتاوى رحيميه :۲٤٦/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : أو أدخل اصبعه اليابسة فيه أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد ." درمختار" .... قوله : لبقاء شيء من البلة في الداخل. (۳٦۹/۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **الهندية والبحر الرائق** " : ولو أدخل اصبعه في استه أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية.

(۲۰٤/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ،البحرالرائق : ٤۸۷/۲ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده) =

عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوا رکھنا

مسئلہ (**۱۷۹**) : اگر بحالتِ صوم عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوا رکھی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

= ما في " **رد المحتار**" : وأما في قبلها فمفسد إجماعاً لأنه كالحقنة ." درمختار". ....قلت : الأقرب التخلص بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف ، إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكم.

(۳/۳۷۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، خير الفتاوى:٤/۷۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والبحر الرائق والخلاصة**" : وفي الإقطار في إقبال النساء يفسد بلا خلاف وهو الصحيح هكذا في الظهيرية .

(۱/۲۰٤، الباب السابع فيما يفسد ومالا يفسد ، البحرالرائق :۲/٤۸۸ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، خلاصة الفتاوى :۱/۲٥۳)

ما في " **رد المحتار**" : بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكم.

(۳/۳۷۲، فتاوى حقانيه :٤/۱٦۸، فتاوى رحيميه:۷/۲٥٦)

آلاتِ تحقیق کا عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا

مسئلہ (۱۸۰): بسا اوقات تحقیقِ مرض کیلئے بعض آلات عورت کے آگے کی راہ سے رحم تک پہونچائے جاتے ہیں، اگر ان آلات پر کوئی دوا وغیرہ لگائی گئی ہو تو دوا کا کچھ نہ کچھ جزء اندر باقی رہے گا، اس لیے روزہ فاسد ہوگا(۱)۔ البحر الرائق میں ہے کہ: ''جب انگلی پانی یا تیل سے تر ہو تو پانی یا تیل کے پہنچنے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوگا'' (۲)۔ اسی طرح ردالمحتار میں ہے: ''اندر کچھ نہ کچھ تری کے باقی رہ جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوگا۔ (۳)

لیڈیز ڈاکٹر کا روزہ دار عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا

مسئلہ (۱۸۱): حمل کے ابتدائی ایام میں لیڈیز ڈاکٹر بعض مرتبہ دستانہ پہن کر اور بعض مرتبہ دستانے کے بغیر حاملہ عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر لیڈیز ڈاکٹر خشک دستانہ پہن کر، یا خشک انگلی داخل کر کے معائنہ کرتی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر گیلا دستانہ یا گیلی انگلی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے، یا ایک مرتبہ خشک دستانہ یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد جب اس پر رطوبت لگ جائے، نکال کر دوبارہ داخل کرتی ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، قضا

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **موقع علماء الشريعة : مفطرات الصيام المعاصرة للشيخ ابن عثيمين رحمه الله تعالى**'' : إن المنظار لا يفطر إلا إذا وضع مع المنظار مادة دهنية مغذية تسهل دخول المنظار فههنا يفطر الصائم بهذه المادة لا بدخول المنظار لأنه لا يفطر إلا المغذي.

(۲) ما في '' **البحر الرائق**'' : إلا إذا كانت الاصبع مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن. (۴۸۷/۲)

(۳) ما في '' **رد المحتار**'' : لبقاء شيء من البلة في الداخل . (۳۶۹/۳، خير الفتاوى:۷۷/۴)

لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔(۱)

سگریٹ نوشی سے روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئلہ (۱۸۲): سگریٹ پینے سے سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعے حلق کے اندر چلا جاتا ہے، جو فسادِ صوم کا سبب ہے، لہذا سگریٹ نوشی مفطرِ صوم ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن ، هكذا في الظهيرية.

(۱/۲۰٤ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء ، البحر الرائق :۲/٤۸۷ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم ، الدر المختار مع رد المحتار:۳/۳۲۹ ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۱۰۳، كتاب الصوم ، الفصل الرابع ما يفسد الصوم ، بدائع الصنائع :۲/۲٤٤، كتاب الصوم ، مفسداته ، تبيين الحقائق : ۲/۱۸۳، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، خير الفتاوى :٤/۸۷ ، بهشتي زيور:۱۳۱، ۱۳۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **بدائع الصنائع** " : قال علاؤالدين : ولو دخل الغبار أو الدخان أو الرائحة في حلقه لم يفطره ، وإن أدخله حلقه متعمداً ، روي عن أبي يوسف أنه إن تعمد عليه القضاء ولا كفارة عليه.

(۲/٦۰۰ ، كتاب الصوم ، فصل أركان الصيام)

ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة ورد المحتار** " : قال عبد الرحمن الجزائري : شرب الدخان المعروف وتناول الأفيون والحشيش ونحوذلك ، فإن الشهوة فيه ظاهرة.

(الفقه على المذاهب الأربعة :۱/٤۹۰، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، ومثله في رد المحتار : ۳/۳٦٦ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فتاوى حقانيه:٤/۱۸۵)

روزہ دار کے حلق میں مکھی یا مچھر چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ(۱۸۳): اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی یا مچھر چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، گرچہ وہ مکھی یا مچھر پیٹ ہی میں پہونچ جائے۔(۱)

نکسیر سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۱۸٤): اگر کسی روزہ دار کی نکسیر پھوٹ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ نکسیر کا خون حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔(۲)

روزے کی حالت میں چہرے پر کریم لگانا

مسئلہ(۱۸۵): روزے کی حالت میں چہرے اور جسم پر کریم لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اس

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**": وما ليس بمقصود بالأكل ولا يمكن الاحتراز عنه كالذباب إذا وصل إلى جوف الصائم لم يفطره كذا في إيضاح الكرماني.

(۱/۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في "**مجمع الأنهر**": وإن دخل في حلقه غبار أو دخان أو ذباب وهو ذاكر لصومه لا يفطر.

(۱/۳٦۱، كتاب الصوم، الهداية: ۱/۲۱۸، باب ما يوجب القضاء والكفارة، الجوهرة النيرة: ۱/۳۳٤، كتاب الصوم، مطلب في ما لا يفسد الصوم، الاختيار لتعليل المختار: ۱/۱۹۰، خير الفتاوى: ٤/۸۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**فتاوى قاضيخان على هامش الهندية**": ولو دخل دمعه أو عرق جبهته أو دم رعافه حلقه فسد صومه.

(۱/۲۱۱، النهر الفائق: ۲/۱۵، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، أحسن الفتاوى: ٤/٤۳۸)

لیے کہ روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے جب کوئی چیز بعینہ فطری منفذ کے ذریعے پیٹ یا دماغ تک پہنچے، اگر کوئی چیز مساماتِ بدن کے ذریعے جسم میں داخل ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۱)

ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئلہ (**۱۸۶**) : ناک میں دوا ڈالنے اور پانی پہونچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح پانی حلق میں پہنچنے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، لہذا غسلِ جنابت میں غرغرہ اور استنشاق میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : إذا ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه في حلقه، " **در مختار** "

"**وفى الشامية**": لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر . (۳۲۷/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : أو استعط في أنفه شيئاً۔"درمختار"۔ قال الشامي : والسعوط: الدواء الذي صب في الأنف اهـ. (۳۷٦/۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : وكذا السعوط والوجور والقطور في الأذن، أما الحقنة والوجور فلأنه وصل إلى الجوف ما فيه صلاح البدن.

(۲۱۰/۱، الفصل السادس ، فيما يفسد الصوم ، وكذا في الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، وكذا في مراقي الفلاح :ص ٦۷۲ ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء .

ما في " **تبيين الحقائق ورد المحتار** " : وان احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه أو داوى جائفة أو آمة بدواء ووصل إلى جوفه أو دماغه أفطر.

(تبيين الحقائق :۱۸۱/۲، رد المحتار: ۳۷٦/۳ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، بدائع الصنائع :۱۳۹/۱،

روزہ کی حالت میں لفافہ کا گوندزبان سے چاٹنا

مسئلہ (۱۸۷): اگر روزہ کی حالت میں زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر چاٹنے کے بعد تھوک دیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔(۱)

البحر الرائق : ۲/۴۸۶، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، جدید فقهی مسائل:۱/۱۸۷، فتاوی دارالعلوم: ۶/۴۱۶، فتاوی محمودیه: ۱۰/۱۳۹)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : قال في العلائية: وكره له ذوق شيء، وكذا مضغه بلا عذر قيد فيهما قاله العیني ککون زوجها أو سیدها سيء الخلق فذاقت۔ وفي الشامية: الظاهر أن الكراهة فی هذه الأشياء تنزيهية." رملي" .

(۳/۳۹۵ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب فيما يكره للصائم، كتاب الفتاوی:۳/۴۰۰، احسن الفتاوی:۴/۴۵۲)

مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا

مسئلہ (۱۸۸): اگر مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہوجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر تھوک خون کے برابر ہے یا زیادہ ہے، اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائیگا (۲)، اور اگر خون کم ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنا

مسئلہ (۱۸۹): اگر روزہ کی حالت میں بیوی سے باقاعدہ ہم بستری نہیں کی، بلکہ صرف بوس وکنار ہونے یا ساتھ میں لیٹنے کی وجہ سے انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا (۲)، اور قضاء لازم ہوگی، اور اگر باقاعدہ ہم بستری کرلی ہے تو قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : أو خرج الدم بين أسنانه ودخل حلقه ، يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، وإلا لا ؛ إلا إذا وجد طعمه ." در مختار". قلت : ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ، ولو نائماً فيجب عليه القضاء.

(۳/ ۳٦۸، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، أحسن الفتاوى : ٤/ ٤٤٧، فتاوى دار العلوم :٦/ ٤١٤، كتاب الفتاوى:۳/۳۹۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والهندية**" : ولو قبلة فاحشة بأن يدغدغ أو يمص شفتيها أو لمس ولو بحائل لا يمنع الحرارة أو استمنى بكفه أو بمباشرة فاحشة ولو بين المرأتين فأنزل قيد للكل حتى لو لم ينزل لم يفطر ." در مختار". وقيل : إن تكلف له فسد اهـ . قال الرملي : ينبغي ترجيح هذا لأنه ادعى في سببية الإنزال تأمل.

(۳/۳۷۹ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد ، إمداد الفتاوى : ٦/ ١٦٤، فتاوى دار العلوم :٦/ ٤١٧ـ ٤٢٠، فتاوى محموديه : ١٠/١٤٥)

بحالتِ روزہ حلق میں پانی چلا جائے

مسئلہ (**۱۹۰**) : اگر وضو وغیرہ کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے، اور روزہ سے ہونا یاد بھی ہو تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں، لیکن پھر دن بھر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔(۱)

مرد کا اپنے عضوِ مخصوص کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا

مسئلہ (**۱۹۱**): مرد اپنے عضو مخصوص کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے، تو مرد اور عورت دونوں کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور دونوں پر قضاء و کفارہ لازم ہوگا، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار وفتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : (وإن أفطر خطأً) كأن تمضمض فسبقه الماء۔درمختار۔ قوله : (فسبقه الماء) أي يفسد صومه إن كان ذاكراً له وإلا فلا.

(۳/۳۷٤ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲۰۹/۱، الفصل السادس فيما يفسد الصوم)

ما في " **الجوهرة النيرة والفتاوى التاتارخانية** " : فالمخطيء هو أن يكون ذاكراً للصوم غير قاصد للشرب كما إذا تمضمض وهو ذاكر للصوم فسبق الماء إلى حلقه .... فسد صومه.

(۲۰۱/۱،كتاب الصوم ، الفتاوى التاتارخانية : ۱۰۲/۲، الفصل الرابع في ما يفسد الصوم وما لا يفسده، إمداد الفتاوى : ۱۲۹/۲، امداد الفتاوى:۱۲۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وفتاوى قاضيخان** " : (وإن جامع) المكلف آدمياً مشتهى (في رمضان أداء) لما مر (أو جومع) أو توارت الحشفة (في أحد السبيلين) أنزل أو لا .... اهـ. ". درمختار" .(۳۸۵/۳،۳۸٦، مطلب في حكم الاستمناء بالكف ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲۱۳/۱، الفصل السادس فيما يفسد الصوم، احسن الفتاوى:٤۵۷/٤)

روزہ میں نسوار کا استعمال

مسئلہ (۱۹۲): نسوار منہ میں ڈالنے سے لعاب کے ساتھ مل کر پیٹ کے اندر چلی جاتی ہے، جو فسادِ صوم کا ذریعہ ہے، بلکہ نسوار کے عادی لوگ تو اس کو غذا کا نعم البدل سمجھتے ہیں، اس لئے نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔(۱)

بندوق کی گولی پیٹ میں رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئلہ (۱۹۳): اگر کسی شخص کو بندوق کی گولی پیٹ میں لگے، اور پیٹ میں ہی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اختلفوا في معنى التغذي ، قال بعضهم : أن يميل الطبع إلى أكله وتنقضي شهوة البطن به ، وقال بعضهم: هو ما يعود نفعه إلى صلاح البدن ، وفائدته فيما إذا مضغ لقمة ثم أخرجها ثم ابتلعها ، فعلى الثاني يكفر لا على الأول ، وبالعكس في الحشيشة لأنه لا نفع فيها للبدن ، وربما تنقص عقله ويميل إليها الطبع وتنقضي بها شهوة البطن.

(۳۸٦/۳ ، حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح : ص ۳٦۱، باب في بيان ما لا يفسد الصوم ، فتاوی حقانیه :۱٦۷/٤، خير الفتاوى:٧٣/٤، فتاوى عثمانی:۱۹۲/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية وخلاصة الفتاوى وفتح القدير والمبسوط للسرخسي** " : ولو طعن برمحٍ أو أصابه سهم وبقي في جوفه فسد. اهـ.

(۲۰٤/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ،خلاصة الفتاوى : ۲٥۳/۱، كتاب الصوم ، الفصل الثالث فيما يفسد الصوم ، فتح القدير: ۳٤٦/۲، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، وكذا في المبسوط للسرخسي : ۹۸/۳، كتاب الصوم ، دار المعرفة بيروت ، فتاوى حقانيه : ۱٦۷/٤)

روزہ کی حالت میں کچھ کھاپی لینا

مسئلہ (۱۹۴): اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں کسی کے مجبور کرنے پر، یا غلطی سے کچھ کھاپی لے تو اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا، اوراس صورت میں اس پر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔(۱)

روزے میں مٹی کھانے سے روزہ ٹوٹ جائیگا

مسئلہ (۱۹۵): اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ایسی مٹی کھالے، جس کے ذریعے سر دھویا جاتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہے تو اس پر فسادِ صوم کی وجہ سے قضاء وکفارہ دونوں واجب ہوں گے۔(۲)

روزے میں دانتوں کے درمیان کی چیز نکال کر کھانا یا نگلنا

مسئلہ (۱۹۶): روزے کی حالت میں دانتوں کے درمیان اٹکے ہوئے ذرہ کو کھالیا، اور وہ ذرہ چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر کسی نے دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی چیز کو ہاتھ سے باہر نکالا، پھر دوبارہ اس کو کھالیا یا نگل لیا تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا،

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوی الهندية** " : لو أكل مكرهاً أو مخطأً عليه القضاء دون الكفارة۔ كذا في فتاوی قاضيخان .

(۲۰۲/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، فتاوی قاضيخان علی هامش الهندية : ۲۰۹/۱، الفصل السادس فيما يفسد الصوم، رمضان کے شرعی احکام:۱۹۷)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوی الهندية** " : ولو أكل الطين الذي يغسل به الرأس فسد صومه، وإن كان يعتاد أكل هذا الطين فعليه القضاء والكفارة، هكذا في الظهيرية.

(۲۰۲/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، رمضان کے شرعی احکام:۱۷٤)

اگر چہ وہ چیز تل کے برابر ہو، یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔(۱)

روزہ کی حالت میں رال یا لعاب نگل لینا

مسئلہ (۱۹۷): اگر کسی شخص نے عورت کے منہ پر بوسہ اس طرح لیا، کہ عورت کی رال یا لعاب، یا مرد کی رال یا لعاب اس کے منہ میں گیا، اور اس نے اپنے رال یا لعاب کے ساتھ اس کو بھی نگل لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس صورت میں قضاء وکفارہ دونوں لازم ہونگے۔(۲)

جمائی لیتے وقت پانی کا قطرہ منہ میں چلا گیا

مسئلہ (۱۹۸): روزے کی حالت میں کسی شخص نے جمائی لی، اور جمائی لیتے وقت سر اوپر کو اٹھایا اور پرنالہ جاری تھا، جس کی وجہ سے پانی کا قطرہ اس کے حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ایسے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وإن أكل ما بين أسنانه.... إن كان كثيراً يفسد، والحمصة وما فوقها كثير وما دونها قليل، وإن أخرجه وأخذ بيده ثم أكل ينبغي أن يفسد كذا في الكافي.....وإذا ابتلع سمسمة بين أسنانه لا يفسد صومه لأنه قليل، وإن ابتلع من الخارج يفسد.....اهـ. (۲۰۲/۱، ۲۰۳، بهشتی زیور:ص:۱۳۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : ومنه ابتلاع بذاق زوجته أوبذاق صديقه لأنه يتلذذ به. (ص:۳٦٥)

ما في " **رد المحتار والفتاوى الهندية** " : وكذا لو خرج البزاق من فمه ثم ابتلعه ، وكذا بزاق غيره لأنه مما يعاف منه ، ولو بذاق حبيبه أو صديقه وجبت كما ذكره الحلواني لأنه لا يعاف.

(۳۸۷/۳،كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، الفتاوى الهندية : ۲۰۳/۱)

ہی اگر بارش یا اولے کا پانی حلق میں داخل ہو گیا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

آنسو یا پسینہ روزے دار کے منہ میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ (**۱۹۹**) : اگر روزہ دار رو رہا ہو اور روتے ہوئے کثیر مقدار میں آنسو اس کی آنکھ سے بہتے رہے اور منہ میں داخل ہوتے گئے، یہاں تک کہ سارا منہ کھارا ہو جائے، یا اس نے بہت سے آنسوؤں کو نگل لیا تو روزہ فاسد ہوگا۔ یہی حکم چہرے کے پسینے کا بھی ہے کہ جب وہ روزے دار کے منہ میں داخل ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۲)

روزہ کی حالت میں بتکلف قے کرنا

مسئلہ(**۲۰۰**): اگر کسی شخص نے روزے کی حالت میں بتکلف منہ بھر کر کھانا، پانی یا پت کی قے کیا، یا قے کو از خود لوٹا لیا، تو اس صورت میں اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوی الهندية** " : ولو تثاءب فرفع رأسه فوقع في حلقه قطرة ماء انصب من ميزاب فسد صومه، هكذا في السراج الوهاج. والمطر والثلج إذا دخل حلقه يفسد صومه وهو الصحيح كذا في الظهيرية. (۲۰۳/۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوی الهندية** " : والدموع إذا دخلت فم الصائم.........إن كان كثيراً حتى وجد ملوحته في جميع فمه واجتمع شيء كثير فابتلعه يفسد صومه، وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم كذا في الخلاصة. (۲۰۳/۱، رمضان کے شرعی احکام:۲۰٤)

والحجة علی ما قلنا:

(۳) ما في " **الفتاوی الهندية** " : إذا قاء أو استقاء مل ء الفم........ فلا فطر على الأصح إلا في الإعادة =

روزہ کی حالت میں حقہ پینا

مسئلہ (۲۰۱): اگر روزہ دار بحالتِ روزہ حقہ پیتا ہے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۱)

وہ افعال جن کے عمداً کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

مسئلہ (۲۰۲): جان بوجھ کر کوئی ایسا کام کرنا، جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس سے روزے کی قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں، مثلاً جان بوجھ کر کھا پی لیا، یا جس سے محبت ہے اس کا تھوک نگل لیا جیسے شوہر اپنی بیوی کا، یا دوست اپنے دوست کا تھوک نگل لے(۲)، خواہ مسئلہ معلوم ہو یا نہ

= والاستقاء بشرط ملء الفم ـ هكذا في النهر الفائق......... وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماء أو مرّة ....اهـ. (۲۰٤/۱)

ما في " **رد المحتار** " : وإن ذرعه القيء و خرج ولم يعد لايفطرمطلقا ملأ أو لا ، وإن أعاده أو قدرحمصة منه فأكثر ." حدادي ". أفطر إجماعاً ولا كفارة إن ملأ الفم وإلا لا هو المختار ، وإن استقاء أي طلب القيء عامداً أي متذكراً لصومه إن كان ملء الفم فسد بالإجماع مطلقاً . (۳/ ۳۹۳ ، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده، كتاب الفتاوى:۳/ ۳۹۱، احسن الفتاوى:٤/ ٤٤۳، خير الفتاوى:٤/ ٦٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه."درمختار". (۳/ ۳٦٦ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : إذا أكل متعمداً ما يتغذى به أويتداوى به يلزمه الكفارة. (۱/ ۲۰۵)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو ابتلع بزاق غيره فسد صومه بغير كفارة إلا إذاكان بزاق صديقه ، فحينئذ تلزمه الكفارة كذا في المحيط. (۱/ ۲۰۳)

ما في " **رد المحتار ومراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** ": ولو بزاق حبيبه أو صديقه وجبت كما =

ہو جان بوجھ کر شوہر اور بیوی کا ہم بستر ہو جانا، جب کہ روزہ یاد ہو(۱)، کچے چاول، گوشت یا گندم کھا لینا، سگریٹ، حقہ، بیڑی وغیرہ پینا یا مروج طریقے پر نسوار کا استعمال، ان تمام چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

ٹافی (چاکلیٹ) چنا یا سینگ پھلی کا دانہ روزے دار کے منہ میں چلا گیا

مسئلہ (۲۰۳): چند روزے دار کھیل میں مشغول ہوں، یا یوں ہی گولیوں سے (جو بچے کھاتے ہیں)، مثلاً چنے یا سینگ پھلی کے دانوں سے کھیل رہے ہوں، اور ایک نے دوسرے کی طرف دانہ اچھالا اور وہ اس کے منہ میں چلا گیا، درآنحالانکہ اس کو اپنا روزہ بھی معلوم تھا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۲)

روزہ کی حالت میں استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا

مسئلہ (۲۰٤): اگر کوئی عورت رمضان شریف میں استنجاء کرتے وقت اپنی انگلی کو فرج (شرمگاہ) کے اندر کسی قدر داخل کر کے صفائی کرے، اور پانی اس حد تک پہونچ جائے جہاں سے معدہ اسے جذب کر لیتا ہے، یا وہ خود معدہ میں پہونچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، ورنہ نہیں، مگر احتیاط بہتر ہے۔(۳)

= ذكره الحلواني لأنه لا يعاف. (۳/۳۸۷، مراقي الفلاح : ص۳٦٥)

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**" : من جامع عمداً في أحد السبيلين فعليه القضاء والكفارة ولا يشترط الإنزال في المحلين كذا في الهداية. (۱/ ۲۰۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**البحر الرائق**" : وفي الفتاوى الظهيرية : لو أن رجلاً رمى إلى رجل حبة عنب فدخلت حلقه ، وهو ذاكر لصومه يفسد صومه.(۲/٤۷٥ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**الدر المختار مع رد المحتار**" : (أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة =

روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر دھواں حلق میں لینا

مسئلہ (۲۰۵): اگر کسی شخص نے قصداً وارادۃً (جان بوجھ کر) اگربتی یا لوبان یا کسی اور چیز کا دھواں روزہ کی حالت میں سونگھا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۱)

آٹے کا غبار روزہ دار کے حلق میں چلا گیا

مسئلہ (۲۰۶): اگر بلا اختیار دھواں یا غبار، چاہے وہ آٹے ہی کا کیوں نہ ہو، حلق میں چلا جائے، تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔(۲)

= فسد .... ولو بالغ في الاستنجاء حتى بلغ موضع الحقنة فسد." درمختار". قوله: (ولو مبتلة فسد) لبقاء شيء من البلة في الداخل، وهذا لو أدخل الأصبع إلى موضع الحقنة.

(۳۶۹/۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** ": من أدخل بصنعه دخانا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عو د أوغيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه، واشتم دخانا ذاكرا لصومه أفطر، لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه.

(ص:۳۶۱،۳۶۲، باب في بيان ما لا يفسد الصوم، رد المحتار:۳/ ۳۶۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، بدائع الصنائع:۲/ ۶۰۰، كتاب الصوم، فصل في أركان الصيام، كتاب الفتاوى:۳/۳۹۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والبدائع والتبيين والهندية وفتاوى قاضيخان** ": أودخل حلقه غبار ولو كان غبار دقيق من الطاحون أودخل حلقه ذباب أو دخل أثر طعم الأدوية فيه أي في حلقه لأنه لا يمكن الاحتراز عنها فلا يفسد الصوم بدخولها وهو ذاكر لصومه.

(ص: ۳۶۲، باب بيان مالا يفسد الصوم، بدائع الصنائع: ۲/۶۰۰، كتاب الصوم، فصل في أركان =

ذیابیطس کا مریض روزے کا فدیہ دے سکتا ہے

مسئلہ (۲۰۷) : اگرکوئی شخص ذیابیطس کا سخت مریض ہو، یا بہت زیادہ بوڑھا ہو، اوراس کے لیے روزہ رکھنا دشوار ہو، تو روزہ نہ رکھ کر فدیہ دیدے تو جائز ہے۔(۱)

ٹی بی کا مریض روزہ رکھے یا نہیں؟

مسئلہ:(۲۰۸) اگرٹی بی کے مریض کوروزہ رکھنے کی وجہ سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہواور ماہر ڈاکٹر یا حکیم منع کرے تو روزہ نہ رکھے، جب تندرست ہوجائے اورروزہ رکھنے کے قابل ہوجائے تو فوت شدہ روزوں کی قضاء کرے اور اگر موت تک صحت کی توقع نہیں ہے تو فدیہ دیدے، ایک روزے کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے اوراگر یہ فدیہ دینے کے بعد تندرست ہوجائے تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا، اورفوت شدہ روزوں کی قضاء لازم ہوگی۔(۲)

= الصيام ، تبيين الحقائق : ۲/۱۶۶ـ ۱۷۱ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰۳، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۱/۲۰۸)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي) "درمختار". قوله : (وللشيخ الفاني) أي الذي فنيت قوته أو أشرف على الفناء ....ومثله ما في القهستاني عن الكرماني : المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(ردالمحتار : ۳/۴۱۰، فتح القدير: ۲/۳۶۲ ، فصل في العوارض ، الفتاوى الهندية :۱/۲۰۷، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار، فتاوى دارالعلوم :۶/ ۴۷۴، فتاوى حقانيه:۴/۱۹۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر وعلى الذين** =

ہلاکت کا خطرہ ہوتو روزہ افطار کی رخصت ہے

مسئلہ (۲۰۹): اگر کسی بیمار شخص کو روزے کی وجہ سے ہلاکت یا کسی عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، اور اس اندیشہ کو کسی مسلم دیانتدار ڈاکٹر کی سند بھی حاصل ہو، تو اب اس کو افطار کی رخصت دی جائیگی۔(۱)

= يطيقونه فدية طعام مسكين﴾. (البقرة: ۸٤)

ما في " **التفسير المنير** " : (**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر**) مجازاً بالحذف تقديره : من كان مريضاً فأفطر ، أو على سفر فأفطر (**فعدة من أيام أخر**) أما المسافر والمريض مرضاً شديداً يشق معه الصوم ، فيباح لهما الإفطار ، وعليهما القضاء في أيام أخر ، ثبت بالأسانيد عن ابن عباس أن آية (**وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**) ليست بمنسوخة ، وإنها محكمة في حق من لا يقدر على الصيام .... وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى برءه ، ومقدار الفدية عند أبي حنيفة نصف صاع (مدان) من بر ، أو صاع من غير كالتمر أو الشعير ، ومد من الطعام من غالب قوة البلد عن كل يوم عند الجمهور. (۱/ ٤۹٤ ـ ٥۰٦)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : المريض إذا خاف على نفسه أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط ، ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض .... أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير ، والصحيح الذي يخشى ان يمرض بالصوم فهو كالمريض هكذا في التبيين .... ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فدا حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية.

(۱/ ۲۰۷، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الافطار ، رد المحتار : ۳/ ٤۰۳ ، كتاب الصوم ، فتاوى رحيميه :۷/ ۲٥۷ ، فتاوى محموديه :۱۰/ ۱۸٦، فتاوى حقانيه :٤/ ۱۹٥)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والبدائع** " : (ومنها المريض) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط.=

سخت پیاس یا بھوک کی وجہ سے روزہ توڑسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۱۰) : بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاک ہونے یا نقصانِ عقل کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے، اوراس صورت میں روزہ کی قضاء بدونِ کفارہ واجب ہوگی، اگر روزہ نہ توڑا اور مرگیا تو گنہگار ہوگا۔(۱)

روزہ دار جان کنی کے عالم میں ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ(۲۱۱): اگرکوئی روزہ دار جان کنی کے عالم میں ہے، اورافطار نہ کرنے کی حالت میں ہلاکت کا اندیشہ ہے، تواس کوروزہ افطار کرادینا اور شربت، دواوغیرہ دینا جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہے۔(۲)

= (الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۷، الباب الأول في الأعذار التي تبيح الإفطار، بدائع الصنائع :۲/۶۰۹ ، فصل في حكم من أفسد صومه، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۷۱، فتاوی حقانیہ:٤/۱۹۰-۱۹۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفقه الحنفي في ثوبه الجديد**" : للصائم الإفطار إذا أصابه عطش أو جوع شديدين ، خشي منه على نفسه الهلاك أو نقصان عقله ، وعليه القضاء ، وأما الكفارة فلا تجب عليه .(۱/٤۳۹، كتاب الصوم ، الموسوعة الفقهية :۲۸/۵۶، بدائع الصنائع :۲/۲۵۲، كتاب الصوم ، الأمور التي تبيح الفطر)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وبقي الإكراه وخوف هلاك أو نقصان عقل ولو بعطش أو جوع شديد ...... الفطر وقضوا ، لزوما ما قدروا بلا فدية .(۳/۳۵۹ ، ۳۶۰، كتاب الصوم ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳/۱۷۰۱، كتاب الصوم ، الفصل السادس ، الأعذار المبيحة للفطر، فتاوی حقانيه :٤/۱۹۲ـــ ٤/۱۹۰، جدید مسائل کا حل:۱۱۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الكتاب** " : ﴿**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر ، يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**﴾. (سورة البقرة :۱۸٤) =

امتحان کی وجہ سے رمضان کا روزہ ترک کر دینا

مسئلہ(۲۱۲): امتحان کی وجہ سے فرض روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، بلکہ امتحان کے ایام میں بھی روزہ رکھ کر امتحان دے، ان شاء اللہ خدا تعالی کی مدد ہوگی ۔(۱)

= ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " : وهذه الآية أصل في أن كل ما يضر بالإنسان ويجهده ويجلب له مرضاً أو يزيد في مرضه أنه غير مكلف به . (۱/۲۷۰)

ما في " **الدر المنثور** " : أخرج ابن جرير عن الحسن وإبراهيم النخعي قالا : إذا لم يستطع المريض أن يصلي قائماً أفطر. (۱/۳٤٤)

ما في " **البحر الرائق** " : (لمن خاف زيادة المرض الفطر) لقوله تعالى : ﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ . فإنه أباح الفطر لكل مريض لكن القطع بأن شرعية الفطر فيه إنما هو لدفع الحرج .... أطلق في المرض فشمل ما إذا مرض قبل طلوع الفجر أو بعده بعد ما شرع .... وأشار باللام إلى أنه مخير بين الصوم والفطر لكن الفطر رخصة والصوم عزيمة فكان أفضل إلا إذا خاف الهلاك فالإفطار واجب. (۲/٤۹۲ ، ٤۹۳ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " **البدائع** " : وروي عن أبي حنيفة أنه إن كان بحال يباح له أداء صلاة الفرض قاعداً فلا بأن يفطر ، والمبيح المطلق بل الموجب هو الذي يخاف منه الهلاك لأن فيه إلقاء النفس إلى التهلكة لا لإقامة حق الله تعالى وهو الوجوب ، والوجوب لا يبقى في هذه الحالة وأنه حرام فكان الإفطار مباحاً بل واجباً.

(۲/۲٤٥ ، كتاب الصوم ، حكم فساد الصوم)

ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : لمن خاف زيادة المرض أو خاف بطء البرء بالصوم جاز له الفطر لأنه قد يفضي إلى الهلاك فيجب الاحتراز عنه.

(ص ٦٨٤، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، خير الفتاوى: ٤/٤٢)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : **﴿يآيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من** =

....

....

....

= **قبلکم لعلکم تتقون**﴾. (البقرة :۱۸۳)

ما في " **التفسير المظهري** " : (**يآيها الذين آمنوا كتب**) أي فرض (**عليكم الصيام**)...... وفي الشرع : عبارة عن الإمساك عن الأكل والشرب والجماع مع النية في وقت مخصوص. (۲۱۲/۱)

ما في " **التفسير الكبير**" : يعني هذه العبادة كانت مكتوبة على الأنبياء والأمم من لدن آدم إلى عهدكم ما أخلى الله أمة من إيجابها عليهم لا يفرضها عليكم وحدكم. (۲۳۹/۲)

ما في " **الصحيح البخاري** " : **بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة ، والحج وصوم رمضان**".

(ص:٦، رقم الحديث :٨ ، كتاب الصوم ، باب دعاؤكم إيمانكم)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من أفطر يوماً من رمضان ، غير رخصة ، ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وإن صامه** ".

(رقم الحديث : ۷۲۳، كتاب الصوم ، باب ما جاء في الإفطار متعمداً ، السنن الكبرى للبيهقي :۳۸۵/٤ ، المصنف لإبن أبي شيبة :۳٤۳/٦)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : وقد ذكر المصنف منها خمسة ، وبقي الإكراه وخوف هلاك أو نقصان عقل ولو بعطش أو جوع شديد ولسعة حية لمسافر سفراً شرعياً ولو معصية أو حامل أو مرضع ، أما كانت أو ظئراً على الظاهر خافت بغلبة الظن على أنفسها أو ولدها .... أو مريض خاف الزيادة لمرضه ، وصحيح خاف المرض ، وخادمة خافت الضعف بغلبة الظن بأمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(۳٥۹/۳ ، الهداية :۲۲٤/۱ ، كتاب الصوم ، فتاوى رحيميه : ۲۰٦/۷ ، خير الفتاوى : ٤۳/٤)

روزہ دار کا دورانِ روزہ دانتوں کا خلال کرنا

مسئلہ(۲۱۳): روزہ کی حالت میں روزہ دار نے خلال کیا جس سے گوشت وغیرہ کا ریشہ نکلا اور اس نے اس کو باہر نکالے بغیر نگل لیا تو اگر وہ کثیر یعنی چنے سے بڑا ہے، تو مفسدِ صوم ہے، ورنہ نہیں، اور اگر اس کو ہاتھ سے باہر نکالا پھر نگل لیا تو اگرچہ چنے سے کم ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا

مسئلہ(۲۱٤): غیر مسلم کی بھیجی ہوئی پاک اور حلال چیز قبول کرنا اور اس سے افطار کرنا جائز ہے، اور اگر غیر مسلم کی بھیجی ہوئی چیز پاک اور حلال نہیں تو اسے قبول کرنا اور اس سے افطار کرنا جائز نہیں۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : (أو ابتلع ما بين أسنانه وهو دون الحمصة) لأنه تبع لريقه ، ولو قدرها أفطر .... (أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه ، وأما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، وإلا لا ، إلا إذا وجد طعمه ۔ بزازية ۔ "در مختار" ... قوله : (لأنه تبع لريقه) عبارة البحر : لأنه قليل لا يمكن الاحتراز عنه ، فجعل بمنزلة الريق . (۳۲۸/۳)

وفيه **أيضاً** : ولو أكل لحماً بين أسنانه إن مثل حمصة فأكثر قضى فقط ، وفي أقل منها لا يفطر ، إلا إذا أخرجه من فمه فأكله ولا كفارة لأن النفس تعافه . " درمختار" ..... قوله : لأن النفس تعافه فهو كاللقمة المخرجة ، وقدمنا عن الكمال أن التحقيق تقييد ذلك بكونه ممن يعاف ذلك.

(۳۵۳/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب فيما يكره للصائم ، الفتاوى الهندية : ۲۰۲/۱، ۲۰۳، كتاب الصوم ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، تبيين الحقائق : ۱۷۲/۲، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، النهر الفائق : ۱۸/۲، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **خلاصة الفتاوى** " : الأكل والشرب في أواني المشركين مكروه ولا بأس بطعام المجوس =

روزہ دار عورت کا چھوٹے بچے کو منہ سے چبا کر کھلانا

مسئلہ(۲۱۵): اگر کوئی روزہ دار عورت اپنے چھوٹے بچے کو بلاضرورت اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر کھلائے تو یہ مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی ضرورت اور مجبوری ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱)

= إلا ذبيحتهم وفي الأكل معهم. (٣٤٦/٤ ، كتاب الكراهية)

ما في " **النتف في الفتاوى**" : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم والشحم والمرق ، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها. (ص٤٣٥ ، كتاب الجهاد ، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار)

ما في " **المحيط البرهاني في الفقه النعماني**" : رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام وهذا لأن أموال الناس لا يخلو عن قليل حرام وتخلو عن كثير فيعتبر الغالب ويبنى الحكم عليه.

(١١٠/٦، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفتاوى الهندية :٣٤٢/٥ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، الاختيار لتعليل المختار :٤٣٦/٢ ، كتاب الكراهية ، باب في الكسب ، مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر:١٨٦/٤ ، كتاب الكراهية ، في الأكل ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ٤٠٠/٣ ، كتاب الحظر والإباحة ، فتاوى دار العلوم :٤٩٤/٦ ، كفايت المفتي :٢٤٧/٤)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الجوهرة النيرة** " : ويكره للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إذا كان لها منه بد ، ولا بأس إذا لم يكن لها منه بد صيانة الولد. (٣٤٢/١ ، الهداية :٢٢٠/١ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : ولا بأس للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إذا لم يكن لها بد منه.

(٣٨٠/٢ ، مكتبة إدارة القرآن كراتشي)

ما في " **اللباب في شرح الكتاب** " : ويكره للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إن كان لها منه بد أي مَحيد بأن تجد من يمضغ لصبيها كمفطرة لحيض أو نفاس أو صغر، أما إذا لم تجد بداً منه فلها المضغ لصيانة الولد . (١٥٨/١، ١٥٩، دار الإيمان سهارنفور)

پائریا کے مرض میں مبتلا شخص کا روزہ

مسئلہ (۲۱۶): اگر کوئی پائریا (دانتوں کی ایک بیماری) کے مرض میں مبتلا ہو، اور خون برابر اس کے مسوڑھوں سے آتا رہتا ہو، تو صرف خون کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر خون حلق سے نیچے اتر جائے، اور خون تھوک پر غالب یا اس کے مساوی ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا ورنہ نہیں (۱)

روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار کرنا

مسئلہ (۲۱۷): رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے بوس وکنار کرنے سے اگر انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ترطبت شفتاه ببزاقه عند الكلام أو غيره فابتلعه لا يفسد للضرورة كذا في الزاهدي .... في الحجة رجل له علة يخرج الماء من فمه ثم يدخل و يذهب في الحلق لا يفسد صومه كذا في التاتارخانية . ولو بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره .(۲۰۳/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والهندية** " : (أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه ، أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، و إلا لا، إلا إذا وجد طعمه. بزازية."درمختار".

(رد المحتار: ۳۶۸/۳، الفتاوى الهندية : ۲۰۳/۱، فتاوى رحيميه:۲۵۹/۷، فتاوى بينات:۸۳/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : إذا قبل امرأته بشهوة فأمنى أو مسها بشهوة فأمنى عليه القضاء دون الكفارة لوجود قضاء الشهوة بصفة النقصان .

(۲۰۹/۱، الفتاوى الهندية : ۳۰۴/۱، الباب الرابع فيما يفسد وفيما لا يفسد ، الهداية مع فتح القدير: ۳۳۵/۲ ، كتاب الصوم ، رد المحتار: ۳۹۶/۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، كتاب الفتاوى:۳۹۰/۳، فتاوى رحيميه:۲۶۱/۷، جامع الفتاوى:۳۲۳/۵)

روزہ کی حالت میں بیوی سے زبردستی جماع کرنا

مسئلہ (۲۱۸) : رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے سے روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر میاں بیوی دونوں کی رضامندی تھی تو دونوں پر قضا وکفارہ دونوں واجب ہوں گے، اور اگر شوہر نے بیوی سے زبردستی جماع کیا، تو عورت پر صرف قضا واجب ہوگی ،اور مرد پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہونگے۔(۱)

موسمِ گرما کے طویل ایام میں روزہ رکھنا لازم ہے

مسئلہ(۲۱۹): موسمِ گرما میں دن بڑا ہونے کی صورت میں بھی روزہ رکھنا لازم ہے، دن بڑا ہونے کی وجہ سے روزے کے بدلے میں فدیہ دینا جائز نہیں ہوگا(۲)، ہاں اگر بڑھاپے یا بیماری کی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **خلاصة الفتاوى** " : الصائم إذا جامع امرأته متعمداً في نهار رمضان فعليه القضاء والكفارة إذا توارت الحشفة أنزل أو لم ينزل ، وعلى المرأة مثل ما على الرجل إن كانت مطاوعة ، وإن كانت مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة.

(۱/ ۲۵۹ ، جنس آخر في المجامعة ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية: ۱/ ۲۱۲، الفصل السادس فيمايفسد الصوم وما لا يفسده ، تبيين الحقائق :۲/ ۱۷۸، كتاب الصوم ، باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ، بدائع الصنائع :۲/ ۶۰۲، كتاب الصوم ، فصل في أركان الصيام ، الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰۵، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، رمضان کے شرعی احکام:ص/۲۲۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**يآيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون**﴾. (سورة البقرة:۱۸۳)

وقوله تعالى : ﴿**وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر، ثم أتموا الصيام إلى الليل**﴾.(سورة البقرة :۱۸۷) =

وجہ سے روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں اور آئندہ روزے رکھنے کے قابل ہونے کی امید بھی نہیں، تو اس صورت میں فدیہ دینا جائز ہوگا(۱)، البتہ فدیہ دینے کے بعد اگر روزہ رکھنے کی استطاعت پیدا ہوگئی تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا اور فوت شدہ روزوں کی قضاء کرنا لازم ہوگا۔

طویل عرصہ کے دن اور رات والے علاقوں میں روزے کے اوقات کا تعین

مسئلہ (۲۲۰): جہاں پر طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے وہاں جس طرح نماز کے اوقات کا اندازہ سے تعیین کیا جاتا ہے اسی طرح ماہ رمضان کی آمد اور روزے کے اوقات کا بھی تعیین کیا جائے گا، لیکن سب سے آسان صورت یہ ہے کہ ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہیے جو ان سے قریب ہیں، اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کی آمد ورفت کا سلسلہ ہے۔(۲)

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : فهو عبارة عن ترك الأكل والشرب والجماع من الصبح إلى غروب الشمس بنية التقرب.(۱/ ۱۹٤، كتاب الصوم ، الباب الأول)

(۱) ما في " **القرآن الكريم** ": ﴿**وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**﴾.(سورة البقرة :۱۸٤)

ما في " **التفسير المنير** " : وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى برؤه . (۱/ ٥۰٦)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة كذا في الهداية ـ والعجوز مثله كذا في السراج الوهاج .... ولؤقدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية.

(۱/ ۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار، الهداية :۱/ ۲۲۲ ، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **السنن لأبي داود** " : ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال فقال : " **إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم ، وإن يخرج ولست فيكم فامرء حجيج نفسه ، والله خليفتي على كل** =

....

....

= **مسلم ، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف ، فإنها جواركم من فتنته ، قلنا : وما لبثه في الأرض ؟ قال : أربعون يوماً ، يوم كسنة ، ويوم كشهر ، ويوم كجمعة ، وسائر أيامه كأيامكم ، فقلنا : يا رسول الله ! هذا اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة ؟ قال : لا ، أقدروا له قدره** ".

(ص٥٩٣، كتاب الفتن ، باب خروج الدجال)

ما في " **بذل المجهود** " : إنما أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتقدير بأن يقدر للصلاة قدر اليوم والليلة ، وهو أربعة وعشرون ساعة ، لأن طول يوم الدجال كان لشعبذة منه لا حقيقة ، فلهذا أمر بأن يقدروا له ، وأما في البلاد التي يكون اليوم أطول فالصلاة فيه مقدرة على قدره لأنه على حقيقته.

(٣٧٣/١٢، كتاب الملاحم ، باب خروج الدجال)

ما في " **رد المحتار** " : لو مكثت الشمس عند قوم مدة ، قال في إمداد الفتاح : قلت : وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص ، كذا في كتب الأئمة الشافعية ، ونحن نقول بمثله ، إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات.

(٢٢/٢، كتاب الصلاة ، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار)

وما في " **رد المحتار** " : لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته ، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم لأنه يؤدي إلى الهلاك ، فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير، وهل يقدر ليلهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضاً ، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب ، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل ، فليتأمل . ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلاً كالعشاء عند القائل به فيها ، لأن علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب ، وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم .

(٢٣/٢، كتاب الصلاة ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، نوادرالفقه : ٢٧٧/١، فتاوی حقانيه : ١٤٥/٤)

افطار کا مدار جنتری یا کارڈ پر نہیں، غروب پر ہے

مسئلہ(**۲۲۱**): افطار کا مدار غروبِ آفتاب پر ہے جنتری پر نہیں، جنتری غروب کے تابع ہوتی ہے، اس میں غلطی کا امکان بھی ہے، البتہ جو جنتری طلوع وغروب کا وقت بتانے میں تجربہ سے صحیح ثابت ہو چکی ہو، تو صحیح گھڑی سے اس کے وقتِ افطار کے مطابق افطار کرنا جائز ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**أتموا الصيام إلى الليل**﴾. (سورة البقرة: ۱۸۷)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إذا أقبل الليل وأدبر النهار وغابت الشمس فقد أفطرت** " .

(۱/ ۱۵۰، كتاب الصوم ، باب ما جاء إذا أقبل الليل-- رقم الحديث :۶۹۸)

ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الصوم في الشريعة عبارة عن إمساك مخصوص ، وهو الكف عن قضاء الشهوتين ، شهوة البطن وشهوة الفرج ، من شخص مخصوص وهو أن يكون مسلماً طاهراً من الحيض والنفاس في وقت مخصوص وهو ما بعد طلوع الفجر إلى وقت غروب الشمس بصفة مخصوص وهو أن يكون على قصد التقرب.

(۵۶/۳، كتاب الصوم ، الفقه الحنفي وأدلته : ۱/ ۳۵۸ ، كتاب الصوم ، رد المحتار على الدر المختار : ۲۹۶/۳ ، البحر الرائق :۴۵۲/۲ ، كتاب الصوم)

ما في " **رد المحتار** " : قلت : ومقتضى قوله : لا بأس بالفطر بقول عدل صدقه إنه لا يجوز إذا لم يصدقه ولا بقول المستور مطلقاً ، وبالأولى سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لاحتمال كونه لغيره ولأن الغالب كون الضارب غير عدل فلا بد حينئذ من التحري فيجوز لأن ظاهر مذهب أصحابنا جواز الإفطار بالتحري كما نقله في المعراج عن شمس الأئمة السرخسي ، لأن التحري يفيد غلبة الظن وهي كاليقين.

(۳۴۲/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري)

وما فيه **أيضاً** : فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب =

ہلالِ رمضان وعید کے سلسلے میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر پر اعتماد کرنا

مسئلہ (**۲۲۲**): اگر قاضی، یا ہلال کمیٹی کسی شہادت پر مطمئن ہوکر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر کرے، تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات ودیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اعلان پر عید وغیرہ کا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ریڈیو اسٹیشن والوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے، صرف وہی فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے، قدیم زمانہ میں توپ، دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلانِ رمضان یا عیدین کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، تاہم ضروری ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنا جائے۔(۱)

= الـمواقيت وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأصطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك.

(۱۰۰/۲، كتاب الصلاة، مبحث في استقبال القبلة، فتاوى رحيميه : ۲٦٤/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما في " **رد المحتار** " : قلت : والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(۳/ ۳٥٤ ، كتاب الصوم ، مبحث في صوم يوم الشك)

ما في " **فتح القدير** " : ولـو سـمـع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يشهد، ولـو شهد وفسره للقاضي بأن قال سمعته باع ولم أر شخصه حين تكلم لا يقبله لأن النغمة تشبه النغمة إلا إذا أحـاط بـعـلـم ذلك، لأن المسوّغ هو العلم غير أن رؤيته متكلما بالعقد طريق العلم به فإذا فرض تحقق طريق آخر جاز . (فتح القدير: ۳٥۸/۷ ، كتاب الشهادات ، فصل يتعلق بكيفية الأداء ومسوّغه)

رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں ماہرینِ فلکیات اور سائنسدانوں کا حساب غیر معتبر ہے

مسئلہ (**۲۲۳**): چاند سے متعلق ماہرینِ فلکیات اور سائنسدانوں کا حساب شرعاً معتبر نہیں ہے، یعنی ان ماہرین کے کہنے سے لوگوں پر روزہ فرض نہ ہوگا، اس لئے کہ ان کی باتیں یقینی اور حتمی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ایک تخمینہ اور اندازہ ہوتا ہے، اور صرف تخمینہ اور اندازہ پر حکمِ شرعی مرتب نہیں ہوتا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن ابن عمر يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هكذا وهكذا وهكذا، عقد الإبهام في الثالثة ، والشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني تمام ثلثين** ".

(۴۱۷/۴ ، كتاب الصوم ، باب فضل شهر رمضان ، رقم الحديث : ۲۵۰۸، إعلاء السنن : ۱۱۸/۹، كتاب الصوم ، باب تعليق الصوم برؤية الهلال ، وكذا إفطاره ، وكذا في الصحيح البخاري : ۳۳۶/۱، كتاب الصوم ، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب ، رقم الحديث : ۱۹۱۳، عمدة القاري : ۴۰۸/۱۰، فتح الملهم : ۶/ ۱۷۸، كتاب الصيام ، رقم الحديث : ۲۵۰۸، السنن لأبي داود : رقم الحديث : ۲۳۱۹)

ما في " **بذل المجهود** " : قوله صلى الله عليه وسلم : (**إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب..الخ**) قال الباجي : وإجماع السلف الصالح حجة عليهم ، وقال ابن بزيزة : وهو مذهب باطل ، فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم ، لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب ، مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق ، إذ لا يعرفها إلا القليل.

(۴۳۹/۸ ، ۴۴۰ ، أول كتاب الصيام ، باب الشهر يكون تسعاً وعشرين ، رقم الحديث : ۲۳۱۹)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : ذكر في التهذيب في كتاب الصوم، يجب صوم رمضان برؤية الهلال أو باستكمال شعبان ثلاثين ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار.

(۲/ ۹۷، كتاب الصوم، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

ما في " **رد المحتار** " : ولا عبرة بقول المؤقتين ، ولو عدولاً على المذهب . " درمختار". قوله : (ولا =

ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھ کر گواہی دینا

مسئلہ(۲۲٤): اگر ہیلی کاپٹر سے افق پر جاکر چاند کو دیکھا جائے، اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے، تو شرعاً اس کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ وہ حتمی طور پر چاند ہی ہے صرف اندازہ نہیں۔(۱)

= عبرة بقول المؤقتين) أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج : لا يعتبر قولهم بالإجماع ، ولا يجوز للمنجم أن يعلم بحساب نفسه ، وفي النهر: فلا يلزم بقول المؤقتين إنه : أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا ، وإن كانوا عدولاً في الصحيح كما في الإيضاح ....قلت :.......ووجه ما قلناه أن الشارع لم يعتمد الحساب بل ألغاه بالكلية بقوله :" **نحن أمة أمية ، لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هكذا وهكذا**". (۳/ ۳۵٤، ۳۵۵، كتاب الصوم ، مطلب: لا عبرة بقول المؤ قتين في الصوم)

ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة** " : هل يعتبر قول المنجم ؟ لا عبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم ولا على من وثق بقولهم ، لأن الشارع علق الصوم على امارة ثابتة لا تتغير أبداً . وهي رؤية الهلال أو إكمال العدة ثلاثين يوماً ، أما قول المنجمين فهو إن كان مبنياً على قواعد رقيقة فإنا نراه غير منضبط بدليل اختلاف آرائهم في أغلب الأحيان ، هذا هو رأي ثلاثة من الأئمة ، وخالفه الشافعية اهـ.

(الفقه على المذاهب الأربعة : ۱/ ٤۸۱،كتاب الصوم ، هل يعتبر قول المنجم؟، فتاوى محموديه: ۱۰/ ۹۰، فتاوى حقانيه: ٤/ ۱۳۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فى " **الفتاوى التاتارخانية** ": فإذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر، ذكر الطحاوي أنه تقبل شهادته.

(۲/ ۹۲، كتاب الصوم، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال، مكتبة دارالإيمان سهارنفور)

ما فى " **فتح القدير** ": وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع، وإليه الإشارة في كتاب الاستحسان، وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر.

(۲/ ۳۲۸،كتاب الصوم ، فصل في رؤية الهلال، الفتاوى الولوالجية: ۱/ ۲۳۷، كتاب الصوم، الفصل الثالث في روية الهلا ل والنية) =

سعودی عرب میں عیداور ہندوستان میں روزہ

مسئلہ(۲۲۵): اگرکوئی شخص ابتدائے رمضان میں سعودی عرب میں تھا، بعد میں وہ ہندوستان آیا، اب وہاں چونکہ دودن یا ایک دن پہلے رمضان شروع ہوا تھا، اس لیے جس دن وہاں عید تھی اس دن یہاں ہندوستان میں انتیسواں یا تیسواں روزہ تھا، اس اعتبار سے اس کا اکتیسواں یا بتیسواں روزہ ہورہا ہے، تب بھی وہ رمضان کے مطابق روزہ رکھے گا، اس لئے کہ اگر کسی شخص نے چاند دیکھا اور روزہ رکھا اوراس کے تیس روزے پورے ہوگئے، تب بھی وہ امام ہی کے ساتھ افطار کرے گا۔ **" لو صام ورأى هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الا مام "**.(۱)

= ما في " **رد المحتار** ": وصحح في الأقضية الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو كان على مكان مرتفع۔ "درمختار"۔ قال ابن عابدين : قلت: .... فأما إذا كانت متغيمة أو جاء من خارج المصر أو كان في موضع مرتفع فإنه يقبل عندنا اھ۔ فقوله: عندنا يدل على أنه قول أئمتنا الثلاثة، وقد جزم به في المحيط وعبر عن مقابله بقيل۔ ثم قال: وجه ظاهر الرواية أن الرؤية تختلف باختلاف صفو الهواء وكدرته وباختلاف انهباط المكان وارتفاعه، فإن هواءِ الصحراء أصفى من هواءِ المصر، وقد يرى الهلال من أعلى الأماكن ما لا يرى من الأسفل ، فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر بل على موافقة الظاهراھ .

(۳/۳۵۷، كتاب الصوم ، مطلب: ما قاله السبكي من الاعتماد على قول الحساب مردود، امداد المفتين:۲/۴۰۵، مفتی شفیع صاحبؒ)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : لقوله عليه السلام : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " الصوم يوم تصومون ، والفطر يوم تفطرون".

(۱/۱۵۰، كتاب الصوم ، باب ما جاء الصوم يوم تصومون الخ)

ما في " **رد المحتار** " : تنبية : لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام : "صومكم يوم تصومون ، و فطركم يوم تفطرون ". رواه الترمذي وغيره.

(۳/۳۵۱ ، كتاب الصوم ، مبحث في صوم يوم الشك) =

سحر ہندوستان میں اور افطار سعودی عرب میں

مسئلہ (۲۲۶): اگر کوئی آدمی رمضان کے مہینے میں شام کو مثلاً پانچ بجے ہندوستان سے سعودی عرب کیلئے چلا، اور ہندستان میں افطار کا وقت چھ بجے ہے، اب راستے میں کہیں سورج غروب نہیں ہوا، جب سعودی پہونچا تو وہاں ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا تھا، تو وہ ہندستان کے وقت کے مطابق افطار نہیں کرے گا، بلکہ سعودی کے وقت کے اعتبار سے افطار کرے گا، گرچہ روزہ لمبا ہوجائے، اس لئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**وأتمو الصيام إلى الليل**﴾. اور اصول بھی یہ ہے کہ سحری، افطار اور دیگر عبادات میں اسی جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے، جہاں وہ عبادت انجام دی جارہی ہے۔(۱)

= ما في " **البدائع** " :وأما يوم صوم رمضان فوقته صوم شهر رمضان لا يجوز في غيره فيقع الكلام فيه في موضيعن : أحدهما في بيان وقت صوم رمضان ، والثاني في بيان ما يعرف به وقته ، أما الأول فوقت صوم رمضان شهر رمضان ، لقوله تعالى : ﴿**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**﴾. [البقرة:۱۸۵] أي فليصم في الشهر . وقول النبي صلى الله عليه وسلم : وصوموا شهركم أي في شهركم لأن الشهر لا يصام وإنما يصام فيه. (بدائع الصنائع :۲/ ۵۷۰ ،كتاب الصوم ، فصل في شرائطها)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : والمراد بالغروب : زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق . قال صلى الله عليه وسلم : " **إذا أقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم** ". [أخرجه البخاري ۴/۱۹۶، رقم الحديث : ۱۹۵۴، ومسلم :۲/۷۷۲، ۵۱ ۱۱۰۰] أي إذا وجدت الظلمة حساً في جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطراً في الحكم .

(رد المحتار:۳/ ۳۳۰ ، كتاب الصوم ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص۳۴۶ ، كتاب الصوم)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " تحكم المكان أصل في الشرع ".(ص:۶۸، رقم القاعدة :۷۶)

خوشبوسونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

مسئلہ (۲۲۷): لوبان، عود، اگربتی، اور دیگر خوشبوجات سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگران کا دھواں حلق میں قصداً داخل کیا گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں آپریشن کے ذریعے چربی نکلوانا

مسئلہ (۲۲۸): خون کی نالی میں چربی جم جانے کی صورت میں آپریشن (Opration) کیا جاتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس آپریشن میں معدہ میں کسی چیز کو داخل نہیں کیا جاتا، محض خون کی نالی میں سے جمی ہوئی چربی کو نکالا جاتا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ منافذِ اصلیہ سے داخل ہونے والی شئ ہی روزہ کو توڑتی ہے۔(۲)

صدقۂ فطر طلباء مدارس کو دینا بہتر ہے

مسئلہ (۲۲۹): دینی مدارس کے غریب طلباء کو فطرہ دینا سب سے زیادہ ثواب ہے، کیوں کہ اس صورت میں فطرہ کی ادائیگی کے ساتھ صدقۂ جاریہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) .... ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه ."در مختار". (۳۶۶/۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ . (۳۶۷/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**الفتاوى الهندية** " : التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل كذا في الزاهدي. (۱۸۷/۱، الباب السابع في المصرف) =

....

....

....

= ما في " **رد المحتار على الدر المختار**": وبهـذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يـجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى مـا لا بد منه . "در مختار" ..... قلـت : ورأيتـه فـي جامع الفتاوى ونصه ، وفي المبسوط : لا يجوز دفع الـزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج لقوله عليه الصلاة والسلام : " **يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة** ". (من أن طالب العلم) أي الشرعي.

(۲۵۸/۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " **الـدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر**" : ومـنـقطع الغزاة عند أبي يوسف ومنقطع الحج عند مـحـمد إن كان فقيراً هو المراد بقوله تعالى : ﴿**وفي سبيل الله**﴾ وفسـره في الظهيرية بطلبة العلم ، وفي البدائع بجميع القرب.

(۳۲۷/۱ ، مـنـحة الـخـالـق عـلـى البحر الرائق : ۴۲۲/۲ ، حاشية الشلبي على تبيين الحقائق :۱۱٦/۲، الموسوعة الفقهية :۳۱٦/۲۲)

مسائلِ اعتکاف

رمضان کے عشرۂ اخیر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے

مسئلہ(۲۳۰): رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے اس میں روزہ شرط ہے اگر کسی شخص نے بغیر روزہ کے اعتکاف کیا تو اعتکاف مسنون ادا نہیں ہوگا، بلکہ یہ اعتکاف نفل ہوجائیگا، البتہ اگر کسی دن روزہ نہ رکھ سکے تو صرف اسی دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وينقسم إلى واجب وهو المنذور وتنجيزاً وتعليقاً وإلى سنة مؤكدة وهو في العشر الأخير من رمضان .... وأما شروطه ، منها الصوم وهو شرط الواجب منه.

(۱/۲۱۱، كتاب الصوم ، الباب السابع في الاعتكاف)

ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : والاعتكاف على ثلاثة أقسام : واجب في المنذور وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان.

(ص۷۰۰، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، الدر المختار مع رد المحتار:۳/۳۸۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار** " : ومقتضى ذلك أن الصوم شرطاً أيضاً في الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر ، ينبغي أن لا يصح عنه بل يكون نفلاً ، فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية .... أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشربتمامه.

(۳/۳۸٤ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوى محموديه : ۱۰/۲۲۰)

محلّہ کی ہر مسجد میں اعتکاف ہوتو بہتر ہے

مسئلہ(۲۳۱) : اگرکسی محلّہ میں کئی مسجدیں ہوتو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہولیکن اگر محلّہ کی کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف کرلیا جائے تو پورے محلّہ کے لوگ ترکِ سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہوجائیں گے۔(۱)

مسجد سے متصل حجرے میں اعتکاف کرنا

مسئلہ(۲۳۲) : مسجد سے متصل ایسے حجرہ میں اعتکاف کرنا جس میں نماز نہ ہوتی ہو بلکہ وہ حجرہ امام، مؤذن یا مسجد کا سامان رکھنے کیلئے بنایا گیا ہو شرعاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ اعتکاف کیلئے ایسی مسجد شرط ہے جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وسنة مؤكدة .... سنة كفاية ، نظيرها إقامة التراويح بالجماعة ، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين. (۳/۳۸۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار**" : قوله : (والجماعة فيها سنة على الكفاية) أفاد أن أصل التراويح سنة عين ، وهل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة ، ظاهر كلام الشارح الأول ، حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة وأساءوا.

(۲/۴۳۱ ، كتاب الصلاة ، صلاة التراويح ، مجمع الأنهر:۱/۳۷۹ ، باب الاعتكاف)

ما في " **جامع الرموز**" : الاعتكاف سنة مؤكدة مطلقاً ، وقيل سنة على الكفاية ، حتى لو ترك في بلدة لأساءوا.

(۱/۴۳۱ ، فصل في الاعتكاف ، بحواله فتاوى محموديه :۱۰/۲۲۲ ، كتاب الفتاوى :۳/۴۵۴)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **النهر الفائق**" : وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه ، وصححه المشايخ. (۲/۴۴ ،كتاب الصوم ، باب الاعتكاف) =

ضرورت کی وجہ سے نکلنے پر اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟

مسئلہ(۲۳۳): اگر معتکف کسی جنازہ میں شرکت کرنے کیلئے جائے، یا کسی میت کی تجہیز وتکفین کیلئے جائے، گرچہ ضرورت کی وجہ سے ہی ہو، یا اس کے ذمہ لازم ہو تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مگر معتکف گنہگار نہ ہوگا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔

= ما في " **البدائع** " : وروى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه لا يجوز إلا في مسجد تصلى فيه الصلاة كلها. (۲۸۰/۲ ، كتاب الاعتكاف ، شرائط صحته)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": هو لبث مسجد جماعة ، هو ماله إمام ومؤذن أديت فيه الخمس أو لا ، وعن الإمام اشتراط أداء الخمس فيه ، وصححه بعضهم قال : لا يصح في كل مسجد ، وصححه السروجي. (۳۸۱/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوی محموديه : ۲۲۸/۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **النهر الفائق** " : وعن هذا فسد إذا عاد مريضاً أو شهد جنازة تعينت إلا أنه لا يأثم ، بل يجب عليه الخروج. (۴۷/۲ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **تبيين الحقائق** " : وكذا لو خرج لجنازة يفسد اعتكافه وكذا لصلاتها ولو تعينت عليه.

(۲۲۹/۲ ، باب الاعتكاف ، الفتاوی الهندية : ۲۱۲/۱ ، الباب التاسع في الاعتكاف ، البحر الرائق: ۵۲۹/۲، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار** " : أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشر بتمامه.

(۳۸۴/۳ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوی محموديه : ۲۶۹/۱۰)

علاج ومعالجہ کے لیے اعتکاف سے نکلنا

مسئلہ (۲۳٤) : اگر کوئی شخص بحالتِ اعتکاف بیمار ہوجائے اور صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ کیلئے مجبوراً خارجِ مسجد ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے، یا بقاءِ مرض کے ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو، جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔(۱)

دوسرے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا

مسئلہ(۲۳۵) : اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ کی مسجد میں رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرے تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : ولا فرق بين فساده بصنعه بلا عذر كالجماع مثلاً إلا الردة ، أو لعذر كخروجه لمرض.(۳/۳۸۹ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وكذا إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه.

(۱/۲۱۲ ، الباب التاسع في الاعتكاف)

ما في " **الموسوعة الفقهية** " : أما المرض الشديد الذي يتعذر معه البقاء في المسجد ، أو لا يمكن البقاء معه في المسجد ، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب ، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لإعتكافه. (۵/۲۲۳)

ما في " **رد المحتار** " : أما على قول غيره فيقضى اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشر بتمامه.

(۳/۳۸٤ ۔ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف، فتاوى محموديه : ۱۰/۲۲۰، فتاوى عثماني: ۲/۱۹۵، أحسن الفتاوى : ٤/۵۰۸)

اس مسجد کے محلّہ والوں کی طرف سے اعتکافِ مسنون ادا ہو جائیگا (۱)، مگر محلّہ والوں کو چاہیے کہ خود ہی اعتکاف کریں، دوسرے شخص سے اعتکاف کرا کے خود ثواب سے محروم نہ ہوں (۲)۔

معتکف کورٹ میں جائے تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۲۳۶): اگر معتکف کو پولس یا اور کوئی شخص کسی مقدمہ میں جبراً پکڑ کر لے جائے اور دو تین گھنٹہ کے بعد چھوڑ دے، یا معتکف کو پیشی کیلئے یا اداء شہادت کیلئے کورٹ جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائیگا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ (۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **جامع الرموز** " : الاعتكاف سنة مؤكدة مطلقاً ، وقيل سنة على الكفاية حتى يترك في بلدة لا ساء وا. (۳۷٦/۱ ، فصل في الاعتكاف ، بحواله فتاوى محموديه : ۲۳۰/۱۰)

ما في " **رد المحتار** " : وأما أفضل الاعتكاف ففي المسجد الحرام ، ثم في مسجده صلى الله عليه وسلم ، ثم في المسجد الأقصى ، ثم في الجامع ، قيل : إذا كان يصلى فيه بجماعة فإن لم يكن ففي مسجده أفضل لئلا يحتاج إلى الخروج ، ثم ما كان أهله أكثر.

(۳۸۱/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، النهر الفائق : ٤٤/۲ ، خلاصة الفتاوى : ۲٦۷/۱)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": وأما شروطه : منها مسجد الجماعة ، فيصح في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح. (۲۱۱/۱ ، كتاب الصوم ، خلاصة الفتاوى : ۲٦۷/۲ ، كتاب الصوم ، الفصل السادس في الاعتكاف ، فتاوى دار العلوم : ٥۱۰/٦ ، فتاوى محموديه : ۲۳۰/۱۰)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السمٰوٰت والأرض ، أعدت للمتقين**﴾.(**آل عمران : ۱۳۳**) .... وقوله تعالى : ﴿**فاستبقوا الخيرات**﴾.(سورة البقرة : ۱٤۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الموسوعة الفقهية** " : اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد =

....

....

....

= الاعتـكاف قبل تمام الاعتكاف ، إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الاعتكاف إذا دخل الـمـعتكف مسجداً آخر من ساعته ، وهذا استحباب منهم ، أما إذا لم يدخل مسجداً آخر ، فيبقي الحكم على أصل القياس وهو البطلان . (۲۲۳/٥ ، الخروج حالة الإكراه)

وما فيه **أيضاً** : ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج لأجل الشهادة مفسد للاعتكاف.

(۲۲۳/٥ ، الخروج لأداء الشهادة)

ما في " **النهر الفائق** " : إن الـخـروج عـامداً أو ناسياً أو مكرهاً بأن أخرجه السلطان أو الغريم أو خروج للبول ، فحبسه الغريم ساعة أو لعذر المرض مفسد عند الإمام. (٤٦/٢ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **تبيين الحقائق** ": قوله : (أو لأداء الشهادة) أي وإن تعين عليه ، كل ذلك مفسد.

(۲۲۸/۲ ، باب الاعتكاف ، البحر الرائق :٥٢٩/٢ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار** " : أمـا عـلـى قول غيره فيقضى اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والـحـاصـل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشر بتمامه.

(۳۸٤/۳ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوی محمودیه :۲۸۰/۱۰)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

نکاح نعمت، طلاق ضرورت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ومن آیاته أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیها وجعل بینکم مودة ورحمة﴾. ......اوراسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔ (سورۃ الروم:۲۱)

نکاح اللہ کی ایک نعمت ہے، جب یہ رشتہ قائم کیا جاتا ہے تو اس میں پائیداری ودوام مقصود ہوتا ہے،اس رشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زوجین کواولاد کی نعمت سے نوازتا ہے،اور اللہ رب العزت کا یہ فیصلہ کہ دنیا تا قیامِ قیامت آباد رہے، پورا ہوتا ہے۔...... "فإنه لما حکم الله تعالیٰ ببقاء العالم إلی یوم القیامة ومعلوم أنه لا یبقی ما لم یکن بینهم معاملة یتهیأ بها معاشهم من البیع والإجارة ونکاح مبقیاً لهذا الجنس بالتوالد". (نورالأنوار:ص۱۷۸)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:...... اللہ رب العزت نے بہت سی حکمتوں، مصلحتوں اور منفعتوں کے پیشِ نظر نکاح کو جائز قرار دیا،منجملہ ان مصالح وحِکَم کے ایک حکمت ومصلحت یہ ہے کہ اس روئے زمین پر نوعِ انسانی، اصلاحِ ارض اور اقامتِ شرائع کے لیے اس کی نائب بن کر قیامت تک باقی رہے، اور یہ مصلحتیں اسی وقت متحقق ہوسکتی ہیں جبکہ ان کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ستونوں پر ہوں، اور وہ ہے نکاح۔

ویسے تو نسلِ انسانی کا وجود مرد وعورت کے ملاپ سے ممکن تھا،خواہ وہ ملاپ کسی بھی طرح کا ہوتا، لیکن اس ملاپ سے جو نسل وجود میں آتی وہ اصلاحِ ارض اور اقامتِ شرائع کے لیے موزوں ومناسب نہ ہوتی، نسلِ صالح نکاح سے ہی وجود میں آسکتی ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے: "فاسد سے فاسد اور باطل سے باطل وجود میں آتا ہے"۔ "ما بني علی فاسد أو باطل فهو فاسد وباطل".

(موسوعة القواعد الفقهية:۹/۴۳۹)

نکاح کے ذریعہ انسان اولاد حاصل کرتا ہے، جب وہ ان کی تعلیم وتربیت کو بہتر طریقے سے انجام دیتا ہے تو یہی اولاد اس کے لیے دنیوی زندگی میں آنکھوں کی ٹھنڈک، اوراس کے مرنے کے بعد ذکرِ حسن ہوا کرتی ہے، اولاد لطفِ روحانی (Soul enjoyment) اور رونقِ زندگانی (Gaity of life) ہے، اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿المال و البنون زينة الحيوة الدنيا و الْبٰقِيٰت الصالحات خير عند ربك ثواباً و خيرٌ أملاً﴾. ...... مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہیں، اور باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ آپ کے پروردگار کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر ہے، اور امید کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر ہے۔ (سورۃ الکہف: ۴۶)

انسان کی آنکھ بند ہونے کے بعد یہی اولاد اس کی نام لیوا ہوتی ہے، اوراس کے لیے دعاءِ خیر کرتی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین چیزوں سے اس کو برابر فائدہ پہونچتا رہتا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ایک نیک اولاد کو بھی ذکر فرمایا۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : "**إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء؛ من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له**". (سنن أبي داود: ۲/ ۳۹۸، صحیح مسلم: ۲/ ۴۱، الوصیۃ)

نکاح مرد وعورت دونوں میں ملاپ کا بہترین ذریعہ ہے، اور یہی ملاپ عورت میں پائی جانے والی کمی کو پورا کرنے کا سبب بنتا ہے، کیوں کہ ہر کوئی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ عورت پیدائشی طور پر کمزور ہے، مرد جن اعمالِ شاقہ (Difficult workes) کا متحمل ہے عورت اس کا تحمل نہیں کرسکتی ، عورت کو مرد کی ضرورت ہے، تاکہ مرد کسبِ معاش میں اس کا معاون ومددگار، اوراس کی عزت وآبرو کا پاسبان ہو، ٹھیک اسی طرح مرد کو بھی عورت کی ضرورت ہے، تاکہ وہ اس کے مال کی حفاظت وصیانت اوراس کے امورِ خانہ داری کے فرائض کو انجام دے، اور متاعبِ حیات (Troublesome of life) کو اس سے دور کردے، اور مرد کی یہ ضرورت اسی وقت پوری ہوگی جبکہ وہ کسی عورت سے رشتۂ نکاح کو قائم

کرے، اسی مقدس رشتے کو قرآنِ حکیم نے میثاقِ غلیظ سے تعبیر فرمایا: ﴿وأخذن منکم میثاقاً غلیظاً﴾ اور وہ (بیویاں) تم سے ایک مضبوط اقرار لے چکی ہیں۔(سورۃ النساء: ۲۱)

نکاح خاندانوں میں اتحاد وارتباط اور اسبابِ بغض وعداوت کے دور کرنے اور عفت و پاکدامنی کا بہترین ذریعہ ہے۔ (ردالمحتار: ۴/ ۵۸)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((یا معشر الشباب ! من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم، فإنہ لہ وجاء)). ......اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے، کیوں کہ اس سے نگاہیں نیچی رہتی ہیں، اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

(أخرجہ الشیخان فی صحیحیھما واللفظ لمسلم)

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لیے ہو، اس کو توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیوں کہ اس معاملہ کے ٹوٹنے کا اثر صرف میاں بیوی پر ہی نہیں پڑتا، بلکہ نسل واولاد کی تباہی وبربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہونچتی ہے، اور پورا معاشرہ بری طرح متأثر ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے میاں بیوی کو وہ ہدایتیں دی، جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ومستحکم ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر بیوی کی طرف سے کوئی ایسی صورت پیش آئے جو شوہر کے مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو، تو شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ افہام وتفہیم اور زجر وتنبیہ سے کام لے، اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے چند افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرلیا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وإن خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من أھلہ وحکماً من أھلھا، إن یرید ا إصلاحاً یوفق اللہ بینھما﴾. ......اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان کشمکش کا علم ہو تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کردو، اگر دونوں کی نیت اصلاحِ حال کی ہوگی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔(سورۃ النساء: ۳۵)

لیکن بعض اوقات میاں بیوی کے مزاج کا ہم آہنگ نہ ہونا اور دونوں میں اس قدر بغض وعداوت ہو جانا کہ دونوں ایک ساتھ رہکر ایک دوسرے کے حقوقِ واجبہ ادا نہ کر سکتے ہوں، اور اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہوں، اور تعلقِ نکاح کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہو، تو ایسی صورت میں اس ازدواجی تعلق کو ختم کرنا ہی طرفین کے لیے سامانِ راحت وسلامتی ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے طلاق کو مباح قرار دیا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:......محاسنِ طلاق میں یہ داخل ہے کہ شریعت نے طلاق کا اختیار صرف مرد کو دے رکھا ہے، کیوں کہ وہ عورت کے مقابلہ میں کامل العقل ہوتا ہے، اور کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے وہ اس کے عواقب ونتائج پر غور کر لیتا ہے، جبکہ عورت کی صفت عقل ودین میں نقصان ہونا ہے، اور وہ خواہشات سے مغلوب ہوتی ہے۔اور یہ بھی محاسنِ طلاق میں داخل ہے کہ آدمی کو دینی ودنیوی مکارہ سے چھٹکارامل جاتا ہے۔ (ردالمحتار:۲/ ۴۲۹)

لیکن اس خلاصی وچھٹکارے کے لیے اسی طریق وترتیب کو اپنانا ضروری ہے جو شریعت نے بتلائی ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا شرعاً حرام ہے۔

مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:''شریعت نے معاہدۂ نکاح کو توڑنے اور فسخ کرنے کا طریقہ وہ نہیں رکھا، جو عام خرید وفروخت کے معاملات اور معاہدات کا ہے، کہ ایک مرتبہ معاہدہ فسخ کر دیا تو اسی وقت اسی منٹ فریقین آزاد ہو گئے، اور پہلا معاملہ بالکل ختم ہو گیا، اور ہر ایک کو اختیار ہو گیا کہ دوسرے سے معاہدہ کر لے، بلکہ معاملۂ نکاح کو بالکل قطع کرنے کے لیے اول تو اس کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے گئے، پھر اس پر عدت کی پابندی لگا دی گئی''۔(معارف القرآن:۱/ ۵۵۷)

طلاق کا شرعی طریقہ:

(۱)......طلاق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی مدخولہ بیوی کو ایسے طہر کی حالت میں جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو، ایک طلاقِ رجعی دے، یعنی یوں کہہ دے کہ''میں نے تجھے ایک طلاقِ رجعی دی''، اور اس کو چھوڑ دے یعنی دوسری طلاق نہ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے، اس طلاق کو طلاقِ احسن کہتے

ہیں، کیوں کہ اگر شوہر کو اپنے فعلِ طلاق پر ندامت ہو تو وہ تدارک پر قادر ہوگا، یعنی اگر عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرسکتا ہے، اور اگر عدت گزر گئی اور دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو بلا حلالہ نکاحِ جدید کرسکتا ہے۔

طلاقِ رجعی میں عدت کے اندر رجوع کرنے کے لیے نہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے، نہ ہی عورت کی رضامندی ضروری ہے، نہ عدت میں ترکِ زینت کا حکم ہے، نہ میاں بیوی کو زمانۂ عدت میں علیحدہ رہنے کا حکم ہے، بلکہ زوج اور زوجہ کے لیے ایک گھر میں رہنا جائز ہے۔ (غایۃ الأوطار:۲/ ۱۰۸)

(۲)......اپنی مدخولہ بیوی کو ایسے تین طہر میں جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک ایک کر کے تین طلاقیں دیدینا طلاقِ حسن ہے، کیوں کہ اس طرح طلاق دینے کی صورت میں اگر دو طلاقیں دینے کے بعد شوہر اپنے اس اقدام پر نادم وشرمسار ہو تو عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔

(۳)......۱-...... مدخولہ بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دینا۔ ۲-......ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں عورت کے ساتھ صحبت کرچکا۔ ۳-......طلاقِ بائن دینا۔ ۴-......ایک طہر میں ایک سے زائد (دو یا تین) طلاق دینا۔ ۵-......غیر مدخولہ کو بیک وقت ایک سے زائد طلاق دینا۔ ۶-......نابالغہ یا آئسہ (جس عورت کو حیض آنا بند ہو چکا ہو) کو ایک مہینہ میں ایک سے زائد طلاق دینا، یہ سب طلاقِ بدعت ہے، اس طرح طلاق دینے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے، البتہ طلاق بہرصورت واقع ہوجاتی ہے۔

ایک غلط فہمی:

عامۃً لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کے لیے تین طلاق دینا ہی ضروری ہے، اور جب تک تین طلاقیں نہیں دی جائیں گی نکاح ختم نہیں ہوگا، اس کی وجہ احکامِ شرعیہ سے ناواقفیت ہے۔ایک طلاق دیکر بھی نکاح ختم کیا جاسکتا ہے (جس کا طریقہ اوپر گذر چکا)، نیز طلاق ضرورۃً مباح ہے، اور جو چیز ضرورۃً مباح ہوتی ہے وہ بقدرِ ضرورت ہی مباح ہوتی ہے، اور ضرورت ایک طلاق سے پوری ہوجاتی ہے، فقہ کا قاعدہ ہے: " **الضرورات تبیح المحظورات ، وما أبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا** ". [الأشباہ والنظائر: ۳۰۷-۳۰۸] اس لیے زائد طلاقیں دینے سے پرہیز کیا جائے، تاکہ گناہ لازم نہ آئے۔

مسائل نکاح

منگنی کے موقع پرلڑکے والوں کا مٹھائی لانا

مسئلہ(۲۳۷) نکاح سے قبل منگنی کے موقع پرلڑکے والے،لڑکی والوں کے یہاں جومٹھائی وغیرہ لے کرآتے ہیں اگر یہ بطورِشرط اور مجبور ہوکر دینا ہوتا ہوتو یہ رشوت ہے، جوکہ ناجائز وحرام ہے، اوراگر بطورِشرط اور مجبور ہوکرنہیں دیتے بلکہ بطیبِ خاطرہی دیتے ہیں، لیکن رسم ورواج کی بناء پر دیتے ہیں تو بھی ناجائز ہے، کیونکہ قاعدہ ہے:" **المعروف کالمشروط**" معروف مشروط کی طرح ہے، ہاں اگرکہیں عرف نہ ہواور نہ ہی رسم ورواج ہو، بلکہ بلاطلب، بلاشرط، بلارسم ورواج کی پابندی کے بطیبِ خاطردیتے ہیں تو یہ ہدیہ ہوگا، اوراس کالینا جائزاوردرست ہوگا۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشکوٰۃ المصابیح** ": عن أبي مرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: **ألا لا تظلموا، ألا لایحل مال امرئٍ إلا بطیب نفس منه.** رواه البیهقي في شعب الإیمان، والدارقطني في المجتبیٰ. (ص:۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني)

ما فی " **مجموعة الفتاوی مترجم للشیخ العلامة عبد الحی اللکنوی** ": قال في الوسیلة الأحمدیة شرح الطریقة المحمدیة: ولعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشي والمرتشي، ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النکاح، إذا کان بالسؤال أو کان إعطاء الزوج بناءً علی عدم رضائه علی تقریر عدمه، أما إذا کان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه فیکون هدیة.

(۲/۲۳۰، استفتاء نمبر:۷۲، بحواله فتاوی محمودیه:۱۱/۱۸۷)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": أخذ أهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج أن یسترده، لأنه رشوة.=

دعوتِ ولیمہ لڑکے والے کو کرانا چاہئے

مسئلہ(۲۳۸) شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے دعوتِ ولیمہ مسنون ومشروع ہے، لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کھانے اور کھلانے کا رواج بعد کی رسم ہے، صحابہ، تابعین، اور تبعِ تابعین کے زمانے میں یہ رسم نہیں تھی ، اس لیے یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، اور گاؤں برادری کو بھوج (ضیافت/کھانا) نہ دینے پر لڑکی کے باپ کو طعنہ دینا ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اگر لڑکی والے دباؤ میں آکر، یا رسم ورواج کا پابند ہوکر کھلا بھی دیں، یا شہرت وتفاخر کے طور پر کھلائے تو اس کا کھانا حرام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کسی کا مال بغیر اس کی رضا اور خوشی کے استعمال کرنا حلال نہیں'' (۱)۔

اسی طرح......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے کھلانے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے، اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے (۲)، اس لیے لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا التزام کرنا، اور

= **"درمختار"**. قال الشامي : قوله : (عند التسليم) أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذ لو أبىٰ أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً لأنه رشوة ."بزازية".

(۳۰۷/٤، كتاب النكاح، باب المهر، البحرالرائق:۳۲۵/۳، باب المهر، الفتاوىٰ البزازية على هامش الهندية: ۱۳٦/٤، الفصل الثاني عشر في الهبة)

والحجة على ما قلنا

(۱) **"لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه"**. (مشكوة المصابيح : ص۲۵۵، باب الغصب والعارية)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **"المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما"**. قال الإمام أحمد: يعني المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً".

(مشكوة المصابيح : ص۲۷۹، باب الوليمة، الفصل الثالث، فتاوى محموديه:۲۳۹/۱۱)

اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، حالانکہ آج معاملہ ایسا ہو گیا ہے کہ زیادہ تر لڑکی والوں کی طرف سے ہی اس کا التزام کیا جا رہا ہے، اس لیے یہ چیزیں واجب الترک ہیں۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے باراتیوں یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دیدیں تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں (۱)۔

عورت کو لانا شوہر کی ذمہ داری ہے

مسئلہ (۲۳۹) رخصتی کے وقت عورت کو لانے کی ذمہ داری بھی شوہر پر ہوگی، کیونکہ ہمارا عرف ایسا ہی ہے، عورت خود نہیں جاتی ہے۔(۲)

وہ چیزیں جو مرد پر عورت کے لیے لازم ہیں

مسئلہ (۲۴۰): مرد، عورت کے لیے ان تمام چیزوں کو جن کا تعلق روزمرہ زندگی سے ہے، اپنی استطاعت کے مطابق مہیا کرے مثلاً: ماکولات، مشروبات، ملبوسات، سکنیٰ، نیز صحت کی حفاظت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، اور صفائی ستھرائی کے اعتبار سے جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً صابون، کنگھی، تیل اور پاؤڈر جس سے بدبو کو دور کیا جاتا ہے، مرد کے ذمہ لازم ہے، رہی وہ

---

(۱) (كفاية المفتي : ۵/۱۵٦ ـ ۱۵۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**الحديث**": **ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن، وما رأوه سيئاً فهو عند الله سيئٌ** .(المعجم الأوسط للطبراني:۲/۳۸٤، رقم الحديث:۳٦۰۲)

ما في " **الأشباه والنظائر**": بقاعدة فقهية : " العادة محكمة ".(۱/۳۲۸)

چیزیں جن کے بغیر زندگی کا گزران ہوسکتا ہو ان کا مہیا کرنا مرد پر لازم نہیں، ہاں اگر مرد ان چیزوں کو لا دے، تو عورت پر ان کا استعمال لازم ہوگا، جیسے میک اَپ، عطریات وغیرہ، علاج ومعالجہ کی ذمہ داری مرد پر واجب نہیں ہے، لیکن اگر وہ علاج ومعالجہ کرائے تو یہ اس کی طرف سے احسان ہوگا، نیز دھوبی کا خرچہ اگر مرد کی اجازت سے ہو تو پھر مرد پر لازم ہے، ورنہ نہیں۔ اسی طرح دایا کی مزدوری اس پر ہوگی جس نے دایا کو لایا ہے، اگر مرد نے لایا ہے تو مزدوری مرد پر واجب ہوگی، اور اگر عورت کے والدین نے دایا کو بلوایا تو اب اس کی مزدوری بھی ان پر لازم ہوگی۔ (۱)

والحجة على ما قلنا

ما فی " **الفتاوی الهندية** ": والنفقة الواجبة المأكول والملبوس والسكنىٰ، أما المأكول فالدقيق والماء والملح والحطب والدهن كذا في التتارخانية۔ وكما يفرض لها قدر الكفاية من الطعام كذلك من الادام كذا في فتح القدير۔ ويجب لها ما تنظف به وتزيل الوسخ كالمشط والدهن وما تغسل به الرأس من السدر والخطمى وما تزيل به الدرن كالأشنان والصابون على عادة أهل البلد، وأما ما يقصد به التلذذ والاستمتاع مثل الخضاب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختياره إن شاء هيأه لها وإن شاء تركه فإذا هيأه لها فعليها استعماله، وأما الطيب فلا يجب عليه منه إلا ما يقطع به السهوكة لا غير، ويجب عليه ما يقطع به الصنان، ولا يجب الدواء للمرض ولا أجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة كذا في السراج الوهاج، وعليه من الماء ما تغسل به ثيابها وبدنها من الوسخ كذا في الجوهرة النيرة .... وأجرة القابلة عليها إن استأجرتها ولو استأجرها الزوج فعليه اهـ.

(الفتاوى الهندية: ۱/۵۴۹، الباب السابع عشر في النفقات، الفتاوى التاتارخانية:۳/۲۴۲، كتاب النفقات، رد المحتار: ۵/۲۹۱، باب النفقة، بدائع الصنائع: ۵/۱۵۳)

ما فی " **الكتاب** " : لقوله تعالى : ﴿**لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفساً إلا وسعها**﴾. (سورة الطلاق:۷)

باپ کی طرف سے بیٹی کو سامانِ جہیز دینا

مسئلہ(۲٤۱): باپ اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت اپنی وسعت کے مطابق بطورِ تحفہ کے جو جہیز دیتا ہے یہ جائز ہے اور مستحسن ہے(۱)۔ لیکن لڑکا مطالبہ کرے کہ اگر آپ فلاں فلاں چیز دیں تو میں آپ کی لڑکی سے نکاح کروں گا، اور اس پر لڑکی کے باپ کو مجبور کرے تو یہ شرعاً ناجائز وحرام اور مردانیت سے گراہوا فعل ہے(۲)، نیز یہ ہندوانہ رسم ہے جو مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہے، لہذا اس سے بچنا لازم اور ضروری ہے(۳)۔

جہیز لڑکی کی ملک ہے یا باپ کی؟

مسئلہ(۲٤۲): جہیز میں دیا گیا سامان لڑکی کی ملک ہے، باپ دوبارہ واپس نہیں لے سکتا، اور نہ خسر وغیرہ لے سکتے ہیں، لیکن یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہوگا، اگر کسی جگہ کا عرفِ دائمی یہ ہو کہ باپ جو سامان دیتا ہے وہ بطورِ جہیز دیتا ہے نہ کہ بطورِ عاریت، تو اب یہ سامان لڑکی کا ہی سمجھا جائیگا، لیکن اگر کسی جگہ کا عرف یہ ہو کہ باپ جو سامانِ جہیز دیتا ہے وہ بطورِ عاریت ہے تو اب لڑکی اس سامان کی مالک نہیں

والحجة على ما قلنا

(۱) ما في "**الحديث**": عن علي رضي الله عنه قال: **جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر**. (سنن النسائي: ۲/۷۷، باب جهاز الرجل ابنته)

(۲) ما في "**الكتاب**": قال الله تعالى:﴿**الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض**﴾. (سورة النساء:٣٤)

(۳) قال الله تعالى:﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**﴾. (سورة النساء : ۳۰)

ما في "**السنن لأبي داود**" : وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**من تشبه بقوم فهو منهم**".

(ص۵۵۹، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

بنے گی، بلکہ باپ ہی اس کا مالک رہیگا، لیکن اگر باپ اشرافِ ناس میں سے ہے، اور جو سامانِ جہیز دیا گیا ہے وہ بقدرِ عرف ورواج ہے تو اب وہ لڑکی کا سامان سمجھا جائیگا، اور اگر سامان عرف ورواج کی مقدار سے زائد ہے تو وہ زائد سامان عاریۃً ہوگا، اور لڑکی کے باپ ہی کا مال سمجھا جائیگا لڑکی کا نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی **"النهر الفائق"**: ولو جهز بنته وسلمه إليها ليس له في الإستحسان استرداده منها وعليه الفتوى. (۲/۲٦۵، كتاب النكاح، باب المهر)

ما فی **"رد المحتار على الدر المختار"**: (جهز ابنته ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب) أو ورثته بعد موته (عارية فـ) المعتمد أن (القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عاريةً، و) أما (إن مشتركاً) كمصر والشام، (فالقول للأب) كما لو كان أكثر مما يجهز به مثلها .... واستحسن في النهر تبعاً لقاضيخان أن الأب إن كان من الأشراف لم يقبل قوله أنه عارية . **"درمختار"**. قوله: (فالمعتمدالخ) عبر عنه في فتح القدير بأنه المختار للفتوى۔ ومقابله ما نقله قبله من أن القول لها: أي بدون تفصيل بشهادة الظاهر لأن العادة دفع ذلك هبة......... قلت: ومقتضاه أن المراد من استمرار العرف هنا غلبته .... قال الشيخ الإمام الأجل الشهيد: المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لاعاريةً لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب.

(۴/۳۰۷۔۳۰۹، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب أنفق على معتدة الغير، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية، الفتاوى الهندية: ۱/۳۲۷، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، وكذا فيه أيضاً: ۴/۴۰۲، الباب الحادي عشر في المتفرقات)

ما فی **"درر الحكام شرح مجلة الأحكام"**: بقاعدة فقهية: " العادة محكمة ".

(درر الحكام: ۱/۴۴، المادة: ۳٦، الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفيؒ: ۱/۳۲۸)

وأيضاً: " إنما تعتبر العادة إذ اطردت أو غلبت ".

(۱/۵۰، المادة: ۴۱، رد المحتار: ۴/۳۰۸، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ، الأشباه والنظائر: ۱/۳۳۳، خير الفتاوى: ۴/٦۰۳)

نکاح میں انجام پانے والی بدعات وخرافات

مسئلہ(۲۴۳): نکاح میں گانا بجانا، ناچنا نچوانا، ویڈیو شوٹنگ کرنا، فوٹو کھچوانا، عورتوں کا بے پردہ گھومنا، مرد وعورت کا ایک ساتھ کھانا کھانا، عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ باتیں کرنا، مستی مذاق کرنا، محرمات کا داماد کے گال پر ہاتھ پھیر کر انگلیاں پھوڑنا، بہنوئی کے جوتے چپل چھپا دینا، بارات کا راستہ روکنا، گولہ اور پٹاخے پھوڑنا، عورتوں کا اشعار اور گیت گانا، مرد کا ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا، دولہا اور دلہن کو سہرا اور گجرا وغیرہ پہنانا، دولہا دلہن کا ایک جگہ بیٹھنا جبکہ دلہن کا منہ کھلا ہوا ہو، اور نو جوان لڑکے لڑکیاں ارد گرد ہوں، گھوڑے پر دولہے کا سوار ہونا، جوان عورتوں کا بارات میں شامل ہونا اور دولہا کے ناک کان کھینچنا، یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں جو ناجائز اور حرام ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دی ہوئی شریعتِ مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور بدعات وخرافات سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالى: ﴿**ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه ، وهو في الآخرة من الخاسرين**﴾ . (سورة ال عمران:۸٤)

ما فی "**الحديث**": عن عائشةؓ قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** " . (صحيح البخاري:۱/۳۷۱، مشكوة المصابيح:ص۲۷)

ما فی "**الحديث**": عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " **ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى** " . (جامع الترمذي:۲/۹۹)

ما فی "**الحديث**": عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه** ". رواه البخاري . (مشكوة المصابيح:ص۲۷) =

منگنی سے پہلے لڑکی کا فوٹو دیکھنا

مسئله(۲٤٤): نکاح کے ارادے سے کسی لڑکا لڑکی کا آپس میں آمنے سامنے دیکھنا تو جائز ہے(۱)

= ما في "**الحديث**": عـن جـابر قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه و سلم : " **فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمدٍ ، وشر الأمور محدثاتها ، وكل بدعةٍ ضلالة** ". رواه مسلم .

(مشكوة المصابيح:ص۲۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": (وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لا قضاء الشهوة. "درمختار". قوله: (بنية السنة)........ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها، وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة "انظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما". رواه الترمذي والنسائي وغيرهما. (۵۳۲/۹، الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس)

ما في "**الحديث**": عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم : " **اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم يعني بينكما ففعل فتزوجها**".

(سنن ابن ماجه:ص۱۳٤، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، سنن الترمذي : ۲۰۷/۱، باب ماجاء في النظر إلى المخطوبة، سنن أبي داود: ۲۸٤/۱، باب الرجل ينظر المرأة وهو يريد تزويجها، الصحيح لمسلم: ٤۵٦/۱، باب ندب من أراد نكاح امرأة)

ما في "**موسوعة فتاوى النبي صلى الله عليه وسلم**": قوله: "وأبي حميد" أخرجه أحمد مرفوعاً: "إذا خطب أحدكم امرأة فلا جناح عليه أن ينظر منها، إذا كان إنما ينظر إليها لخطبة، وإن كانت لا تعلم". (۱۹۸/۲، في إباحة النظر إلى المخطوبة)

ما في "**مرقاة المفاتيح** ": وفي هذا دلالة على جواز ذكر مثل هذا للنصيحة، وفيه استحباب النظر إليها قبل الخطبة حتى إن كرهها تركها من غير إيذاء، .... وإنما يباح له النظر إلى وجهها و كفيها فحسب لأنهما ليسا بعورة في حقه، فيستدل بالوجه على الجمال وضده، بالكفين على سائر أعضائها باللين =

مگر تصویر اور فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔ اور یہ عدمِ جواز تصویر سازی کی حرمت کی بناء پر ہے، کیوں کہ فوٹو دیکھنے کے لیے فوٹو نکالنا ہوگا، جو شرعاً ممنوع ہے۔(۱)

= والخشونة.　(۶/۲۵۱، باب النظر إلی المخطوبة)

(۱) ما فی "**الحدیث**": وعن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: " **لا تدخل الملائكة بیتاً فیه صورة تمثال، والمصورون یعذبون یوم القیامة في النار، یقول لهم الرحمن: قوموا إلی ما صورتم، فلا یزالون یعذبون حتی تنطق الصور ولا تنطق** ".

(مجمع الزوائد:۵/۲۲۷، رقم الباب:۵۹، ما جاء في التماثیل والصور، سنن الترمذي: ۱/۳۰۵، باب ماجاء في المصورین)

ما فی "**الحدیث**": لقوله علیه السلام :" **إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون**".

(الصحیح البخاري :۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، الصحیح لمسلم : ۲/۲۰۱، كتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویرصورة الحیوان)

ما فی "**الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**": قال القرطبيؒ: یدل علی المنع من تصویر شيء أي شيء كان. (۱۴/۲۷۴)

ما فی "**ردالمحتار علی الدر المختار**": " لاتمثالَ إنسان أو طیر" ."درمختار". قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذي الروح .(۹/۵۱۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

ما فی "**شرح النووي علی هامش المسلم**": قال أصحابنا وغیرهم من العلماء:" تصویر صورة الحیوان حرام شدید، وهو من أكبر الكبائر، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذكور في الأحادیث، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ، وسواء كان في ثوب أو بساط أودرهم أودینار أوفلس أوإناء أو حائط أوغیرها.

(۲/۱۹۹، كتاب اللباس والزینة، باب تحریم صورة الحیوان،ردالمحتار:۲/۴۱۶، كتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایكره فیها، مطلب : إذا تردد الحكم بین سنة وبدعة كان ترك السنة أولی، فتاوی رحیمیه:۸/۱۵۲)

منگنی کے بعد منگیتر لڑکا اور لڑکی کا ساتھ گھومنا

مسئلہ(۲۴۵): آج کل یہ رواج عام ہو چلا ہے کہ منگنی کے بعد لڑکے منگیتر لڑکی کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے نکل جاتے ہیں، اوراس سے اختلاط کرتے ہیں، جب کہ محض منگنی کر لینے سے نکاح نہیں ہوتا، اس لیے نکاح سے پہلے منگیتر لڑکی اجنبیہ ہی ہے، اوراجنبی مرد کا اجنبیہ عورت کے ساتھ اختلاط حرام ہے(۱)، کیوں کہ یہ اختلاط حرام میں وقوع کا ذریعہ ہے، اورفقہ کا قاعدہ ہے: کہ ''ذریعۂ حرام بھی حرام ہوتا ہے''(۲)۔

شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا آپسی میل ملاپ

مسئلہ(۲۴۶): آج کل مغربی کلچر ویورپی تہذیب کو آئیڈیل بنانے والے ملکوں نے، قانونِ اسلام کے خلاف اباحیت کا نعرہ لگاتے ہوئے، منگنی کے بعد عقدِ نکاح سے قبل، زوجین کو باہم محبت و پیار کے تعلقات قائم کرنے، اورایک دوسرے کے ساتھ عرصۂ دراز گزارنے کو نہ صرف جائز قرار دیا، بلکہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی '' **السنن لأبي داود** '': عن ابن عمر نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن يمشي الرجل بين المرأتين. (۲/۷۱۵، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق)

ما فی '' **رد المحتار على الدر المختار** '': وقال العلامة ابن عابدين تحت قوله: (الخلوة بالأجنبية حرام) أي الحرة لما علمت من الخلاف في الأمة وقوله:(حرام) قال في القنية: مكروهة كراهة تحريم.

(۹/۵۲۹، الحظر والإباحة، فصل في النظر)

(۲) ما فی '' **المقاصد الشرعية للخادمی** '': وبقاعدة فقهية سداً للذرائع :'' أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً''.

(المقاصد الشرعية للخادمي:ص٤٦)

ما فی '' **اعلام المؤقعين** '': '' وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود''.(۳/۱۷۵، فتاوی رحیمیہ:۸/۱۵۱)

نوبت اب یہاں تک پہونچ چکی، کہ جب وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہے تب نکاح کرتے ہیں (لاحول ولا قوة إلابالله)، اس طرح کا اختلاط (میل ملاپ) سراسر حرام اور اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہی نہیں، بلکہ عقلاً بھی مہذب قانون، اور ثقافتِ انسانی کے خلاف ہے، اور ایک غیر فطری وغیر اخلاقی کوشش ہے، کیونکہ اباحیت کا یہ نعرہ عورتوں کے ساتھ ظلم اور کھلی زیادتی ہے، اس لئے کہ شادی سے قبل اگر ان جنسی تعلقات نے منفی تعلقات اور خواہشات کو تکمیل تک پہونچادیا، اور پھر رشتہ نہ ہوسکا تو اس کا خمیازہ تنہا عورت ہی کو بھگتنا پڑتا ہے، اللہ مغرب کی اندھی تقلید سے ہماری حفاظت فرمائے، اور قرآنی واسلامی قانون پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الحديث**": وعن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**لا يخلون رجل بإمرأة إلا كان ثالثهما الشيطان**".

(مشكوة المصابيح:۱۹/٤، باب النظرإلى المخطوبة، جامع الترمذي:۳۹/۲، باب في لزوم الجماعة)

ما فی "**الحديث**": عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى: "**أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين**". (أبوداود:۷۱۵/۲، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام. قوله: (حرام) قال في القنية: مكروهة كراهة تحريم. (۵۲۹/۹،الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً عطست أو سلمت، فيشمتها ولا يرد السلام عليها، وإلا لا انتهى. قوله: (وإلا لا) أي وإلا تكن عجوزاً بل شابة لا يشمتها، ولا يرد السلام بلسانه. (۵۳۰/۹، الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس)

ما فی "**مرقاة المفاتيح**": قال النووي: نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من يدفعها، وكذلك نظر المرأة إلى الرجل سواء كان بشهوة أو بغيرها.

(مرقاة المفاتيح:۲۵۲/٦، باب النظر إلى المخطوبة، شرح الطيبي:۲۵۲/٦، البحرالرائق:۳۵۲/۸۔۳۵٦، =

شادی میں بارات کی رسم

مسئلہ(۲۴۷): شادی میں بارات کی رسم ایسی بری رسم ہے، جو بہت سارے خرافات کوشامل ہے، اورسنت وشریعت کے بالکل خلاف ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بارات کوبھی شادی کا بہت بڑا رکن سمجھا جاتا ہے، اس کیلئے دولہا اور کبھی دلہن والے بڑے اصرار وتکرار کرتے ہیں، اصل غرض اس سے محض ناموری وتفاخر ہے، اور ریا کاری وتفاخر کیلئے کوئی بھی عمل کرنا حرام ہے۔(۱)

= كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، الفتاوى الهندية:۳۲۸/۵، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه)

ما فی "**الكتاب**": ولقوله تعالى:﴿**ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وساء سبيلا**﴾.

(بني اسرائيل:۳۲)

ما فی "**التفسير الكبير**": الزنا اشتمل على أنواع من المفاسد: وثالثها: أن المرأة إذا باشرت الزناء وتمرنت عليه يستقذرها كل طبع سليم، وكل خاطر مستقيم، وحينئذ لا تحصل الألفة والمحبة ولا يتم السكن والازدواج، ولذلك فإن المرأة إذا اشتهرت بالزنا تنفر عن مقارنتها طباع أكثر الخلق.(۳۳۲/۷)

ما فی "**الحديث**": وعن الحسن مرفوعاً قال : وبلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "**لعن الله الناظر والمنظور إليه**". (شعب الإيمان للبيهقي:۱۶۲/۶، رقم الحديث:۷۷۸۸، فصل في الحمام، مشكوةالمصابيح:۲۷۰/۴، الفصل الثالث، فتاوى رحيميه:۱۵۱/۸، آپ کے مسائل اور ان کاحل:۳۴/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى، كالذي ينفق ماله ريآء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر**﴾.(سورة البقرة:۲۶۳)

ما فی "**الحديث**": عن شداد بن أوس قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "**من صلى يرائي فقد أشرك ومن صام يرائي فقد أشرك ومن تصدق يرائي فقد أشرك**".رواه أحمد.

(مشكوة المصابيح:ص۴۵۵) =

موجودہ زمانہ میں بارات کی ضرورت نہیں

مسئلہ(۲۴۸): بارات کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب راستوں میں امن وامان نہیں تھا، اکثر اوقات ڈاکوؤں سے دوچار ہونا پڑتا تھا، دولہا دلہن کے جان ومال، اسباب وزیورات وغیرہ کے لٹنے کا خطرہ رہا کرتا تھا، اس لیے ان کی حفاظت کی خاطر رسمِ بارات کی ایجاد ہوئی تھی، کہ دولہا دلہن کے پیچھے ایک آدمی ضرور جاتا تھا، مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ مصلحت، صرف افتخار واشتہار یعنی فخر اور دکھلاوا باقی رہ گیا ہے، جو شرعاً ممنوع وحرام ہے۔(۱)

شادی کی دعوت میں بن بلائے جانا

مسئلہ(۲۴۹): آج کل شادیوں کی دعوت میں ہوتا یہ ہے کہ بلایا جاتا ہے پچاس آدمیوں کو اور جا پہنچتے ہیں سو آدمی، اول تو بن بلائے اس طرح کسی کے گھر جا کر کھالینا حرام ہے، حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص دعوت میں بن بلائے جائے وہ چور ہوکر داخل ہوا اور لٹیرا ہوکر نکلا، یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کا ہوتا ہے(۲)، نیز اس میں میزبان شخص کی بے ابروئی اور بے عزتی بھی ہوتی ہے ، کہ اس نے صرف پچاس لوگوں کا کھانا پکایا تھا، اب سو آدمی پہنچ گئے جس کی وجہ سے کھانا گھٹ گیا، جبکہ کسی کو

= ما فی ''**الحدیث**'': عن محمود بن لبید أن النبي صلی الله علیه وسلم قال: '' **إن أخوف ما أخاف علیکم الشرک الأصغر، قالوا : یا رسول الله ! وما الشرک الأصغر؟ قال: الریاء** ''. رواه أحمد، وزاد البیهقي في شعب الإیمان: یقول الله لهم یوم یجازی العباد بأعمالهم : '' **اذهبوا إلی الذین کنتم تراؤون في الدنیا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء وخیراً** ''.(مشکوة المصابیح :ص۴۵۶)

(۱) ما فی ''**الأشباه والنظائر**'': ''الضرورات تبیح المحظورات'' . ''ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها''۔''ما جازبعذر بطل بزواله''.(۱/۳۰۷،۳۰۸،۳۱۰)

(۲) ما فی ''**الحدیث**'': عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : '**ألا !** =

ذلیل ورسوا کرنا گناہ ہے(۱)، پھر ان باتوں کی وجہ سے اکثر جانبین سے ایسی ضدا ضدی اور ناچاقی وناا تفاقی پیدا ہوتی ہے کہ عمر بھر اس کا اثر دلوں میں رہتا ہے، اور جن باتوں سے ناچاقی وناا تفاقی پیدا ہوتی ہو وہ حرام ہیں(۲)۔

= **لا تـظلموا، ألا ! لا يحل مال امرئٍ إلا بطيبِ نفس منه**". رواه البيهقي في شعب الإيمان والدارقطني في المجتبى. (مشكوة المصابيح:ص۲۵۵، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني)

ما فى " **الحديث**": عن عبد الله بن عمر قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم: **من دُعِيَ فلم يُجب فقد عصى الله ورسوله، ومن دخل على غير دعوةٍ دخل سارقاً وخرج مغيراً** (أي غاصباً). رواه أبوداود. (مشكوة المصابيح:ص۲۷۸)

(۱) ما فى " **الحديث**": عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه ، التقوىٰ هٰهنا ، بحسب امرئٍ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم** . هذا حديث حسن غريب.

(جامع الترمذي:۲/۱٤، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فى شفقة المسلم على المسلم)

(۲) ما فى " **الكتاب**" : لقوله تعالى : ﴿**وأطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصبرين**﴾. (سورة الأنفال:٤٦)

ما فى "**الحديث**": عن ابن عمر قال : خطبنا عمر بالجابية فقال : " **يا أيها الناس! إني قمت فيكم كمقام رسول الله فينا، فقال: أوصيكم بأصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، ثم يفشو الكذب حتى يحلف الرجل يستحلف، ويشهد الشاهد، ولا يستشهد، ألا ! لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان، عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة ، فإن الشيطان مع الواحد وهو من الإثنين أبعد ، من أراد بحبوبة الجنة فليلزم الجماعة ، من سرته حسنته وسائته سيئته فذلكم المؤمن**". هذا حديث حسن.

(جامع الترمذي :۲/۳۹، باب في لزوم الجماعة)

توأمین (جڑوا) کا نکاح

مسئلہ(۲۵۰): توأمین (یعنی دو جڑی ہوئی بہنیں) کی تین صورتیں ہیں:......ا-......بعض اعضاء الگ ہوں، بعض کمر سے ایک ہوں، ہاتھ پاؤں اگر چہ الگ الگ ہوں، مگر پیشاب پاخانہ ایک ہی راستہ سے ہوتا ہو تو یہ ایک عورت کے حکم میں ہے، کسی ایک مرد سے ان کا نکاح درست ہے۔

۲/......تمام اعضاء الگ الگ ہوں، مگر بعض میں کسی ایک جگہ پر ایسا جوڑ ہو کہ بغیر کسی خطرے کے آپریشن (Operation) کے ذریعہ دونوں کو جدا کیا جا سکتا ہو، تو وہ الگ الگ عورتیں ہیں، بغیر جدا کئے ہوئے کسی ایک ہی مرد سے نکاح کرنا حرام ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں دو بہنوں کا ایک ہی نکاح میں جمع ہونا لازم آئیگا، جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

۳/......جسم خلقی طور پر اس طرح سے جڑے ہوئے ہوں، کہ ماہر سے ماہر ڈاکٹر بھی بغیر جان کے خطرے کے آپریشن (Operation) نہ کر سکتا ہو، تو بقول حکیم الامت علامہ تھانویؒ ایسی دو بہنوں کا نکاح کسی ایک مرد کے ساتھ کرنا جمع بین الأختین کی وجہ سے حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالى: ﴿**وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما**﴾. (سورة النساء:۲۳)

ما فی "**الدر المنثور في التفسير المأثور**": وأخرج ابن أبي شيبة وابن المنذر عن وهب بن منبه أنه سئل عن وطء الأختين الأمتين فقال: أشهد أنه فيها أنزل الله على موسى عليه السلام، بأنه ملعون من جمع بين الأختين. (الدرالمنثور في التفسير المأثور:۲/۲۴۵)

ما فی "**التفسير الكبير للرازي**": إن هذه الآية دالة على تحريم الجمع أيضاً، لأن المسلمين أجمعوا على =

....

....

= أنه لا يجوز الجمع بين الأختين في حل الوطیء.(٣١/٤)

ما فی ”**الحديث**“: عن قتادة أن ابن مسعود رضي الله عنهما قال: حرم الله عز وجل اثنتي عشرة امرأة وأنا أكره اثنتي عشرة، الأمة وأمها، والأختان يجمع بينهما، والأمة إذا وطئها أبوك والأمة إذا وطئها ابنك، والأمة إذا زنت، والأمة في عدة غيرك، والأمة لها زوج، وأمتك مشركة، وعمتك وخالتك من الرضاعة.

(المعجم الكبير للطبراني:٣٤٣/٩، رقم الحديث:٩٧٠٩، دار احياء التراث، مجمع الزوائد: ٣٥٣/٤، باب فيما يحرم من النساء وغير ذلك، رقم الحديث:٧٤٢٠)

ما فی ”**الفقه الإسلام وأدلته**“: قال الحنفية والحنابلة: يحرم الجمع بين الأختين ومن في حكمهما إذا كانت واحدة منهما في اثناء العدة من طلاق بائن بينونة صغریٰ أو کبریٰ، لقوله عليه السلام : ” **من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمع ماء ہ في رحم اختين** “.

(٦٦٦٥/٩، الجمع بين الأختين ونحوهما في العدة، مکتبه کوئٹه، الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد: ٤٤٣٣/٩، نكاح الأخت في عدة أختها المطلقة)

ما فی ”**الفتاوی الهندية** “: فإنه لا يجمع بين الأختين بنكاح ولا بوطء بملك يمين سواء كانتا أختين من النسب أو من الرضاع هكذا في السراج الوهاج، والأصل أن كل امرأتين لوصور إحداهما من أي جانب ذكراً لم يجز النكاح بينهما رضاع أو نسب لم يجز الجمع بينهما هكذا في المحيط.

(٢٧٧/١، القسم الرابع المحرمات بالجمع)

ما فی ” **الفتاوی التاتارخانية** “: وفي التجريد : والجمع بين الأختين لا يجوز فإذا تزوج أختين معاً فسد نكاحهما. (٢٧٤/٢، الفصل الثاني في بيان ما يجوز من الأنكحة ومالا يجوز، فتح القدير:٢٠٣/٣، فصل في بيان المحرمات، البحرالرائق:١٦٨/٣، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، فتاوی دارالعلوم:٥٠٨/٧، خير الفتاوی:٢٧٥/٤)

مقلد لڑکی کا نکاح غیر مقلد لڑکے سے

مسئلہ(۲۵۱): مقلد کیلئے غیر مقلد لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا یا اس کا برعکس نامناسب ہے، کیونکہ مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلافات ہیں، یہ لوگ صحابہ کو معیارِ حق نہیں مانتے، ائمہٗ اربعہ پر سبّ وشتم کرتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے، جبکہ یہ لوگ اسے بدعتِ عمری کہتے ہیں، اور تہجد کی آٹھ رکعت تراویح کیلئے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع (جن پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے) کا انکار کرتے ہیں، صحابہؓ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا ہے، جس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ لوگ اس کو ٹھکراتے ہیں، اور بعض چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں، یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے، لہذا ان سے نکاحی تعلق قائم کرنا ہی بہتر نہیں ہے، لیکن اگر نکاح کرلیا گیا تو منعقد ہوجائے گا۔(۱)

بعض وہ محللات جنہیں معاشرہ محرمات تصور کرتا ہے

مسئلہ(۲۵۲): چچی، ممانی اور بھابھی سے، چچا، ماموں یا بھائی کے طلاق دیدینے یا ان کے انتقال کرجانے کے بعد جب عدت گزر جائے تو نکاح جائز ہے، بھابھی کی وہ لڑکی جو اپنے بھائی کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہو، اس سے بھی نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح بھتیجے یا بھانجے کی بیوی جس کو طلاق ہوچکی ہو، یا اس کا شوہر مرگیا ہو، تو عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة إن وقع إلزاماً في المباحث.

(۱۳۴/۴، ۱۳۵، المكتبة النعمانية بديوبند، النهر الفائق: ۱۹۴/۲، خير الفتاوى: ۳۲۳/۴)

نیز سوتیلی ماں کی بہن سے بھی نکاح جائز ہے، اور سوتیلے باپ کی وہ لڑکی جو اس کی ماں کے بطن سے نہ ہو، بلکہ کسی دوسری عورت کے بطن سے ہو، سے نکاح کرنا جائز ہے۔ باپ کے علاوہ دوسرے شوہر سے پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح جائز ہے، بہنوئی کی وہ بیٹی جو بہن کے پیٹ سے نہ ہو سے نکاح کرنا جائز ہے(۱)۔ بیوی کے پہلے شوہر کی وہ لڑکی جو بیوی کے بطن سے نہ ہو، سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ اس لڑکی اور بیوی کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں، بلکہ وہ اجنبیہ کے حکم میں ہے(۲)۔ چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی بہن کی لڑکیوں سے نکاح جائز ہے(۳)۔

ان تمام کا نکاح آپس میں جائز ہے، کیوں کہ ایک کے ساتھ دوسرا محرم جمع نہیں ہو رہا ہے، اور فقہ کا ضابطہ ہے کہ: ایسی دوعورتوں کو آپس میں جمع کرنا، کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کیا

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی ''**الكتاب**'': لقوله تعالى: ﴿**وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين**﴾.(سورة النساء: ۲٤)

ما فی ''**مختصر تفسير ابن كثير**'': أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (۱/۳۷٤)

ما فی ''**رد المحتار على الدر المختار**'': وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال۔''درمختار''۔ قوله: وكذا بنت ابنها. بحر. (٤/۱۰٥، فصل في المحرمات)

(۲) ما فی ''**الفتاوى الهندية**'': ويجوز بين امرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكراً حلت له تلك البنت بخلاف العكس. (۱/۲۷۷، القسم الرابع، المحرمات بالجمع)

ما فی ''**رد المحتار على الدر المختار**'': فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (۲/۲۸٤، فصل في المحرمات، مكتبه نعمانيه ديوبند)

(۳) ما فی ''**أحكام القرآن للجصاص**'': وخص تعالى العمات والخالات بالتحريم دون أولادهن ولا خلاف في نكاح جواز بنت العمة وبنت الخالة. (۲/۱٥٦، باب ما يحرم من النساء تحت قوله وخالاتكم)

جائے تو دوسری اس پر حرام ہو، تو ان دونوں کے درمیان نکاح درست نہیں (۱)، اور یہ بات ان تمام مسائل میں نہیں پائی جاتی ہے۔

مہر حد سے زیادہ مقرر کرنا

مسئلہ(۲۵۳): آج کل یہ رواج عام ہو چکا ہے کہ بوقتِ نکاح مہر مؤجل (ادھار مہر) بطورِ تفاخر زیادہ سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بابرکت اور مسعود نکاح وہ ہے جس میں مالی بار (مہر) کم سے کم ہو (۲)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ازدیادِ مہر (مہر زیادہ کرنا) سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ خبردار! عورتوں کا مہر زیادہ باندھ کر غلومت کرو، اگر زیادہ مہر دنیا میں عزت کی بات ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقوی اور پسندیدہ چیز ہوتی، تو اللہ کے نبی ؐ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اپنا مہر زیادہ باندھتے (۳)، اس لئے اپنی وسعت وطاقت کے مطابق مقدارِ مہر متعین ومقرر کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص مہر زیادہ مقرر کردے، پھر ادا نہ کرے اور عورت سے معاف کرائے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

---

(۱) ما فی "**الفتاوی الهندية**": والأصل أن كل امرأتين لو صورنا إحداهما من أي جانب ذكراً لم يجز النكاح بينهما. (۲۷۷/۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی "**الحديث**": لقوله عليه السلام: " **إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة** ". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوة المصابيح:ص۲٦۸)

(۳) ما فی "**الحديث**": عن أبي العجفاء قال: قال عمر بن الخطاب: " **ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أوتقوى عند الله لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية** ". (جامع الترمذي: ۲۱۱/۱، أبواب النكاح)

۱- ...... یہ کہ شوہر عورت کے مرض الموت میں مہر معاف کرائے، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معافی شرعاً معتبر نہیں، کیوں کہ اب عورت کے جمیع مال میں بشمولِ مہر ورثاء کا حق وابستہ ہو چکا ہے(۱)۔

۲- ...... یہ کہ عورت اپنی حیات میں بخوشی معاف کردے خواہ وہ شوہر کے مرتے وقت ہی کیوں نہ ہو(۲)۔معافی کی یہ صورت شرعاً معتبر ہے۔

مہر فاطمی کی مقدار موجودہ زمانہ میں

مسئلہ(**۲۵۴**): مہرِ فاطمی چار سواسّی ''۴۸۰'' درہم ہیں، جن کی مقدار ہمارے زمانے میں ایک کلو چار سو انہتر (۱-۴۶۹) گرام، سات سو ساٹھ (۷۶۰) ملی گرام چاندی ہوتی ہے، جو اس کی قیمت ہوگی وہی مہرِ فاطمی ہوگا، اور ایضاح المسائل میں چار سو اسی درہم کی مقدار ڈیڑھ کلو، تیس گرام، نوسو ملی گرام ذکر کی گئی ہے۔(۳)

---

(۱) ما فی ''**البحر الرائق**'': ولا بد في صحة حطها من أن لا تكون مريضة مرض الموت۔

(۲۶۵/۳، کتاب النکاح، باب المهر، رد المحتار: ۲۴۸/٤، کتاب النکاح، باب المهر)

(۲) ما فی '' **الکتاب**'' : لقوله تعالی : ﴿**وآتو النساء صدقٰتهن نحلة فإن طبن لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً**﴾. (سورة النساء : ٤)

ما فی ''**البحر الرائق**'': ولا بد في صحة حطها عن الرضا حتى لو كانت مكروهة لم يصح.

(۲٦٤/۳، کتاب النکاح، باب المهر، رد المحتار: ۲٤۸/٤، کتاب النکاح ، باب المهر، بدائع الصنائع : ۵۱۹/۳، کتاب النکاح ، باب المهر، مجمع البحرين و ملتقى النيرين في الفقه الحنفي:ص۵۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما فی ''**مرقاة المفاتيح**'': عن عمر بن الخطاب : '' **ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية**''. .... قوله : (من اثنتي عشرة أوقية) وهي أربع مائة وثمانون درهماً. (۲۹/٦، باب الصداق، الفصل الثاني) =

عورت سے جبراً نکاح کے کاغذات پر دستخط لینا

مسئلہ (۲۵۵): بوقتِ نکاح اگر عورت سے زبردستی دستخط کروالی جائے، یا انگوٹھا لگوالیا جائے، اوروہ زبانی قبول نہ کرے تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔(۱)

= ما فی " **الحديث**" : عـن أبي العجفاء قال : قال عمر بن الخطاب : " **ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لـو كـانـت مـكـرمة فـي الـدنيـا أو تقوى عند الله لكان أولكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم ، ما عـلـمـت رسو ل الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية** ".هذا حديث حسن صحيح ، والأوقية عند أهل العلم أربعون درهماً ، وثنتا عشرة أوقية هو أربع مائة وثمانون درهماً.

(جـامـع التـرمـذي :۱/۲۱۱، أبـواب الـنـكـاح ، بـاب مـاجاء في مهور النساء ، وكذا في سنن أبي داود: ۱/۲۸۷، باب الصداق، امداد المفتيين:۲/۴۷۱، عزيز الفتاوى:۱/۴۵۰، احسن الفتاوى:۵/۳۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الدراية** ": قـال الـعـلامة الـعثماني رحمه الله : روي عن ابن عباس أن جارية بكراً أتت النبي صـلـى الـلـه عـليـه وسـلم ، فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. رواه الإمام العلامة أحمد ، ورجاله ثقات وقال ابن القطان : صحيح .

(ص: ۲۲۱، اعلاء السنن : ۱۱/۷۷، كتاب النكاح، باب لا يشترط الولي في صحة النكاح البالغة)

ما فی " **البحر الرائق** ": وقال ابن نجيم تحت قول صاحب الكنز: ولا تجبر بالغة على النكاح أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا. انتهى. (۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وقـال فـي الهندية : لا يجوز نكـاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً. (۱/۲۸۷،كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وقـال العلامة الحصكفي: فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت . بحر. (۴/۷۳، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب) =

غیر اسلامی مذہب اختیار کرنے سے نکاح ٹوٹ جائے گا

مسئلہ(۲۵٦): کوئی شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت ایسے مذہب کو اختیار کرلے جس کو علماء نے کفر قرار دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا، جیسے قادیانی، پرویزی، اسماعیلی، غالی شیعہ، گوہر شاہی، آغاخانی وغیرہ۔(۱)

= ما في " **البحر الرائق** ": قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: أفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قرأة الكتابة مع قبول الآخر.

(۱۵۷/۳، كتاب النكاح، آپ کے مسائل اور ان کا حل:ص/۱۱۳، خير الفتاوى:۲۵۷/٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ**﴾. وقال تعالى: ﴿**ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا**﴾. (سورة البقرة:۲۲۱)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": (و) حرم نكاح (الوثنية) بالإجماع۔"درمختار"۔ وفي الفتح: ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية. وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده۔

(رد المحتار: ٤/ ۱۲۵، كتاب النكاح، باب المهر)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ، أو أن جبريل غلط في الوحي. أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (۱۳۵/٤، كتاب النكاح، مطلب مهم في وطء السراري)

ما في "**الدر على الرد**": (ولا) يصلح (أن ينكح مرتد أو مرتدة أحداً) من الناس مطلقاً. " درمختار ".

(۳۷٦/٤، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين ديناً)

ما في "**الهداية** ": وإذا ارتد أحد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله.

(۳۲۸/۲، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، رد المحتار:۳٦٦/٤، كتاب النكاح، باب نكاح =

بیوی کوخون دینے سے نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا

مسئلہ(۲۵۷): بیوی کوخون دینے سے نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا،اور جس عورت کونکاح سے قبل خون دیاہواس سےبھی نکاح جائزہے،کیوں کہ خون دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔(۱)

ایک مجلس میں تین طلاق

مسئلہ(۲۵۸): ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں،اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا،اورعورت شوہر کےنکاح سے خارج ہوجائے گی،اب بغیرحلالہ کےشوہرکا اس کواپنے پاس رکھنا ناجائزاورحرام ہے۔(۲)

= الكافر، الفتاوى التاتارخانية:۳۸۹/۲، كتاب النكاح، نوع منه نكاح لمرتد، بدائع الصنائع:۴۶۵/۳، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة، اللباب في شرح الكتاب:۱۶۱/۲، كتاب النكاح، الجوهرة النيرة:۱۴۷/۲، مطلب في نكاح أهل الشرك)

ما فی " **قواعد الفقه**": وبقاعدة فقهية: الإسلام يعلو ولا يعلى عليه .(ص۵۸، خير الفتاوى:۲۶۳/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۴۰/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": قال تعالى:﴿ **فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم فإن الله غفور رحيم**﴾. (المائدة:۳)

ما فی " **الفتاوى الهندية**": يجوز للتعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (۳۵۵/۵، الباب الثاني عشر في التداوي والمعالجات)

ما فی " **الأشباه والنظائر**": بقاعدة فقهية : " الضرورات تبيح المحظورات" ." ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها".(۳۰۷/۱، ۳۰۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى:﴿ **الطلاق مرتٰن، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان**﴾. =

حلالہ کس طرح کیا جائے

مسئلہ(۲۵۹): حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ (جس عورت کو تین طلاق دیدی گئیں) عدت گزارنے کے بعد کسی مرد سے نکاح کرلے، اور بعداز نکاح میاں بیوی کے تعلقات بھی پائے جائیں، اس کے بعد شوہرِ ثانی اپنی مرضی سے اسے طلاق دیدے یا مرجائے، تو اس کی عدت گزر جانے کے بعداز سرِ نو شوہرِ اول اس کے ساتھ نکاح کرلے، اس طریقے وہ عورت اس کیلئے

= ﴿**فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره**﴾.(سورة البقرة:۲۲۹،۲۳۰)

ما فی "**الحديث**": عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **ثلٰث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة**. (مشكوة المصابيح:۲۸٤،كتاب الطلاق)

ما فی "**الحديث**": عن محمود بن لبيد قال: أخبر رسو ل الله صل الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعاً فقام غضبان ، ثم قال : **أيلعب بكتاب الله عز وجل وأنا بين أظهركم؟** حتى قام رجل فقال : يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! ألا أقتله؟ رواه النسائي.

(مشكوة المصابيح :ص۲۸٤،كتاب الطلاق)

ما فی "**الحديث**": عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال : " **فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم**".

(سنن أبي داود:ص۳۰٦،كتاب الطلاق)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (والبدعي ثلثة متفرقة) قوله : (ثلاثة متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالأولى .... وعن ابن عباس يقع به واحدة ، وبه قال ابن اسحق وطاوس وعكرمة لما في مسلم أن ابن عباس قال: كان الطلاق على عهد رسو ل الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة ، فقال عمر : إن النا س قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم، وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(٤/٤٣٤،كتاب الطلاق)

حلال اور جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": ﴿**فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره**﴾. (البقرة: ۲۲۹)

ما في " **الموسوعة الفقهية الكويتية** " : وإنما تنتهي الحرمة وتحل للزوج الأول بشروط : النكاح ... أول شروط التحليل : النكاح ، لقوله تعالى : ﴿**حتى تنكح زوجاً غيره**﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً .... صحة النكاح : يشترط في النكاح الثاني لكي تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا تحل للأول إذا كان النكاح فاسداً ، حتى لو دخل بها ..... الوطء في الفرج : ذهب الجمهور إلى أنه يشترط مع صحة الزواج : أن يطأها الزوج الثاني في الفرج ، فلو وطئها دون الفرج ، أو في الدبر لم تحل للأول . لأن النبي صلى الله عليه وسلم علق الحل على ذوق العسيلة منهما، فقال لامرأة رفاعة القرظي : " **أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة ؟ لا ، حتى تذوقي عُسيلته ويذوق عسيلتك** " .

(۱۰/۲۵۵ ، تحليل، خير الفتاوى:۲۶۵/٤)

معیشت کا کردار انسانی زندگی پر

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿نحن قسمنا بینهم معیشتهم في الحیٰوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضهم بعضاً سخریاً﴾. ......ہم نے تو ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی (تک) میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے ایک کے درجے دوسرے سے بلند کر رکھے ہیں تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ (زخرف:۳۲)

تفسیر:......آیت سے دو امور مستنبط ہوتے ہیں: (۱) دنیا میں معاشی تقسیم یوں ہی اٹکل پچو نہیں، ایک خاص نظام تکوینی کے ماتحت چل رہی ہے۔ (۲) معاشی حیثیت سے بھی درجات کا فرق بالکل فطری وطبعی ہے، کوئی دائن ہوگا، کوئی مدیون، کوئی دولتمند، کوئی بے مایہ۔

نیز ﴿ورفعنا بعضهم بعضاً سخریاً﴾ ......معاشرہ میں فرقِ مراتب بالکل فطری وطبعی ہے، کوئی دولتمند ہوگا کوئی نادار، کوئی افسر کوئی ماتحت، بے طبقات معاشرہ سے اس کا لفظ ہی سرے سے بے معنی ہے، باقی بڑے چھوٹے کا نفس فرق تو قائم رہے گا، اور اسے قائم رہنا چاہئے۔ (ماجدی)

ارشادِ خداوندی ہے:﴿وجعلنا لکم فیها معایش﴾ ......اور ہم نے اس میں معاش کے سامان تمہارے لیے بھی بنائے۔ (حجر:۲۰)

تفسیر:......معایش کے تحت میں ماکولات، مشروبات، ملبوسات داخل ہیں۔ (ماجدی)

زمانۂ سیاست واقتصادیت:

موجودہ زمانہ سیاسی اور اقتصادی زمانہ کہلاتا ہے، ہر نئی بننے والی حکومت اور ہر سرمایہ دار کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ اگر ملک کی معیشت مضبوط ہے تو حکومت مضبوط اور کاروبار مستحکم ہے، معیشت کی خوشحالی رعایا کی خوشحالی کا ذریعہ ہے، جب کہ بات اس کے بالکل برعکس ہے، کیوں کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو ممالک معیشت میں آگے ہیں دیکھنے میں آتا ہے کہ وہاں کی رعایا خوشحال تو ہے مگر قسم ہا قسم کے انفیکشن اور ڈپریشن

سے دوچار ہیں، ایسے ہی سرمایہ دار کہ ملک کی معاشی ترقی میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے، ہر سرمایہ دار کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ میرا کاروبار مزید ترقی کرے، مجھے زیادہ سے زیادہ بینیفٹ (نفع) ملے۔

سب کچھ ہے پھر بھی کچھ نہیں:

دراصل ملک کی استحکامیت کا انحصار محض معیشت پر ہی نہیں جیسا کہ آج کل کا نظریہ ہے، بلکہ بسا اوقات سرمایہ داروں کی معاشی حالت ظاہراً بڑی بہتر ہوتی ہے، مگر آئے دن حوادث وواقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، اخباروں کی سرخیاں ہماری نظروں سے گزرتی ہیں، کہ فلاں کروڑ پتی کے پاس اسبابِ عیش مہیا ہیں، معاشی حالت بہتر ہے، لیکن اس کی زندگی اجیرن بنی ہوئی ہے، راتوں کو نیند حرام ہے جس کی وجہ سے ہائی پاور نیند کی گولیاں حلق سے نیچے اتارنی پڑتی ہیں، اعلی اور طاقتور غذاؤں کے کھانے سے ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا ہے، صرف دال روٹی وہ بھی بغیر نمک کے کھانے کی اجازت ہے، ہمارے ملک میں بھی اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں، کہ بہت سے سرمایہ داروں کی حالت " خشب مسندة " کی ہے، کہ ظاہراً جتنے ٹیپ ٹاپ میں ہیں اتنے ہی باطناً پریشان۔ ﴿فلا تغرنكم الحياة الدنيا﴾ تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے۔...... غرضیکہ اسباب مکمل طور پر مہیا ہیں، سب کچھ ہیں مگر پھر بھی کچھ نہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿من أعرض عن ذكري فإن له معيشة ضنكاً﴾. ...... جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا، تو اس کے لیے (قیامت سے پہلے دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہو۔

دنیا میں تنگی باعتبارِ قلب ہے، کہ ہر وقت دنیا کی حرص میں، ترقی کی فکر میں، کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔

خلاصۂ کلام: ...... معیشت کی اصل تنگی دین سے اعراض ہے۔

کچھ نہیں پھر بھی سب کچھ ہے:

اس کے برعکس علماء، صلحاء، فقراء کی زندگی جن کے پاس اسبابِ معیشت بالکل نہیں، یا قلیل مقدار میں ہے لیکن خوش عیشی عروج پر ہوتی ہے، بظاہر تو پریشان مگر روحانی چین وسکون حاصل ہے۔ ان کے پاس

کچھ بھی نہیں مگر پھر بھی سب کچھ ہے، ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿من عمل صالحاً من ذکر أو أنثی وهو مؤمن فلنحيينه حيوٰة طيبة﴾...... نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔(نحل:۹۷)

علامہ تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بشارت سے یہ مراد نہیں کہ مومن صالح کو کبھی فقر یا مرض طاری نہ ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں صابر وشاکر اور تسلیم ورضا سے رہے گا اور سکون وجمعیت خاطر کی اصل یہی رضا ہے۔(ماجدی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

آج کل بہت سارے کمزور مسلمان مغربی ویورپی ممالک کی بڑھتی ہوئی معیشت اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی ترقی، اور تونگر کافروں کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچتے رہتے ہیں، کہ اللہ تعالی نے ان کو دنیا کی تمام نعمتیں دے رکھی ہے، عیش وعشرت کی زندگی مہیا کی ہے، اور ہم مسلمان ہیں، اسلام کے نام لیوا ہیں، مگر ہماری معیشت ایسی کہ عیش (گزران) کے لیے بھی کافی نہیں، یہ ایک غیر اسلامی فکر ہے، کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے:......﴿ولولا أن يكون الناس أمة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفاً من فضة ومعارج عليها يظهرون، ولبيوتهم أبواباً وسرراً عليها يتكئون، وزخرفاً وإن كل ذلك لما متاع الحيوٰة الدنيا، والآخرة عند ربك للمتقين﴾......اور اگر یہ بات نہ ہوتی کی سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں رحمٰن سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں، اور سونے کے، اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتنا دنیا کی زندگانی کا اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں۔[زخرف:۳۳،۳۴،۳۵]

یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال دولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب ووجاہت عند اللہ کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں

کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (اِلا ماشاء اللہ)، اور یہ چیز مصلحتِ خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لیے ایسا نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا، کہیں تو اس کو آرام دے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے، کہیں تو آرام ملتا، مگر ایسا ہو تو سب ہی کفر کا راستہ پکڑ لیں''۔ (عثمانی)

علماء پر ایک جاہلانہ اعتراض:

آج کل معاشرے میں علماء کرام کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ معیشت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ الٹا معاشرے پر بوجھ ہیں، اور ان کو بے کار پرزہ سمجھا جاتا ہے، اس سے بعض دیندار لوگ بھی متاثر ہوکر یہ کہتے ہیں کہ واقعی علماء حضرات کو اپنے گزران کے لیے کوئی ہنر سیکھنا ناگریز ہے، تاکہ دین کے کام کے ساتھ ساتھ اپنے اور اپنی بیوی اور بال بچوں کی گزران کا انتظام کرسکیں۔

یہ اعتراض بالکل بے جا اور غلط ہے، کیوں کہ اولاً تو بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جو تبلیغ، تصنیف، تالیف، خطابت، تدریس وغیرہ کے فرائض کے ساتھ ساتھ کسبِ معاش کے لیے کسی نہ کسی ذریعہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں، تاکہ حلال روزی کا اکتساب ہو، اور بہت سے علماء کرام جو اللہ کے بھروسے پر دین کی خدمت کررہے ہیں، انہیں ''قوت لایموت'' کے مقدار تنخواہ ملتی ہے، یہ حضرات دینی کام کی نہیں بلکہ حبسِ وقت کی تنخواہ لیتے ہیں۔

علماء کرام کے معیشت میں حصہ نہ لینے کی وجہ:

علماء کرام دین کے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسی دنیاوی کاروبار میں پوری طرح میدانِ

معیشت میں مشغول نہیں ہو سکتے، کیوں کہ اس اشتغال سے امورِ دینیہ متاثر ہوں گے، جب کہ دین حوائجِ اصلیہ میں مقدم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:...... ﴿للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضرباً في الأرض، يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم، لا يسئلون الناس إلحافاً﴾...... (اصل) حق ان حاجت مندوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں، ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف انہیں غنی خیال کرتا ہے، ان کی احتیاطِ سوال کے باعث تو انہیں ان کے بشرہ ہی سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ (البقرۃ:۲۷۳)

قرآن میں مال ودولت کے لیے کلمہ خیر اور قباحت کا استعمال:

قرآن کریم میں دنیا اور مال ودولت کے لیے بعض جگہ ایسے لفظ استعمال کیے گئے ہیں جو ان کی قباحت اور شناعت پر استدلال کرتے ہیں، مثلاً ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة وما الحيوٰة الدنيا إلا متاع الغرور﴾ اور ان کے لیے تعریفی کلمات بھی ہیں، جیسے ﴿وابتغوا من فضل الله﴾ (اور ڈھونڈو فضل اللہ کا) یعنی تجارتی نفع، اس کو فضل اللہ سے تعبیر کیا جارہا ہے، اور بعض جگہ مال کے لیے خیر کا لفظ استعمال کیا گیا، جیسے ﴿وإنه لحب الخير لشديد﴾ (اور آدمی مال کی محبت پر بہت پکا ہے)۔ ''الخیر'' یہاں مال کے معنی میں ہے، تو ایک ظاہر بیں انسان کو بعض اوقات ان دونوں قسم کی تعبیرات میں تعارض وتضاد محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تو کہہ رہے تھے، کہ متاع الغرور یعنی دھوکہ کا سامان ہے، اور ابھی کہہ رہے ہیں کہ فضل اللہ اور خیر ہے۔

حقیقت میں یہ تعارض نہیں بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ دنیاوی مال واسباب جتنے بھی ہیں یہ انسان کی حقیقی منزل اور منزلِ مقصود نہیں، بلکہ منزلِ مقصود آخرت اور آخرت میں اللہ تعالی کی خوشنودی اور رضا ہے، اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ان اسباب کی ضرورت ہے ان کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، لہذا جب تک انسان ان اسباب کو محض راستہ کا ایک مرحلہ سمجھ کر استعمال کرے منزلِ مقصود قرار نہ دے، تو اس وقت تک یہ خیر ہے، اور جب انسان ان کو منزلِ مقصود بنالے تو جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس منزلِ مقصود کو

حاصل کرنے کے لیے ہر جائز وناجائز طریقہ اختیار کرنا شروع کردے، تو یہ فتنہ اور متاع الغرور ہے، لہذا جب تک دنیا اور اس کا مال واسباب محض وسائل کے طور پر استعمال ہو اور جائز حدود میں استعمال کیا جائے تو اس وقت تک اللہ کا فضل اور خیر ہے، اور جب اس کی محبت دل میں گھر کر جائے اور انسان اس کو منزلِ مقصود بنالے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہر جائز وناجائز طریقہ اختیار کرنا شروع کردے تو وہ فتنہ اور متاع الغرور یعنی دھوکہ کا سامان ہے۔

دنیا میں مال واسباب کی مثال:

علامہ جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے بڑی پیاری مثال دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو دنیا کے مال واسباب جتنے بھی ہیں ان کی مثال پانی کی سی ہے اور تیری مثال اے انسان! کشتی کی سی ہے، کشتی بغیر پانی کے نہیں چل سکتی، کشتی کے لیے پانی اسی وقت تک فائدہ مند ہے جب تک کشتی کے چاروں طرف ہو، نیچے ہو، دائیں ہو، بائیں ہو، لیکن اگر پانی اندر آجائے تو اس کو ڈبودے گا اور غرق کردے گا۔

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاکِ کشتی است

جب تک پانی کشتی کے نیچے ہو تو اس کو سہارا دیتا ہے، اس کو آگے بڑھاتا ہے، اگر کشتی کے اندر گھس جائے تو کشتی کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔

معیشت کے وسائل:

حضرت مقداد بن معدیکرب فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے بہتر کوئی کمائی نہیں، اللہ کا نبی داود (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا تھا، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " ما أكل أحد طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يده . إن نبي الله داود كان يأكل من عمل يده ". (صحیح البخاري: ۲/۳۴، حدیث نمبر ۲۰۷۲)

معاشی وسائل کی دو قسمیں ہیں: ایک مادی، دوسری معنوی وروحانی۔

پھر "**مادی وسائل**" کی دو قسمیں ہیں: ایک جائز، دوسری ناجائز۔

قسمِ اول:...... جائز ذرائعِ معاش...... تجارت، زمینداری، دوکانداری، ملازمت اور صنعت وحرفت وغیرہ (بشرطیکہ چند قواعد کا پاس ولحاظ کیا جائے)

قسمِ ثانی:...... ناجائز ذرائعِ معاش...... سود، جوا، چوری، غصب، ڈاکہ، زنا وغیرہ، ان ذرائع سے کمائی قطعاً ناجائز وحرام ہے۔

"**روحانی**" اور معنوی وسائل وذرائع:...... مثلاً نماز، دعا، تقوی، صبر، روحانی اعمال، توکل۔

(۱) **نماز**:...... ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**واستعینوا بالصبر والصلوۃ**﴾. مدد لو صبر اور نماز سے۔ (بقرۃ:۴۵)

معیشت کی تنگی کو دور کرنے کے لیے دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھنا چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے اللہ تعالی اس کا پانچ طرح سے اکرام فرماتے ہیں، (ان میں سے) ایک یہ ہے کہ اس کے رزق کی تنگی دور کردی جاتی ہے۔(الکبائر للذهبي: ص ۲٤)

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روزی کی برکت چاشت میں ملی۔

(۲) **دعاء**:...... ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿**أدعوني أستجب لکم**﴾. ...... مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ (المؤمن:٦٠)

حدیث میں ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱/۶۷۴، حدیث نمبر:۱۸۶۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالی آواز لگاتے ہیں: "**ألا مسترزق فأرزقه**"...... کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے تاکہ اس کو رزق عطا کروں۔

(ابن ماجہ: أبواب إقامة الصلاۃ، ماجاء في لیلة، حدیث نمبر:۱۳۸۸)

(۳) **تقوی**:...... ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً ○ ویرزقه من**

حیث لا یحتسب﴾ ......اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کشائش پیدا کر دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (طلاق:۲،۳)

غیب سے روزی:

غیب سے روزی کے دو طریقے ہیں: متعارف، غیر متعارف

متعارف : ......مثلاً کرنسی (ڈالر یا روپیہ) کی شکل میں عطا کر دے، یا کسی آدمی کے دل میں یہ بات ڈالدے کہ فلاں متقی کی مدد کر۔

غیر متعارف : ......قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یٰمریم أنی لک هذا قالت هو من عند الله ، إن الله یرزق من یشاء بغیر حساب﴾. ......زکریا علیہ السلام محراب میں تشریف لائے مریم کے پاس کھانے کی چیزیں تھیں، پوچھا مریم یہ کہاں سے آئیں؟ وہ کہنے لگی اللہ کے پاس سے، بلاشبہ اللہ تعالی رزق دیتا ہے بلاحساب وکتاب کے۔ (آل عمران:۳۷)

متقی (پرہیزگار) آدمی کے تھوڑے رزق میں اللہ تعالی برکت ڈال دیتے ہیں، بقول علامہ تھانوی رحمہ اللہ: تھوڑا روپیہ یا تھوڑی چیز بہت ہو جائے۔

۴) **صبر**: ......ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿واستعینوا بالصبر والصلوة﴾. ......مدد لو صبر اور نماز سے۔ (بقرة:۴۵)

حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا یا محتاج ہو اور اپنی حاجت لوگوں سے چھپائے رکھے، تو اللہ تعالی کے ذمہ ہے کہ اس کو ایک سال کی روزی حلال طریقے سے عطا فرمائیں۔

(معجم الأوسط للطبراني:۲/۲۱، حدیث نمبر:۲۳۵۸)

اللہ ہم مادہ پرستوں کے ذہن میں یہ بات اتار دے کہ صبر سے بھی معیشت کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

(۵) **روحانی اعمال** ......بعض اعمال ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے اللہ تعالی رزق کا مسئلہ حل کر دیتے ہیں، یہ دو طرح ہیں: منصوص، غیر منصوص یعنی مجرباتِ اولیاء اللہ۔

منصوص :...... جیسے نماز، ایک منصوص روحانی عمل ہے، جس سے روزی کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا، اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (ترغیب وترہیب: ۲/۲۹۴، حدیث نمبر۲)

غیر منصوص یعنی مجربات اولیاء اللہ:...... جیسے ''یا باسط'' ہر نماز کے بعد ۷۲ مرتبہ پڑھا جائے تو رزق کا مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوجائے گا۔ (اس طرح کے مجربات کے لیے '' اعمالِ قرآنی'' مؤلفہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے)۔

(٦) **توکل**...... ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾. ...... اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔ (طلاق:۳)

توکل کا معنی:

توکل کا وہ معنی نہیں جو آج کل کے جاہل صوفیوں نے سمجھ رکھا ہے، کہ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب وآلات کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، بلکہ توکل کا صحیح معنی یہ ہے کہ خدا کے پیدا کردہ آلات واسباب کو اختیار کیا جائے، اور حصولِ ثمرات ونتائج میں اس کی ذات پر اعتماد وبھروسہ کیا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' **لو أنکم کنتم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما ترزق الطیر تغدوا خماصاً وتروح بطاناً**''. ...... ''اگر تم اللہ پر کما حقہ بھروسہ کرو تو تم کو رزق اس طرح دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے، کہ وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہوکر لوٹتے ہیں۔

(ترمذی: ۲/۶۰، أبواب الزہد، باب ما جاء فی الزہادۃ فی الدنیا)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''اگر بندہ اللہ پر توکل کرے تو وہ اس طرح روزی پہنچاتا ہے جس طرح پرندوں کو، متوکلین کو رزق ایسی جگہ سے پہنچ جاتا ہے جہاں سے ان کو وہم وگمان بھی نہ ہو''۔ (احیاء العلوم)

تنبیہ :…… صحابۂ کرام، اولیاءعظام وغیرہ کے توکل کے حالات وواقعات کو دیکھ کر، ہم جیسے کمزور یقین والوں کو ان پاکیزہ لوگوں کی نقل نہیں اتارنی چاہیے، کیوں کہ وہ حضرات بڑے مجاہدوں کے بعد ایسے بلند مقامات پر فائز تھے، کہ ہمارے لیے وہاں تک رسائی بظاہر ممکن نہیں، اس لیے ہمیں تو صرف اللہ تعالی کے کمالات کا یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس لیے ہم کو چاہیے کہ :…… مادی وسائل کے ساتھ ساتھ روحانی وسائل وذرائع کو بھی اپنائیں، تاکہ فلاحِ دارین نصیب ہو۔

☆☆☆☆☆

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

بیع کی لغوی تعریف:...... بیچنا، خرید وفرخت کرنا۔

اصطلاحی تعریف:......انسان کا اپنی مملوکہ چیز کو دوسرے کے قبضہ میں دینا آپس کی رضامندی سے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاوے: ''باہمی رضامندی سے مال سے مال کا تبادلہ کرنا''

شراء :...... قیمت ادا کر کے چیز کو قبضہ میں لے لینا۔

بیع میں استعمال ہونے والے چند قابلِ توجہ الفاظ:

بائع:...... بیچنے والا

مشتری:......خریدنے والا

ثمن:......دونوں کے درمیان طے شدہ بھاؤ

قیمت:......بازار کی عام نرخ یعنی بھاؤ

مبیع:......جس چیز کو بیچا جارہا ہے

بیع وشراء کی مشروعیت قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے

قرآن:...... ارشادِ خداوندی ہے:﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾. ترجمہ......حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث:...... فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی خود اپنے ہاتھ سے کمائے، ہر تجارت برکت والی ہے۔ (مسند احمد، مسند بزار)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ بیع وشراء اور تجارت کے پیشہ سے منسلک تھے، مگر آپ نے منع نہیں فرمایا، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی کام انجام دیا جائے اور آپ منع نہ

فرمائیں یہ اس کام کے شرعاً جائز ہونے کی دلیل ہے)۔

اجماع:...... تمام مسلمانوں کا سلفاً وخلفاً بیع کے جواز پر اجماع ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک لوگ خرید وفروخت اور تجارت میں مشغول ہیں کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے۔

قیاس:...... قیاس وعقل بھی اس کی متقاضی ہیں کہ بیع وشراء مشروع ہو، کیوں کہ ہر انسان اپنی ہر حاجت کو خود پورا نہیں کرسکتا، بلکہ وہ روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ بہت سی حاجاتِ ضروریہ کا محتاج ہے، اب وہ تنِ تنہا ان تمام حوائج کو پورا نہیں کرسکتا، بلکہ اگر کھیتی بوئے تو کاٹنے کے لیے دوسرے کا محتاج، آٹا پیسے تو گوندھنے کے لیے دوسرے کا محتاج، کپڑا پہننا ہے تو نساج اور جولاہا کا محتاج، آلاتِ حرفت وصنعت وغیرہ کا کام کرنا ہے تو انجینئر اور پلمبر کا محتاج۔

بیع وشراء کی حکمتِ مشروعیت:

اسی سے بیع وشراء اور تجارت کی مشروعیت کی حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ جب انسان بہت سی اشیاء کے حصول میں دوسروں کا محتاج ہے تو اب ان کے حصول کے لیے اس کو ان کا عوض ادا کرنا پڑے گا، کیوں کہ اگر بلاعوض یہ سب اشیاءِ ضروریہ حاصل کرتا ہے تو غصب یا چوری ہوگی اور اس صورت میں فسادِ عظیم برپا ہونے کا خطرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔﴿إن الله لا یحب المفسدین﴾۔

چنانچہ مذکورہ حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر ہی اللہ تعالیٰ نے تجارت کرنے کا حکم فرمایا، خرید وفروخت کو مباح قرار دیا، تاکہ منافع کا تبادلہ ہوتا رہے اور دنیوی زندگی کے اسباب کے سلسلہ میں آپس میں تعاون جاری رہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیع کا حاصل یہی ہے کہ اپنی مملوکہ چیز کو قیمت کے عوض میں دوسروں کی طرف منتقل کیا جائے، چونکہ یہ دوسروں کی ہاتھ کی چیزوں کا محتاج ہے اور وہ بلاعوض دیتا نہیں لہذا اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ بیع وشراء کا راستہ اختیار کیا جائے۔

بیع کی مشروعیت زندگی کے اہم حاجات میں سے ہے، بیع آبادی کے فروغ اور کثرت کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے، بلکہ بیع زندگی کے لیے چکی کے اس پاٹ کی مانند ہے جس کے بغیر چکی ادھوری ہوتی ہے۔

چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، یعنی تمام افراد مجموعی طور پر (روٹی کپڑا اور مکان میں) ایک دوسرے کے منافع کے محتاج ہیں، بہت ساری ضروریات وحاجات ایسی ہیں جو اپنی تکمیل میں بہت سے ان اجزاء کی محتاج ہوتی ہیں جو اجزاء علیحدہ جگہوں اور علیحدہ شخصوں سے صادر ہوتے ہیں، ہر چیز کے کچھ ماہر ہوتے ہیں، مثلاً کسان کو لے لیجئے کہ اگر وہ کھیتی کرنا چاہے تو اس کے لیے ہل اور دیگر آلاتِ حرفت کی ضرورت ہے اور آلاتِ حرفت وصنعت ایک جگہ یا ایک شخص کے پاس تیار نہیں ہوتے بلکہ اگر آلہ لوہے کا ہے تو لوہار کی ضرورت اور لکڑی کا ہے تو بڑھئی کی ضرورت ہے۔

اسی طرح لوہار اور بڑھئی اس پیشہ کو اس لیے اپناتے ہیں تاکہ اہل وعیال کے نفقہ کا انتظام ہو، اور انہیں اپنی زندگی بچانے کے لیے، ماکولات کی ضرورت ہے تو وہ محتاج ہونگے کسان کے، جو یہ اشیاء ان کو مہیا کرتا ہے۔

اب ذرا اور آگے چلیں اور غور کریں تو کسان، لوہار، بڑھئی سب کو کپڑے کی ضرورت ہے جو ان کے بدن کو ڈھانپ سکے، لہذا اب یہ سب کے سب جولاہا اور نساج کے محتاج ہیں، غرضیکہ ہر ایک انسان دوسرے کا محتاج ہے۔﴿سنة الله في خلقه ولن تجد لسنة الله تبديلاً﴾۔اور لوگوں کی ضرورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہونا یہی بیع وشراء کے مشروع ہونے کا اصل سبب ہے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ”حاجة الناس أصل في شرع العقود“. (لوگوں کی حاجت معاملات کے جواز کی بنیاد ہے)۔(المبسوط للسرخسی: ۱۵/۷۵)

بیع وشراء کی اہمیت وفضیلت:

جب اللہ تعالی نے خود قرآن حکیم میں بیع کو حلال قرار دیا ہے تو یہیں سے اس کی اہمیت وفضیلت آشکارہ ہو جاتی ہے۔

بیع کے فوائد واثرات ظاہر وباہر، اس کے انوارات روشن وعیاں اور اس کے منافع کثیر ہیں۔

بیع کے مقابل ''ربا'' یعنی ''سود'' ہے، کہ جس میں بندوں کا خسارۂ عظیم ہے، اس لیے اس کو حرام قرار دیا، کیوں کہ اس میں ناحق اور ظلماً مالِ غیر کو کھانا لازم آتا ہے، چنانچہ مقروض شخص جب دین کی ادائیگی نہیں کر پاتا تو قرض پر سود بڑھتا چلا جاتا ہے، بسا اوقات شرحِ سود اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ مقروض اپنا پورا سامان، جائداد وغیرہ بیچ کر بھی ادا نہیں کر پاتا، چنانچہ مرابی یعنی سود خور اس کو ہڑپ کر جاتا ہے اور سود کا نقصان تو ظاہر و باہر ہے اور دن بدن اس کا مشاہدہ ہمارے سامنے ہے کہ مالدار سود دینے والے مالدار تر بنتے جاتے ہیں اور غریب، غریب تر ہوتے جاتے ہیں، حتی کہ ہلاکت کی نوبت آجاتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بیع وشراء معاشرہ کے لیے عنوانِ اتحاد، راہِ ہدایت کی راہ یابی کا جھنڈا، معیشت کا رکنِ رکین اور اصل بنیاد وجڑ ہے، جس پر مصالحِ عزیزہ مبنی ہوتے ہیں، نیز بیع انسانوں کے لیے دنیا میں فضل وخیرات اور آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔

امام محمد شیبانیؒ سے سوال کیا گیا کہ جس طرح آپ نے فقہ کو مدون فرمایا اور اس پر کتابیں لکھیں تو زہد یعنی تصوف کے بارے میں کچھ تصنیف نہیں فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس موضوع پر ''کتاب البیوع'' لکھ دی ہے۔ (المبسوط: ۱۲/۱۱۰)

مطلب یہ ہے کہ کتاب البیوع میں حلال وحرام کے احکام ہیں، جن سے لوگوں سے معاملات کے وقت انسان کے تدین وایمانداری کا پتہ چلتا ہے کہ کون کتنا پانی میں ہے، اور حلال وحرام میں کس قدر تمیز کرتا ہے، جب درہم دینار (روپیہ پیسہ) سامنے ہو تو اس وقت انسان کے زہد وتقوی یا حرص وطمع کا اندازہ ہوتا ہے، صرف پھٹے پرانے کپڑے پہننے اور سوکھی روٹی کھانے کا نام ہی تقوی نہیں، کہ اس کو اختیار کر کے آدمی اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار سمجھ بیٹھے، بلکہ اصل تقوی حرام خوری سے اجتناب کرنے اور رزقِ حلال کو اختیار کرنے کا نام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''حرام اشیاء سے اجتناب کرو اللہ تعالی کے ہاں بڑے عبادت گزار شمار ہوںگے''۔ ''اتق المحارم تكن أعبد الناس''۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۰۶، کتاب الزہد)

مسائلِ خرید وفروخت

خریدتے وقت چیزیں چکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ(۲۶۰): کھانے کی چیزیں، آم، خربوز، تربوز، وغیرہ چکھنے کی تین صورتیں ہیں:

۱-......خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو منع اور مکروہ ہے، نقصان کا بدلہ دے۔

۲-......خریدنے کا عزم تھا، چکھنے کے بعد پسند آئی، پھر ارادہ بدل گیا تو نقصان کا بدلہ دے، یا مالک سے معافی چاہے۔

۳-......چکھنے کے بعد پسند نہ آئے تو نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

ویڈیو کانفرنس کے ذریعے بیع وشراء کرنا

مسئلہ(۲۶۱): ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بیع وشراء کا معاملہ کرنا جائز ہے، اس لیے کہ اس میں بائع

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": (أو كان) المبيع (طعاماً فأكله أو بعضه) أو أطعمه عبده أو مدبره أو أم ولده أو لبس الثوب حتى تخرق فإنه يرجع بالنقصان استحساناً عندهما، وعليه الفتویٰ .بحر. وعنهما يرد ما بقي ويرجع بنقصان ما أكل وعليه الفتوى. "**درمختار**".

(۱۹۲/۷، باب خيار العيب، مطلب فيما لو أكل بعض الطعام)

ما فی " **الفتاوی الهندية**": ولو اشترى طعاماً فوجد به عيباً وقد أكل بعضه يرجع بنقصان عيب ما أكل ويرد ما بقي بحصته وهذا قول محمد رحمه الله تعالیٰ وبه كان يفتي الفقيه أبو جعفر وبه أخذ الفقيه أبو الليث .(۸٤/۳، الفصل الثالث فيما يمنع الرد بالعيب وما لا يمنع اهـ.البحرالرائق: ۸۸/٦، باب خيار العيب ، تبيين الحقائق:٣٤٥/٤، باب خيار العيب، خلاصة الفتاوی: ۱۰۷/۳، الجنس الثاني فيما يمنع الرد بالعيب، الهداية :٤٣/٣، باب خيار العيب، فتاوی رحيميه:۲۱۷/۹)

اور مشتری ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہیں، اور بات بھی کرتے ہیں(۱)۔

نوٹ: - مشتری جس چیز کو بھی بغیر دیکھے ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعے خریدے،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الاسلامی وأدلته**": ومجلس العقد: هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، وبعبارة أخرى: اتحاد الكلام في موضع التعاقد. (٤/١٠٦، الفرع الثاني شروط الإيجاب والقبول)

ما فی " **الفقه الاسلامی وأدلته**": ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد، لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان الآخر، إذا وجد بينهما واسطة اتصال، كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة، وإنما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد.

(٤/١٠٨، التعاقد بالهاتف والمراسلة)

ما فی "**البحر الرائق**": رجل في البيت فقال للذي في السطح: بعت منك بكذا، فقال: اشتريت صح إذا كان كل منهما يرى صاحبه، ولا يلتبس الكلام للبعد، ولو تعاقد البيع وبينهما النهر المزد حصائي يصح البيع، قلت: وإن كان نهراً عظماً تجري فيه السفن قال رضي الله عنه: وقد تقرر رأي (بح) في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا، فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع اهـ. (٥/٤٥٦، كتاب البيع)

ما فی "**الجوهرة النيرة**": الانعقاد عبارة عن انضمام كلام أحد المتعاقدين إلى الآخر.

(٢/٥، كتاب البيوع)

ما فی "**خلاصة الفتاوی**": رجلان يمشيان قال أحدهما الآخر بعت منك كذا بكذا، وقال الآخر بعد ما مشى خطوة وخطوتين : اشتريت صح. (٣/١٥، كتاب البيوع، جنس آخر في المجلس)

ما فی "**مجموعة الفتاوی لإبن تيمية**": إنما تنعقد بكل ما دل على مقصودها من قول أو فعل، فكل ما عده الناس بيعاً وإجارةً فهو بيع وإجارة ، وإن اختلف اصطلاح الناس في الألفاظ والأفعال، وليس لذلك حد مستمر، لا في شرع ولا في لغة، بل بتنوع اصطلاح الناس. (٢٩/٨) =

اس کونہ دیکھنے کی وجہ سے خیارِ رؤیت، اور عیب کی صورت میں خیارِ عیب حاصل ہونا چاہیے(۱)۔

وی پی کے ذریعے مال منگوانا

مسئلہ(۲۶۲): وی، پی(V.P) کے ذریعہ خریدار مال منگواتا ہے، اور پھر رقم بھی پوسٹ(Post) ہی کے ذریعہ صاحبِ مال تک پہونچ جاتی ہے یہ جائز ہے۔(۲)

= (۱) ما فی "**الحدیث**": عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **"من اشترى شيئاً لم يره فهو بالخيار إذا رآه"**. (سنن الدارقطني:۳/۵، کتاب البيوع)

ما فی "**البحر الرائق**": شراء ما لم يره جائز وله أن يرده إذا رآه وإن رضي قبله۔"كنز"۔ قوله: (شراء ما لم يره جائز) أي صحيح لما رواه ابن أبي شيبة والبيهقي مرسلاً عن مكحول مرفوعاً: **"من اشترى شيئاً لم يره فله الخيار إذا رآه شيئاً إن شاء أخذه وإن شاء تركه"**.

(۶/۴۲، کتاب البيع، باب خيار الرؤية، سنن الدارقطني:۳/۴، کتاب البيوع)

ما فی "**البحر الرائق**": من وجد بالمبيع عيباً أخذه بكل بالثمن أو رده . "كنز". قوله: (من وجد بالمبيع عيباً أخذه بكل الثمن أو رده) لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخير كيلا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به.اهـ. (۶/۵۸،۵۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الهداية** ": والكتاب كالخطاب ، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة. (۳/۱۹، قواعد الفقه:ص۹۹)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": إلا إذا كان بكتابة أو رسالة فيعتبر مجلس بلوغها ."درمختار". قوله: (إلا إذا كان بكتابة أو رسالة) صورة الكتاب أن يكتب أما بعد ؛ فقد بعت عبدي فلاناًمنك بكذا، فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك اشتريت تم البيع بينهما، قال في الهداية: والكتاب كالخطاب، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتابة وأداء الرسالة.

(۷/۲۶، کتاب البيوع ، مطلب في حكم البيع الهزل)

روزنامہ یا ماہنامہ اخبار ورسائل کی خریداری

مسئلہ (۲۶۳): اخبار ورسائل کی خریداری میں پورے سال کی رقم دی جاتی ہے، اور روز بروز یا ماہانہ بماہانہ اخبار ورسائل خریدار کو پہونچتے رہتے ہیں، بیع کی یہ صورت بیعِ استجرار کے حکم میں ہے، جس کو متأخرین نے جائز قرار دیا ہے۔(۱)

تالاب میں غیر مقبوضہ مچھلی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲٦٤): اگر کسی شخص نے مچھلیوں کو تالاب میں پالا ہے تو وہ اسی کی مملوک ہوگی، مگر بغیر پکڑے ہوئے مقبوضہ نہ ہوگی، لہذا اگر وہ شخص مچھلیاں بغیر پکڑے بیچ دے، تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": ما يستجرّه الإنسان من البياع إذا حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها جاز استحساناً. "**درمختار**". (۷/ ۳۰، كتاب البيوع، مطلب: البيع التعاطي)

ما في "**بحوث في قضايا فقهية معاصرة**": أما بيع الاستجرار فهو مأخوذ من قولهم: استجرّ المال إذا أخذه شيئاً فشيئاً وهو في اصطلاح الفقهاء المتأخرين: أن يأخذ الرجل من البياع الحاجات المتعددة شيئاً فشيئاً دون أن يجري بينهما مساومة أو إيجاب وقبول في كل مرة. (ص٥٥، فتاوى رحيميه:۹/ ۱۹۹، فتاوى محموديه:۱٦/ ۱۹۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية**": ولا يجوز بيع السمك قبل أن يصطاد لأنه باع ما لا يملكه، ولا في حفيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد. اهـ. (۳/ ٥۱، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد)

ما في "**موسوعة تكملة فتح الملهم مع التكملة**": "فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه طعاماً كان أو غيره". (۱/ ۳٥۰، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)

ما في "**مجمع الأنهر**": " لا يصح بيع المنقول قبل قبضه لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك". (۳/ ۱۱۳، باب البيع الفاسد، كذا في الهداية: =

نقد اور اُدھار میں کمی زیادتی

مسئلہ (۲۶۵): اگر بیع اس طرح کی جائے کہ ادھار، مثلاً: ۱۰/روپئے میں، اور نقد ۸/روپئے میں تو جائز ہے، مگر مدت اور قسطوں کو متعین کرلیا جائے، اور مجلس ہی میں اُدھار یا نقد پر اتفاق کرلے، یہ کہنا کہ ایک مہینے پر دس روپئے میں، اور دو مہینے پر ۱۲/روپئے میں، تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح کوئی قسط چھوٹ جائے تو اضافہ جائز نہ ہوگا۔(۱)

= ۷۷/۳، كتاب البيوع ، باب التولية، وكذا في البحرالرائق:۱۹۳/۶، كتاب البيوع ، فصل في بيان التصرف في البيع، وكذا في تبيين الحقائق:۴۳۵/۴ ، كتاب البيوع، فصل في معرفة المبيع ، فتاوى محموديه:۹۴/۱، احسن الفتاوى:۴۸۰/۶)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث**" : عن أبي هريرة قال : " **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة**"........ وقد فسر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعك هذا الثوب بنقدٍ بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه علىٰ أحد البيعتين فإذا فارقه علىٰ أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة على أحد منهما.

(جامع الترمذي : ۲۳۳/۱، أبواب البيوع، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة، إعلاء السنن:۲۰۵/۱۴)

ما في " **الحديث**" : وعن سماك عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: " **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقةٍ**".

(إعلاء السنن:۲۰۶/۱۴، كتاب البيوع، باب النهي عن بيعتين في بيعة)

ما في " **المبسوط للسرخسي**": وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا أو (قال) : إلى شهر بكذا أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد، لأنه لم يعاطه على ثمنٍ معلوم ، ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطين في البيع ، وهذا هو تفسير الشرطين في بيع ....وهذا إذا افترقا على هذا، =

ہڈیوں کی خرید وفروخت کا شرعی حکم

مسئلہ(۲۶۶): سور کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیوں کی تجارت جائز ہے، اگر چہ مردار کی ہڈیاں ہوں۔ چونکہ ہڈی پاک ہے سوائے خنزیر کے۔(۱)

= فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز، لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد. (۹/۱۳، باب البيوع الفاسدة ، بيروت)

ما في " **الهداية** ": لأن للأجل شبهاً بالبيع ، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل .(الهداية:۳/۷٤، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق :٦/۱۹۰، كتاب البيوع ، باب البيوع المرابحة والتولية، كتاب البيوع:٥/۲۱۳، فتاوى رحيميه:۹/۱۹٥،فتاوى محموديه:۱٦/۱٥۱،آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/۷۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": إذا كان الحيوان ذكياً أو ميتاً وبينما إذا كان العظم رطباً أو يابساً وما ذكر من الجواب يجري على إطلاقه إذا كان الحيوان ذكياً لأن عظمه طاهر رطباً كان أو يابساً يجوز الانتفاع به جميع أنواع الانتفاعات رطباً كا ن أويابساً .... وأما إذا كان الحيوان ميتاً فإنما يجوز الانتفاع بعظمه إذا كان يابساً ولا يجوز الانتفاع إذا كان رطباً.

(٥/۳٥٤، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد)

ما فی " **الموسوعة الفقهية** ": كما ذهبوا إلى أن عظم مأكول اللحم المذبوح شرعاً طاهر يجو ز الانتفاع به ، إلا أنهم اختلفوا في عظم الميتة أو المذبوح الذي لا يؤكل لحمه ، فذهب الجمهور وهم المالكية والشافعية والحنابلة وإسحاق إلى أن عظام الميتة نجسة سواء كانت ميتة ما يؤكل لحمه وما لا يؤكل لحمه، وسواء في غير مأكول اللحم ذبح أو لم يذبح ، وإنما لا تطهر بحال ويحرم استعمالها .... وقال تعالى : ﴿ **حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير** ﴾. [سورة المائدة:۳] ....ولأن ابن عمر رضي الله عنهما كره أن يدهن في عظم فيل لأنه ميتة والسلف يطلقون الكراهة ويريدون بها التحريم........وذهب الحنفية إلى طهارةعظام الميتة۔ (۳۰/۱٥۹،۱٦۰، فتاوى احياء العلوم ،بحواله جديد مسائل كا حل :ص۱۷٤) =

فری سروس (Free Service) کا حکم

مسئلہ(۲۶۷): آج کل عام طور پر کمپنیاں بہت سی چیزوں پر فری سروس دیتی ہیں، مثلاً: کمپنی کے ذمہ ہوتا ہے کہ ایک سال کے درمیان اگر کوئی خرابی پیدا ہو جائے، تو بلا معاوضہ درست کر کے دی جائے گی، اسے وارنٹی (Warantee) بھی کہا جاتا ہے، مثلاً: فریج، کمپیوٹر، واشنگ مشین، کولر وغیرہ پر ایک سال یا دو سال کی وارنٹی دی جاتی ہے، اور یہ عرفِ عام کی وجہ سے جائز ہے۔(۱)

= ما في " **سنن الدار قطنی** ": عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله حرم الخمر وثمنها وحرم الميتة وثمنها وحرم الخنزير وثمنه** ". (۷/۳، كتاب البيوع، رقم الحديث:۲۷۹۲، أحاديث البيوع المنهي عنها: ص۴۰۲، احسن الفتاوی:۴۸۲/۶، فتاوی محمودیہ:۳۶/۱۶)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث** ": عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً وأحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً** ". قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. (سنن الترمذي: ۳۴۳/۲، رقم الحديث: ۱۳۵۲، السنن الكبرى للبيهقي: ۷۹/۶، بذل المجهود: ۳۱۹/۱۱، السنن لأبي داود:ص۵۶۰)

ما في " **فقه النوازل وقضايا الفقه والفكر المعاصر للزحيلي** ": ضمان الأداء وهو يتعلق بأمرين: فما كان منه متعلقاً بسلامة المبيع من العيوب المصنعية والفنية، فإنه يتخرج على ضمان العيب الذي لا يعلم إلا بامتحان وتجربة واستعلام، وأما ما كان منه متعلقاً بصلاحية المبيع وقيامه بالعمل، فإنه يتخرج على ضمان العيب الحادث في المبيع عند المشتري، والمستند إلى سبب سابق، والراجح جواز ضمان الأداء. (۱۱۹/۳، وكذا في قضايا الفقه والفكر المعاصر للدكتور وهبة الزحيلي:۲۴۵، انعام الباري :۳۲۱/۶، كتاب البيوع، مكتبة الحراء كراچی)

ما في " **بدائع الصنائع للكاساني** ": ولأن الكفالة جوازها بالعرف. (۶۰۶/۴، كتاب الكفالة) =

کرنسی کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا

مسئلہ(۲۶۸): مختلف ملکوں کی کرنسیاں ایک دوسرے کے ساتھ کمی وزیادتی، ادھار ونقد بیچنا اور تبادلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔(۱)

= ما في " **الهداية** ": وأما الكفالة بالمال فجائزة معلوما ما كان المكفول به أو مجهولاً إذا كان ديناً صحيحاً، ..... أو بما يدركك في هذا البيع لأن مبنى الكفالة على التوسع فيحتمل فيها الجهالة وعلى الكفالة بالدرك إجماع. (۹۸/۳، ۱۰۰، كتاب الكفالة)

ما في " **العناية على هامش فتح القدير** ": تكلفت عنه بمالك عليه أو بما يدركك في هذا البيع يعني من الضمان بعد ان كان دينا صحيحاً لأن مبنى الكفالة على التوسع فإنها تبرع ..... وعلى الكفالة بدرك بفتح الراء وسكونها وهو التبعة دليل على جوازها بالمجهول لايصح، لأنه التزام فلايصح مجهولاً كالثمن في البيع وقلنا أن الضمان بدرك صحيح بالإجماع وهو ضمان المجهول. (۱۷۲/۷، كتاب الكفالة)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية** ": رجل باع داراً وكفل رجل المشتري بما أدركه فيها من درك فأخذ المشتري بذلك عنه رهناً ذكر في الأصل أن الرهن باطل ولا ضمان على المرتهن والكفالة جائزة. (۶۴/۳، كتاب الكفالة والحوالة، فصل في الكفالة بالمال)

ما في " **قواعد الفقه** ": بقاعدة فقهية : " استعمال الناس حجة يجب العمل بها". (۵۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : قال : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء لعدم علة الحرمة والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء .

(فتح القدير: ۱۱/۷، الفتاوى الهندية :۱۱۷/۳، كتاب الفتاوى:۲۶۲/۵، فتاوى حقانيه:۱۰۴/۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۹۲/۶)

مبیع کا رنگین یا سادہ فوٹو دیکھ کر آرڈر دینا

مسئلہ(۲۶۹): تجارت میں یہ صورت بہت عام ہوچکی ہے کہ بڑے بڑے تاجر جن کو ہول سیلر(Hole Saler) کہا جاتا ہے،خود یا کسی ایجنٹ کے ذریعہ ریٹیل(Retail) میں بیچنے والے کے پاس رنگین یا سادہ فوٹو دیکھنے کیلئے بھیج دیتے ہیں اور ان کی تفصیلات بھی لکھ دیتے ہیں اور پھر خریدار ان کو دیکھنے کے بعد آرڈر دیتا ہے تو شرعاً یہ جائز ہے(۱)، البتہ اس صورت میں مشتری کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا، یعنی آرڈر دی گئی اشیاء جب موصول ہوں، تو ان کو دیکھنے کے بعد خریدار کو اختیار ہوگا چاہے تو مقررہ پوری قیمت میں لے لے یا واپس کردے(۲)۔

قسط وار ادائیگیٔ قیمت کی سہولت ختم کرنا

مسئلہ(۲۷۰): طے شدہ قسطوں میں رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں بائع کو یہ اختیار حاصل ہے کہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**البحر الرائق والفتاوى الهندية**": قال في الهداية: والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة، وصورة الكتابة أن يكتب: أما بعد! فقد بعت عبدي فلاناً منك بكذا فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك: اشتريت تم البيع بينهما، وصورة الإرسال أن يرسل رسولاً فيقول البائع: بعت هذا من فلان الغائب بألف درهم فاذهب يا فلان فقل له، فذهب الرسول فأخبره فقبل المشتري في مجلسه ذلك.(البحر الرائق:۵/۴۵۰، الفتاوى الهندية:۳/۹)

ما في "**قواعد الفقه**": بقاعدة فقهية: "الكتاب كالخطاب".(قواعد الفقه:ص۹۹)

(۲) ما في "**الهداية والفتاوى الهندية والبحر الرائق**": من اشترى شيئاً لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا رآه إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده.

(الهداية:۳/۳۵، الفتاوى الهندية:۳/۵۷، البحرالرائق:۶/۴۲)

قسط وار ادائیگیٔ قیمت کی سہولت ختم کرکے پوری قیمت کا مطالبہ کرے۔(۱)

طے شدہ عرصہ کے بعد مال کی رقم ادا کرنا

مسئلہ(۲۷۱): ڈی،اے(D.A) یعنی خریدار مال کی طے شدہ عرصہ کے بعد رقم ادا کرتا ہے، شرعی طور پر یہ معاملہ ادھار خریداری کے معاملہ میں داخل ہوکر جائز ہوگا۔(۲)

ڈی،اے،ایل،سی (D.A.L.C) کا شرعی حکم

مسئلہ(۲۷۲): ڈی،اے،ایل،سی(D.A.L.C) یہ بھی ڈی،اے(D.A) کی طرح ہی ہے، صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ اس میں بینک رقم کا ذمہ دار ہوتا ہے، لہذا یہ بھی شرعاً جائز ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : إذا كان لإنسان على آخر ألف ثمن جعله أقساطاً إن أخل بقسط حل الباقي فالأمر كما اشترط ، وعلى هذا إذا لم يف المدين بالشرط تحول باقي الدين معجلاً.

(درر الحكام شرح مجلة الأحكام :۱/ ۲۳۰، نوازل فقهية معاصرة للشيخ خالد سيف الله الرحماني :ص۳۲۷)

ما في " **رد المحتار** " : عليه ألف ثمن جعله ربه نجوماً إن أخل بنجم حل الباقي فالأمر كما شرط ملتقط وهي كثيرة الوقوع . (ردالمحتار:۷/ ۵٤)

ما في " **قواعد الفقه** " : " يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان ". (ص۱٤۳، درر الحكام : ۱/ ۸٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية وفتح القدير** " : ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوماً .

(۳/ ۲۱، فتح القدير: ٦/ ۲٤۲)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (وصح بثمن حال) وهو الأصل (ومؤجل إلى معلوم) لئلا يفضي إلى النزاع ." در مختار". (۷/ ۵۲)

(۳) (حواله سابقه، ایضاح المسائل:۵۹)

پروفارما انوائس (Profarmainvoice) کے ذریعہ بیع کرنا

مسئلہ(**۲۷۳**): پروفارما انوائس (Profarmainvoice) جس میں ایکسپورٹر (Exporter) ''مال برآمد کرنے والا شخص'' امپورٹر (Importer) ''مال درآمد کرنے والا شخص'' کو اپنے مال کی پوری تفصیل یعنی نمونہ (Model)، ریٹ (Rait)، شرائط وغیرہ کے تفصیلی کاغذات بھیجتا ہے، توامپورٹر ان تفصیلی کاغذات کو بالتفصیل پڑھتا ہے، اس کے بعد اس پر معاہدہ اور معاملہ کی منظوری وتصدیق کی مہر اور دستخط کر کے ایکسپورٹر کے پاس بھیج دیتا ہے، جو دراصل جانبین کے درمیان معاہدہ کی ایک قانونی شکل ہوجاتی ہے، اس طرح کے معاملہ (معاہدہ) کو پروفارما انوائس کہا جاتا ہے، اب اس صورت میں ایکسپورٹر ان کاغذات کو اپنے یہاں کے بینک میں جمع کر کے رقم بھی حاصل کرسکتا ہے، درحقیقت یہ معاملہ جانبین کے درمیان ایک پختہ معاہدہ ہوجاتا ہے، اس طرح کے معاہدہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس لیے یہ جائز ہوگا، اور ہر دو فریق یعنی ایکسپورٹر وامپورٹر (Importer& Exporter) پر اس عہد وپیمان کا پاس ولحاظ ضروری ہوگا(۱)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى:﴿ **وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا**﴾. (سورة الإسراء : ۳۴)

ما في " **التفسير الكبير للرازي** " : وحاصل القول فيه : أن مقتضى هذه الآية أن كل عقد وعهد جرى بين إنسانين فإنه يجب عليهما الوفاء بمقتضى ذلك العقد والعهد.(۳۳۷/۷، مكتبه علوم اسلاميه لاهور)

ما في " **الدر المنثور في التفسير المأثور** " : وأخرج ابن أبي حاتم عن سعيد بن جبير رضي الله عنه في قوله: ﴿إن العهد كان مسؤلا﴾. قال: يسأل الله ناقض العهد عن نقضه .

وأخرج ابن أبي حاتم عن كعب الأحبار رضي الله عنه قال: وإنما يهلك هذه الأمة بنكثها عهودها.

(۳۲۸/۴، دارالكتب العلمية بيروت) =

اب اس معاہدہ نامہ کی تکمیل کے بعد دوصورتیں سامنے آتی ہیں:

۱-......ایکسپورٹر ان کاغذات کو دکھا کر بینک سے سودی قرض حاصل نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا مقصد جانبین کے درمیان معاملہ کو مضبوط کرانا ہوتا ہے، لہذا یہ صورت جائز ہے۔

۲-......ایکسپورٹر اس معاہدہ نامہ کو دکھا کر بینک سے پیکنگ کریڈٹ کے نام سے سودی قرض حاصل کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ تجارت کو فروغ دے، لہذا یہ صورت ناجائز وحرام ہوگی (۲)۔

= ما في " **تبيين الحقائق** ": ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحاده كالمكيل والموزون وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفي برؤية بعضه لجريان العادة بالاكتفاء بالبعض في الجنس الواحد ووقوع العلم به بالباقي إلا إذا كان الباقي أردأ فيكون له الخيار فيه.

(۳۲۵/٤، باب خيارالرؤية)

ما في " **الهداية** " : والأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره فيكتفي برؤية ما يدل على العلم بالمقصود ، ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحادها كالمكيل والموزون وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفي برؤية واحد منها إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار.(۳٦/۳، باب خيارالرؤية)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى : ﴿**يـآيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. (آل عمران : ۱۳۰)

وقال أيضاً : ﴿**وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:۲۷۵)

ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن جابر رضي الله عنه قال :" **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء**".(۲۷/۲)

ما في " **شرح النووي على هامش المسلم** " : وفيه تحريم على الإعانة على الباطل، والله أعلم.

(۲۷/۲،۲۸) =

فیکس کے ذریعہ تجارت کرنا

مسئلہ(۲۷٤): فیکس کے ذریعہ سودا کرنا جائز ہے۔(۱)

گاہکوں کے لیے ترغیبی انعامات

مسئلہ(۲۷۵): بسا اوقات بائع مبیع پر ترغیبی انعام رکھتا ہے، اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں متعین ہوتی ہیں، اور ہر خریدار کو اپنی مبیع حاصل ہوتی ہے، کمپنی اپنے منافع میں سے انعام دیتی ہے، لہذا بیع کی یہ صورت جائز ہے، لیکن اس وقت مکروہ ہوگی جب کہ مشتری کو مبیع کی ضرورت نہ ہو اور وہ

= ما في " **موسوعة فتح الملهم** " : قوله : (موكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي، ثم آخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام .
(٥٧٤/٧)

ما في " **بدائع الصنائع** " : وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: " **كل رباً في الجاهلية فهو موضوع تحت قدمي** ". (٨٢/٧، فصل في شرائط جريان الربا)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم** " : بضابطة فقهية : " ما حرم أخذه حرم إعطاء ه ".
(٤٨٦/١، ايضاح المسائل: ٦٠)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **رد المحتار** " : إلا إذا كان بكتابة أو رسالة فيعتبر مجلس بلوغها. درمختار. قوله : (إلا إذا كان بكتابة أو رسالة) صورة الكتابة أن يكتب أما بعد ! فقد بعت عبدي فلاناً منك بكذا ، فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك : اشتريت تم البيع بينهما، ....قلت : ويكون بالكتابة من الجانبين ، فإذا كتب اشتريت عبدك فلاناً بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع كما في التاترخانية ، قوله :(فيعتبر مجلس بلوغها) أي بلوغ الرسالة أو الكتابة ، قال في الهداية : والكتاب كالخطاب، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتابة وأداء الرسالة . (٢٦/٧)

ما في " **قواعد الفقه** " : وبقاعدة فقهية : " الكتاب كالخطاب". (ص ٩٩)

محض انعام کی طمع ولالچ میں اس چیز کو خریدے۔(۱)

مثلی اشیاء کا نمونہ دکھا کر بیع کرنا

مسئلہ(۲۷۶): مثلی اشیاء یعنی ایسی چیزیں جن کا نمونہ (Sample) پیش کیا جاسکتا ہو اور نمونہ دیکھ کر تمام مال کا آسانی سے اندازہ کرلیا جاسکتا ہو، جیسے گیہوں، چاول، دیگر غلے وغیرہ، اور لوہا پیتل، اسٹیل، شیشہ، تانبا اور دیگر دھات وغیرہ، نیز موزہ، جوتا، نکیل، تلوار، تیر اور دیگر ہتھیار، اسی طرح دورِ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فقه وفتاوى البيوع** " : أن يقول التاجر : من اشترى مني ألف مثلاً فله جائزة مقدار هكذا ، فهنا الجائزة معلومة والقدر معلوم ، فهذا ليس فيه محظور من حيث الشكل الظاهر، لكن قد يكون فيه محظور من جهة المشتري ، فربما يشتري ما تبلغ قيمته الألف وليس له حاجة كاملة فيما اشتراه ولكن من أجل الجائزة ، فيضع ماله طلباً للحصول على هذا الجائزة. (ص ۲۸۱)

ما في " **نوازل فقهية معاصرة للشيخ خالد سيف الله الرحماني**" : بناء على تعيين المبيع والثمن ، وحصول كل مشترى على مبيعه المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ، ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ويتلقى الواحد ويحرم الثاني يكون ذلك نوعا من الميسر ويحرم ، لكن الصورة المذكورة هي " إحقاق بعض وإنجاح بعض" حسب قول الجصاص وغير شاملة للميسر والقمار ، فلا بأس فيها، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار علماءِ هذا العصر. (ص۳۲۷، البيع بالتقسيط ، الجوائز المغرية للعملاء والزبائن)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وما ذكره الله تعالى من تحريم الميسر - وهو القمار - يوجب تحريم القرعة في العبيد يعتقهم المريض ثم يموت ، لما فيه من القمار وإحقاق بعض وإنجاح بعض ، وهذا هو معنى القمار بعينه ، وليست القرعة في القسمة كذلك ، لأن كل واحد يستوفي نصيبه لا يحقق واحد منهم. والله أعلم. (۳۹۹/۱ ، باب تحريم الميسر، كتاب الفتاوى:۲٤۷/۵)

حاضر کے مشتری کپڑے، ایسی چیزوں کی خرید وفروخت میں بائع کا صرف نمونہ دکھا کر اور مشتری کا صرف نمونہ دیکھ کر بیع کرنا صحیح اور درست ہے، اور مشتری کو خیارِ رویت بھی حاصل نہ ہوگا، ہاں عیب کی صورت میں خیارِ عیب حاصل ہوگا، لہذا اس طرح کی بیع جائز ہے۔(۱)

قیمتی اشیاء کا نمونہ دکھا کر بیع کرنا

مسئلہ(**۲۷۷**): ذوات القیم یعنی قیمتی اشیاء جن کی مثل (Sample) پیش کر کے اندازہ نہ لگایا جاسکتا ہو، جیسے بکری، گائے، بھینس اور دیگر جانور، ان کے ریوڑ کی بیع ایک جانور کا نمونہ (Sample) دکھا کر جائز نہیں ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الهداية وتبيين الحقائق** " : والاصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره فيكتفى برؤية ما يدل على العلم بالمقصود ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحادها كالمكيل والموزون ، وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفى برؤية واحد منها إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذٍ يكون له الخيار. (الهداية :۳۶/۳، تبيين الحقائق : ۳۲۵/٤، ايضاح النوادر:ص/۲٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : وإن كان يتفاوت آحادها كالثياب والدواب لا بد من رؤية كل واحد منها والجوز والبيض من هذا القبيل. (۳۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية)

ما في " **تبيين الحقائق** " : وإن كان آحاده تتفاوت وهو الذي لا يباع بالنموذج كالثياب والدواب والعبيد فلا بد من رؤية كل واحد من أفراده ، لأنه برؤية بعضها لا يقع العلم بالباقي للتفاوت والجوز والبيض من هذا القسم .

(۳۲۵/٤ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية ، دار الكتب العلمية بيروت، ايضاح النوادر:۲۵)

ڈالر، پونڈ، ریال وغیرہ سے عقدِ بیع

مسئلہ(۲۷۸): ایکسپورٹر (Exporter) غیر ملکی تاجروں کے ہاتھ مال فروخت کرتا ہے، تو مال کی قیمت امریکن ڈالر، پونڈ، ریال، درہم، دینار وغیرہ (غیر ہندوستانی کرنسی) ہوتی ہے اور یہ رقم سرکاری بینک کے توسط سے ایکسپورٹر کو موصول ہوتی ہے، لیکن بینک اس کو ہندوستانی کرنسی دیتی ہے، ایسی صورت میں غیر ملکی کرنسی کبھی اَپ (UP) اور کبھی ڈاوَن (Down) ہوتی ہے، اگر اَپ ہو یعنی غیر ملکی کرنسی کا بھاوٴ بڑھ جائے تو ایکسپورٹر کو ہندوستانی روپئے زیادہ مل جاتے ہیں، اور اگر ڈاوَن ہو یعنی غیر ملکی کرنسی کا بھاوٴ گر جائے تو کم روپئے ملتے ہیں، تو شرعاً یہ زیادتی سود نہیں بلکہ حلال اور جائز ہے اور اس طرح کا معاملہ کرنا بھی درست ہے۔(۱)

بیعِ سلم اور استصناع کی ایک مروجہ صورت

مسئلہ(۲۷۹): آج کل یہ صورت بہت زیادہ عام ہوچکی ہے کہ بائع مشتری سے پیشگی رقم کا مطالبہ کرتا ہے، مثلاً: دس لاکھ کا مال ہے تو کم از کم ایک لاکھ روپئے پہلے ہی بائع وصول کر لیتا ہے، تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : ثم ان أنواع العملة المضروبة تقوم بالقروش ، فمنها ما يساوي عشرة قروش، ومنها أقل ، ومنها أكثر ، فإذا اشترى بمائة قرش فالعادة أنه يدفع ما أراد إما من القروش أو مما يساويها من بقية أنواع العملة من ريال أو ذهب ، ولا يفهم أحد أن الشراء وقع بنفس القطعة المسماة قرشاً، بل هي أو ما يساويها من أنواع العملة المتساوية في الرواج المختلفة في المالية . (۶۰/۷)

ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : قال : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء لعدم علة الحرمة والأصل فيه الإباحة وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء . (۱۱/۷، الفتاوى الهندية :۱۱۷/۳، ایضاح النوادر:۴۳)

اس طرح بیع کا معاملہ کرنا جائز ہے، اگر مال ایک مہینے کے بعد بھیجنے کی بات ہو تو یہ بیعِ سلم ہے، اور اگر اس سے کم مدت ہو تو استصناع کے حکم میں داخل ہے۔(۱)

بیعِ سلم کی صحت کے شرائط

مسئلہ (۲۸۰): آج کل عام طور پر چیزوں کو آرڈر دیکر بنانے کا کافی رواج ہو چلا ہے، لہذا فقہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق** ": عن ابن عباس قال : " **أشهد أن الله أحل السلف المضمون إلى أجل مسمىً قد أحله الله تعالى في الكتاب وأذن فيه** ". قال الله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمىً فاكتبوه**﴾[البقرة:۲۸۲]. (۲۵۹/٦)

ما في " **البناية** ": وفي السنة أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم . (۴۲۰/۷)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": هو بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال .

(۴۵۴/۷)

ما في " **البحر الرائق**": والأجل: وأقله شهر أي أقل الأجل شهر روي عن محمد رحمه الله .(۳۱۸/٦)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": (وأقله) في السلم (شهر) به يفتى ."درمختار" . قوله : (به يفتى) وقيل ثلاثة أيام وقيل أكثر من نصف يوم ، وقيل ينظر إلى العرف في تأجيل مثله ، والأول: أي ما في المتن أصح، وبه يفتى. زيلعي. وهو المعتمد. "**بحر**" .وهو المذهب. "**نهر**".

(۷ /۴٦۲، كتاب البيوع، باب السلم)

ما في " **التبيين الحقائق**": أما الاستصناع فللإجماع الثابت بالتعامل من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا ، وهو من أقوى الحجج ، وقد استصنع النبي صلى الله عليه وسلم خاتماً ومنبراً وقال : " **ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن**". (۵۲٦/۴)

اسلامی کے نقطۂ نظر سے اس کے جواز کیلئے ان آٹھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱-......بیع کی جنس متعین ہو، مثلاً: گیہوں، چاول، برتن اور گاڑی وغیرہ۔

۲-......نوع اور قسم متعین ہو، مثلاً: چاول ہے تو کونسی قسم کے، باس متی یا کوئی اور؟ اسی طرح اگر مصنوعی چیز ہے جیسے کپڑا یا جوتا، یا گاڑی تو وہ کس کمپنی کے، اور کہاں کے بنے ہوئے ہیں، مثلاً: کانپور، مرادآباد، دلی، جاپان، چین یا تائیوان وغیرہ کے؟

۳-...... مال کی صفت متعین ہو، جیسے ہائی کوالٹی (High Quality) یا لو کوالٹی (Low Quality) یا میڈیم کوالٹی (Medium Quality) وغیرہ۔

۴-......مقدار معلوم ہو مثلاً: کتنا کلو ہے یا کس سائز کا ہے؟

۵-......ادائیگی کی مدت معلوم ہو کہ سامان کتنے دنوں میں دیا جائیگا؟

۶-......ثمن کی مقدار اور صفت معلوم ہو، یعنی کتنے روپئے کا ہوگا، اور کرنسی کونسی ہوگی، ہندوستانی روپئے، امریکی ڈالر، سعودی ریال یا کویتی دینار وغیرہ؟

۷-......سامان کی کچھ رقم پیشگی ادا کرنا ہے یا پوری رقم دینی ہے؟

۸-......بائع مشتری کو کہاں سامان پہونچائے گا، اکل کوا، نندربار یا ممبئی وغیرہ میں؟ (۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمىً فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل**﴾. (سورة البقرة:۲۸۲)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح**": عن ابن عباس قال: قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلث، فقال: "**من أسلف في شيء فليسلف في كيل ووزن معلوم إلى أجل معلوم**". متفق عليه. (:ص۲۵۰) =

بیعِ استصناع

مسئلہ(۲۸۱): بیعِ استصناع یہ بھی بیعِ سلم ہی کی طرح کی ایک بیع ہوتی ہے، یعنی کسی چیز کو بنانے کیلئے معاملہ کرکے آرڈر دینا، مگر اس میں صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ ثمن اور مبیع دونوں ادھار ہوتے ہیں، یعنی پیشگی رقم بعض یا کل ادا کرنے کی شرط نہیں ہوتی، اس کے جائز ہونے کیلئے بھی مذکورہ بالا تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔(۱)

بیع الوفا کے جواز کی ایک صورت

مسئلہ(۲۸۲): اگر کسی شخص کو قرض کی سخت ضرورت ہے، اس کے پاس مکان یا دوکان یا زمین موجود ہو، اور وہ اس کو رہن میں رکھ کر قرض کا روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہے، مگر رہن رکھنے کی صورت میں مرتہن اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے کوئی شخص رہن رکھ کر بھی قرض دینے

= ما فی " **الهداية**": قال : ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط : جنس معلوم كقولنا : حنطة أو شعير، ونوع معلوم كقولنا : سقية أو بخسية ، وصفة معلومة كقولنا : جيد أو ردي ، ومقدار معلوم كقولنا: كذا كيلا بمكيال معروف أو كذا وزناً ، وأجل معلوم، والأصل فيه ما روينا والفقه فيه ما بينا، ومعرفة مقدار رأس المال إذا كان يتعلق العقد على مقداره كالمكيل والموزون والمعدود وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة. (۹۵/۳، فتاوی محمودیه:۲۱۹/۱٦، ایضاح النوادر:۲۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) **ما فی " فتح القدير والفتاوى الهندية "**: الاستصناع طلب الصنعة وهو أن يقول لصانع خف أو مكعب أو أواني الصفر: اصنع لي خفاً طوله كذا وسعته كذا، أو دستاً أي برمة تسع كذا ووزنها كذا على هيئة كذا بكذا ويعطى الثمن المسمى أولا يعطى شيئاً فيعقد الآخر معه جاز استحساناً تبعاً للعين.

(۱۰۷/۷، الفتاوی الهندية :۲۰۷/۳، ایضاح النوادر:۲۸)

کے لیے تیار نہیں ہے، اور صاحبِ ضرورت اپنی اس ضروری جائداد کو پوری طور سے فروخت کرنا بھی نہیں چاہتا، تو متاخرین فقہاء نے دفعِ ضرورتِ راہن اور جوازِ انتفاعِ مرتہن کے لیے بیع الوفاء کے نام سے بیع کی ایک صورت بیان فرمائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ صاحبِ ضرورت، مکان، دوکان یا زمین، اس طرح فروخت کرے کہ فروخت شدہ جائداد مشتری کے پاس من کل الوجوہ امانت تو نہیں مگر مثلِ امانت کے ہوگی، کہ مشتری اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر اس کو فروخت نہیں کرسکتا، اور فائدہ اٹھانے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ بائع، لی ہوئی پوری رقم واپس نہ کردے، اور جب بائع رقم واپس کردیگا تو مشتری پر لازم ہوگا کہ اتنی ہی رقم لے کر جائداد واپس کردے، جتنے میں اس نے بائع کو دیا تھا، اس عقد کو بیع الوفاء، بیع الأمانت اور بیع الرہن وغیرہ کہا جاتا ہے، صاحبِ ہدایہ نے اس کو بیع الجائز فرمایا ہے۔

اس کا رواج پانچویں صدی ہجری میں ہوا، اس کے جواز وعدمِ جواز میں شدید اختلاف رہا، امام ظہیر الدین اور صدر الشہید وغیرہ اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، امامِ ابوشجاع، امام علی، امام ابن نجیم ، امام بیہقی ،سغدی ، قاضی حسن ماتریدی اور امام مرغینانی وغیرہ اس کو حاجتِ ناس کے پیش نظر استحساناً، اور عرفِ عام حادث کا قضیہ کہہ کر جائز قرار دیتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اصولاً عدمِ جواز کو ثابت کیا ہے، اور بوقتِ ضرورت جواز پر عمل کی اجازت دی ہے، اور محدثِ سہارنپور علامہ خلیل احمدؒ نے جائز قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ دستاویز لکھتے وقت بیع کو مطلق عن الشرط رکھا جائے، اور بیع مع الشرط کی قید نہ لگائی جائے، تاکہ فقہائے متأخرین کے دونوں فریق کے قول پر عمل ثابت ہوجائے، عصرِ حاضر کے علماء وفقہاء میں علامہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ اور مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی وغیرہ نے اس کے جائز قرار دینے کو اولیٰ اور مناسب سمجھا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " البحر الرائق":وصورته: أن يقول البائع للمشتري بعت منك هذا العين بدين لك عليّ على أني =

بیعِ مناقصہ(Tender) کا شرعی حکم

مسئلہ(۲۸۳): مناقصہ یہ مزایدہ کی ضد ہے، مزایدہ بائع کی جانب سے ہوتا ہے اور مشتری بولیاں لگاتے ہیں، جو بھی زیادہ بولی لگادے اس کے حق میں بیع منعقد ہوجاتی ہے، اور مناقصہ میں مشتری کی طرف سے طلب ہوتی ہے، آج کل حکومت کی طرف سے ٹینڈر نوٹس آتے رہتے ہیں، مثلاً حکومت نے اعلان کیا کہ ہمیں کسی تعلیم گاہ میں استعمال کرنے کے لئے ہزاروں کرسیوں کی ضرورت ہے، لہذا ہمیں ٹینڈر دیں کہ کون کتنے میں دے گا، تو اس میں کم قیمت لگانے کی دوڑ ہوتی ہے، جس کسی کی قیمت سب سے کم ہوتی ہے اس کا ٹینڈر منظور کرلیا جاتا ہے یہ جائز ہے۔(انعام الباری:۲۶۹/۶) (۱)

= متى قضيت الدين فهو لي أو يقول البائع بعتك هذا بكذا على أني متى دفعت لك الثمن تدفع العين إلي. (۱۱/٦،كتاب البيع ، باب خيارالشرط ، تبيين الحقائق :۲۳۷/٦، كتاب الإكراه ، رد المحتار:۵٤۵/۷، مطلب في بيع الوفاء)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": والقول السادس في بيع الوفاء: إنه صحيح لحاجة الناس فراراً من الربا ، وقالوا : ما ضاق على الناس أمر إلا اتسع حكمه ."درمختار".(رد المحتار على الدر:۵۵۱/۷، كتاب البيوع ، باب الصرف ، مطلب : قاضيخان من أهل التصحيح والترجيح)

ما فی " **الأشباه والنظائر**" : بقاعدة فقهية : " الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق ".(۳۰٤/۱، كتاب الفتاوی:۲۷۹/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**أحكام التعامل في الأسواق المالية المعاصرة للدكتور مبارك بن سليمان**": (تعريف بيع المناقصة) بيع المناقصة : عرف بيع المناقصة بأنه أن يعرض المشتري شراء سلعة موصوفة بأوصافٍ متعينة ، فيتنافس الباعة في عرض البيع بثمن أقلٍ، ويرسو البيع على من رضي بأقل سعرٍ.(۶۲۵/۱)

ما فی "**عقود المناقصة في الفقه الإسلامي للشيخ عاطف محمد حسين أبوهربيد**": المناقصات العلنية: هي التي يتقدم فيها المناقصون بعطاءاتهم علناً، ويتناقصون في السعر إلى أن ترسو المناقصة على صاحب السعر الأقل. (ص:۹۰) =

شوروم والوں کا مشتری سے زائد رقم لینا

مسئلہ(۲۸٤): شوروم (Showroom) والے گاڑی خریدنے والے سے فوری قبضہ دینے کی صورت میں، جو رقم زائد از قیمتِ اصلیہ لیتے ہیں، اس کو اون (Own) کہا جاتا ہے، بائع یعنی شوروم والے کیلئے اس رقم کا لینا شرعاً جائز ہے۔(۱)

= ما فی "**عقود المناقصة في الفقه الإسلامي**": (حكم عقد المناقصة)........وقد اختلف هؤلاء المعاصرون في تكييفها على عدة أقوال هي: القول الأول: أن المناقصة هي كالمزايدة ينطبق عليها ما ينطبق على المزايدة، وأحكام المناقصة هي أحكام المزايدة ، إلا أنها تختلف في الشكل، وبه قال الدكتور المصري حيث ذكر أن المناقصة لم تعرف سابقاً في الفقه، إنما عرفت أختها المزايدة وهما متشابهتان في كثير من الإجراءات ....وقال: فالمزايدة تكون في البيع والإيجار، والمناقصة في الشراء والاستيجار، وترتيباتهما الحديثة متشابهة، وقد يجمعهما نظام واحد، ويمكن أن يقال أن كلا منهما جائز من حيث المبراء ، لأن حقيقتهما واحد .... وممن قال بذلك أيضاً الدكتور علي السالوس .... وكذلك أكد الدكتور سعود الثبيتي ....وأيضاً الشيخ عبد الوهاب أبو سليمان ....ووافقهم في ذلك الشيخ محمد المختار السلامي حيث قال: فكما يجوز بيع الشيء مزايدة يجوز بيعه مناقصة، ولعل الثاني أولىٰ بالجواز لانتفاء السوم على السوم انتفاء تاماً .... وخلاصة القول الأول: أن المناقصة أخت المزايدة ، وأحكامها متشابهة مع الاختلاف في الشكل، والحكم على المناقصة بهذا الاعتبار لا يختلف عن حكم المناقصة.

(ص:۱۱۳،۱۱٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الاختيار لتعليل المختار**": ويجوز التصرف في الثمن قبل قبضه، وتجوز الزيادة في الثمن والسلعة والحط من الثمن،ويلتحق بأصل العقد؛ .(مختار) قال: (ويجوز التصرف في الثمن قبل قبضه) لقيام الملك، ولا يتعين بالتعيين ولا يكون فيه غرر الانفساخ .... قال : (وتجوز الزيادة في الثمن =

پھلوں کی بیع پکنے سے پہلے

مسئلہ(۲۸۵): درختوں پر پھل ظاہر ہوگیا لیکن ابھی کارآمد نہیں ہوا، یعنی نہ کھایا جاسکتا ہے، نہ کام میں لایا جاسکتا ہے، تو ان کی بیع بلا کسی شرط (یعنی پکنے تک درخت پر چھوڑے رہنے کی شرط نہیں لگائی، بلکہ بائع کی اجازت سے درخت پر چھوڑ دیا گیا) کے جائز ہے(۱)۔ اور اگر یہ شرط لگائی کہ پھل پکنے تک ان کے درختوں پر ہی لگے رہیں گے، تو بیع کی یہ صورت ناجائز ہے(۲)۔

= والسلعة، والحط من الثمن ويلتحق بأصل العقد) . ... ولنا أن بالزيادة والحط غيَّرا وصف العقد من الربح إلى الخسران أو بالعكس، وهما يملكان إبطاله فيملكان تغييره . ولا بد في الزيادة من القبول في المجلس لأنها تمليك، ولا بد أن يكون المعقود عليه قائماً قابلاً للتصرف ابتداء حتى لا تصح الزيادة في الثمن بعد هلاكه. (۲/۲۵۷،۲۵۸، كتاب البيوع)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الفتاوى الهندية**": ولو اشتراها مطلقاً وتركها بإذن البائع طاب له الفضل.

(۳/ ۱۰٦، تبيين الحقائق:٤/۲۹٥)

ما فی "**الهدايه**": قال: ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها أو قد بدا جاز البيع لأنه مال متقوم ....وعلى المشتري قطعها في الحال تفريغاً لملك البائع وهذا إذا اشتراها مطلقاً أو بشرط القطع. (۳/۲٦)

(۲) ما فی " **التبيين الحقائق** ": قال: وإن شرط تركها على النخل فسد أي البيع لأنه شرط لا يقتضيه العقد وهو شغل ملك الغير أو نقول: أنه صفقة في صفقة لأنه إجارة في البيع وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقة في صفقةٍ. (٤/۲۹٥)

ما فی " **أحاديث البيوع المنهى عنها** ": الحكمة في ذلك ظاهرة: لأن في بيع الثمرة قبل بدو صلاحها غرراً وخطراً ظاهراً يفضي إلى المفاسد الكثير بين المسلمين من إيقاع التشاحن والتشاجر وأكل مال الغير بغير حق. (ص:۲۱۹)

مگر فقہاءِ عصر میں سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی رائے بر بناء تعاملِ ناس وعرف جواز کی ہے(۳-۴)۔

معدوم پھلوں کی بیع

مسئلہ(۲۸٦): اگر درخت پر کچھ پھل ظاہر ہو، اور کچھ پھل ظاہر نہ ہوں تو معدوم پھلوں کی بیع کو

---

(۳) ما فی " **تکملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": حكم ما يتعامل به الناس اليوم: قدمنا خلاصة البحث الحديثي والفقهي في المسألة، وبقي الآن حكم ما يتعارفه الناس اليوم في بيع الثمار، فإن العادة جرت في أكثر البلاد أن الثمار لا تباع مقطوعة، وإنما تباع معلقة على الأشجار، وربما يتبايعها الناس قبل بدو صلاحها، وفي بعض الأحيان قبل ظهورها، والعادة أن المشتري يتركها بعد العقد على الأشجار إلى حين الجذاذ، فلو حكمنا بفساد هذه البيوع كلها لم توجد في السوق ثمرة ولا رطبة يحل أكلها .. ..والحاصل أن هذه الصورة وإن كانت غير جائزة في أصل المذهب غير أن فيها سعة عند عموم البلوى، وفي هذه الصورة يقول العلامة ابن عابدين الشامي: لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا، ولا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار، فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة ....وفي نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار في هذه البلدان، إذ لا تباع إلا كذلك ، والنبي صلى الله عليه وسلم إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم ، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضاً أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة فلم يكن مصادماً للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز، ولذا أورد له الرواية عن محمد، بل تقد م أن الحلواني رواه عن أصحابنا، وما ضاق الأمر إلا اتسع.

(۱/۳۹۲،۳۹۳، ردالمحتار:۷/۸٦)

(٤) ما فی "**نوازل فقهية معاصرة**": وإن ظهر بعضها دون بعض، فيصح بيع الكل، وأما الاشتراط بتركها على الأشجار إلى وقت إدراكها، فهذا أيضاً يجوز ويعتبر، وما يظهر من الثمار في ذلك الفصل هو أيضاً يضم إلى البيع.......هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب. (ص: ۳۷٤)

موجود پھلوں کے تابع بنا کر جائز قرار دیا جائے گا۔(۱)

پھل آنے سے پہلے ان کی بیع کرنا

مسئلہ(۲۸۷): پھل آنے سے پہلے بیع ناجائز وحرام ہے،مگراس کے جواز کی متبادل شکل یہ ہوگی کہ معاملہ پھلوں کا نہ کیا جائے ، بلکہ زمین سمیت پورے باغ کا کیا جائے ،وہ اس طور پر کہ چھ مہینے یا سال بھر کے لئے ، یا کئی سال کے لئے متعین رقم کے بدلے میں کرایہ پر دیدیا جائے ،اور کرایہ دار کو یہ بھی اجازت ہو کہ وہ خالی زمین میں کچھ بوکر فائدہ اٹھا سکتا ہے، مالک کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا،مگر یہ معاملہ اس وقت صحیح ہوگا جبکہ باغ کی زمین قابلِ کاشت بھی ہو،ورنہ صحیح نہ ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في **"رد المحتار على الدر المختار"**: أفتى الحلواني بالجواز لو الخارج أكثر." درمختار". قوله: (لو الخارج أكثر) ذكر في البحر عن الفتح أن ما نقله شمس الأئمة عن الإمام الفضل لم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد أكثر، بل قال عنه اجعل الموجود أصلاً وما يحدث بعد ذلك تبعاً.

(۸٦،۸٥/۷، كتاب البيوع ، مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، احسن الفتاوى:٦/٤۸۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في **"رد المحتار على الدر المختار"**: والحيلة أن يأخذ الشجرة معاملة على أن له جزءاً من ألف جزءٍ."درمختار". قال الشامي : ....ففي الأول يشتري الأصول ببعض الثمن ويستأجر الأرض مدة معلومةً بباقي الثمن، لئلا يأمره البائع بالقلع قبل خروج الباقي ، أو قبل الإدراك .وفي الثاني يشتري الموجود من الثمر بكل الثمن، ويحل له البائع ما سيوجد.

(۸۹،۸۸/۷، كتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن، كفاية المفتي:۱۰/۳٤)

حقِ ایجاد کی بیع

مسئلہ(**۲۸۸**): حقِ ایجاد کی بیع جائز ہے، مثلاً کسی شخص نے کوئی نئی چیز ایجاد کی تو اس کا حق، یا کوئی نئی کتاب تصنیف کی تو اس کا حق، اسی طرح تمام حقوقِ مجردہ کی بیع جائز ہے۔(۱)

قابلِ انتقال اشیاء کے قبل القبض فروختگی کی صورتیں

مسئلہ(**۲۸۹**): کسی شئ پر قبضہ کا مطلب شریعت میں یہ نہیں، کہ حقیقی معنیٰ میں بائع مبیع کو مشتری کے یہاں منتقل کردے، بلکہ اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مبیع کو اپنے مال سے اس طور پر الگ کردے، کہ مشتری جب چاہے اسے اپنی مرضی سے اٹھا کر لے جائے، اور اس سلسلے میں اس پر کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہ آئے، تو اب اس مبیع پر مشتری کا قبضہ تسلیم کرلیا جائیگا، لہذا اس کے لئے کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کرنا شرعاً جائز ہوجائیگا، مگر اس علیحدہ (تخلیہ) کرنے میں قدرے تفصیل ہے، چونکہ اب اس طرح کی بیع بکثرت ہونے لگی ہے، اور لوگ اس طریقہ کار کو شرعی طور پر نہیں کرتے ہیں، اس لئے ہر صورت کا حکم مختصراً علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جارہا ہے(۲)۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "**السنن لأبی داود**": عن أسمر بن مضرس قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال:" **من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له**". قال: فخرج الناس يتعادون يتخاطون.(ص: ٤٣٧)

ما فی "**بحوث فی قضايا فقهية معاصرة للشيخ المفتی محمد تقی العثمانی**": وإن كان العلامة المناوي رجح أن هذا الحديث وارد في سياق إحياء الموات ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن، ومن سبق لشيء منها فهي له، ولا شك أن العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب.

(ص: ١٢١،١٢٢، الفقه الإسلامي وأدلته للدكتور وهبة الزحيلي:٤/٢٨٦١، اسلامی قانون اجاره: ٤٤١، فقهی مقالات:١/٢٢٣)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**": إذا أذن البائع للمشتري بتسليم المبيع الذي يكون =

۱-...... کیلی اشیاء یعنی کسی مخصوص پیمانے یا برتن سے ناپ کر بیچی جانے والی اشیاء: جیسے دودھ، تیل وغیرہ کوناپ کر کے الگ کرنا، مشتری کے قبضے کے ثبوت کے لئے کافی ہوجائے گا، جیسے فون پر بات ہوئی اور مشتری نے کہا: بندے کو دس لیٹر دودھ چاہیے، اور بائع نے اس کو قیمت وغیرہ بتلاکر پکی بات کر کے، اس کوناپ کر کے الگ کردیا، تو الگ کرتے ہی اس پر مشتری کا قبضہ شمار ہوگا، اب مشتری اس چیز کو کسی دوسرے سے بھی فروخت کرسکتا ہے۔(۱)

= بحضرة المشتري أولاً ومفرزاً ثانياً وغير مشغول بحق الغير ثالثاً، بحيث لا يكون مانع ولا حائل بين المشتري وقبض المبيع اهـ.

(۲۵۱/۱، المادة :۲۶۳، وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية:۲۵۸،۲۵۶/۲، باب في قبض المبيع وما يجوز من التصرف قبل القبض وما لا يجوز، وكذا في غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي : ۲۷۹،۲۷۸/۲،كتاب البيوع)

ما فی "**قواعد الفقه**": وبقاعدة فقهية: " التخلية تسليم" .(ص: ۶۹)

ما فی " **البدائع الصنائع**": ولا يشترط القبض بالبراجم ، لأن معنى القبض هو التمكن والتخلي وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً حقيقةً .اهـ.(۵۷۱/۶، كتاب البيوع، فصل فيما يرجع إلى المعقود عليه)

ما فی "**الكتاب**": وقوله تعالى:﴿**ورجلاً سلماً لرجل**﴾. (سورة الزمر:۲۹)

ما فی " **بدائع الصنائع**": وأما تفسير التسليم والقبض: فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية، والتخلي أن يخلي البائع بين المبيع وبين المشتري برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه فجعل البائع مسلماً للمبيع والمشتري قابضاً له ....ثم لا خلاف بين أصحابنا في أن أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال. (۲۳۷،۲۳۶/۷، فصل في حكم البيع)

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : وإن باع مكايلة أو موازنة في المكيل والموزون وخلى، فلا خلاف في أن المبيع يخرج عن ضمان البائع ، ويدخل في ضمان المشتري، حتى لو هلك بعد التخلية قبل الكيل والوزن يهلك على المشتري.اهـ. (۲۳۷/۷، ۲۳۸، فصل في حكم البيع)

۲- ...... وزنی اشیاء: جیسے سونا، چاندی، پیتل، تانبا، رانگ، المونیم، لوہا وغیرہ، جب وزن کر کے الگ کر دیجائے تو مشتری کا قبضہ شمار کیا جائیگا، اور اس کے لئے ان اشیاء کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوگا۔(۱)

۳- ...... ذراعی اشیاء یعنی پیمائشی اشیاء: جیسے کپڑے وغیرہ پیمائش کر کے الگ کرنا مشتری کے قبضے کے لیے کافی ہوگا۔(۲)

نوٹ: ...... ان تینوں صورتوں میں جب بائع ان بیچی ہوئی چیزوں کو الگ کر دے، اور مشتری کو مکمل اختیار ہو کہ وہ ان چیزوں کو اٹھا سکتا ہے، پھر وہ چیزیں بائع کی رکھی ہوئی جگہ سے چوری ہو جائیں، یا جل جائیں، یا ٹوٹ پھوٹ جائے تو بائع پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اور بائع سے مشتری دوبارہ اس کا مطالبہ نہیں کر سکے گا۔(۳)

---

(۱) حواله سابق ...... حاشیه نمبر/ ۲

(۲) ما في "**بدائع الصنائع**" : فإن كان مما لا مثل له من المزروعات والمعدودات المتفاوتة فالتخلية فيها قبض تام بلا خلاف حتى لو اشترى مذروعاً مزارعةً أو معدوداً معاودةً، ووجدت التخلية يخرج عن ضمان البائع، ويجوز بيعه والانتفاع به قبل الزرع والعد بلا خلاف. (۲۳۷/۷، ۲۳۸، فصل في حكم البيع)

(۳) ما في "**بدائع الصنائع**" : معنى التسليم والتسلّم يحصل بالتخلية، لأن المشتري يصير سالماً خالصاً للمشتري على وجه يتهيأ له تقليبه، والتصرف فيه على حسب مشيته وإرادته، ولهذا لو كانت التخلية تسليماً وقبضاً فيما لا مثل له، (وفيما له مثل إذا بيع مجازفة) ولهذا يدخل المبيع في ضمان المشتري بالتخلية نفسها بلا خلاف، دل أن التخلية قبضٌ .اهـ. (۲۳۷/۷، فصل في حكم البيع، ايضاح النوادر:٦٦)

غیر منقولی اشیاء کو قبل القبض فروخت کرنا

مسئلہ(۲۹۰): غیر منقولی اشیاء جیسے زمین، پلاٹ، عمارت، دوکان، جائیداد وغیرہ کا صرف سودا کر کے معاملہ کر لینا قبضہ کے لیے کافی ہوگا، اور دوسرے کو فروخت کرنا بھی صحیح ہوگا۔(۱)

شیئرز کے احکام

شیئرز کا مختصر تعارف

موجودہ زمانے میں تجارت کی ایک نئی صورت کا اضافہ ہوا ہے، اس کو اسٹاک مارکیٹ (Stock market) یعنی بازارِ حصص کہتے ہیں، پہلے زمانے میں جو شرکت ہوتی تھی وہ چند افراد کے درمیان ہوتی تھی، جس کو آج کل کی اصطلاح میں پارٹنر شپ (Partnership) کہا جاتا ہے، لیکن پچھلی دو تین صدیوں میں تجارت کے وسیع پھیلاؤ کی وجہ سے اس کی ایک صورت وجود میں آئی، جس کو جوائنٹ اسٹاک کمپنی (Joint stockc company) کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے کاروبار میں نئی صورتِ حال پیدا ہوئی، اور اس کے حصص (Shares) کی خرید وفروخت کا نیا مسئلہ وجود میں آیا، اس کی بنیاد پر دنیا بھر میں اسٹاک مارکٹس (Stock Market,s) کام کر رہے ہیں، اور اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الهداية** " :ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى.

(۷٤/۳، وكذا في الرد على الدر: ۳٦۹/۷، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض، وكذا في البدائع : ٤۱/۷،كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :۲۰۰/۲، مكتبة دار إحياء التراث، فتاوى حقانيه:۱۰۵/٦، ايضاح النوادر:۷۲)

شیئرز کی حقیقت

مسئلہ(۲۹۱): شیئرز کو اردو میں "حصے" سے اور عربی میں "سہم" سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہ درحقیقت کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈر (Shares holder) شیئرز خریدنے والے کی ملکیت کے تناسب کی نمائندگی کرتا ہے، مثلاً: اگر آپ کسی کمپنی کا شیئرز خریدیں تو وہ شیئرز سرٹیفکیٹ (Shares certificate) جو ایک کاغذ ہے، وہ اس کمپنی میں آپ کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، لہٰذا کمپنی کے جو اثاثے اور املاک ہیں شیئرز خریدنے کی وجہ سے آپ ان کے متناسب حصے کے مالک بن گئے۔ جب کمپنی وجود میں آتی ہے تو وہ بازار میں اپنے شیئرز فلوٹ (Floot) کرتی ہے، مثلاً کوئی آدمی ٹیکسٹائل (Textile) کی کمپنی قائم کرے، اور اس کے لئے اس کو دس ارب روپئے کی ضرورت ہے، تو وہ اعلان کرتا ہے کہ ہماری کمپنی ایک ایک ہزار کا شیئرز فلوٹ کررہی ہے، اس کے بعد اس کمپنی کے شیئرز مارکیٹ میں فروخت ہوتے ہیں، اب جو شخص ان کو خریدتا ہے وہ اس کمپنی کا شریک ہوجاتا ہے(۱)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": لقوله تعالى :﴿**وإن كثيراً من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض**﴾. (سورة صٓ:۲٤)

ما فی " **السنن لأبی داود** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه قال: إن الله تعالى يقول :" **أنا ثالث الشريكين ما لم يكن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهم**".(ص:٤٨٠، باب في الشركة)

ما فی " **الصحيح البخاری**": عن زهرة بن معبد أنه كان يخرج به جده عبد الله بن هشام إلى السوق فيشتري الطعام فيلقاه ابن عمر وابن الزبير، فيقولان له أشركنا، فإن النبي صلى الله عليه وسلم قد دعا لك بالبركة فيشركهم . (۱/۳٤٠، كتاب الشركة ، باب الشركة في الطعام)

ما فی " **فتح القدير**" : قوله : (الشركة جائزة) قيل مشروعيتها بالكتاب والسنة والمعقول ... .
....الشركة جائزة لأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث والناس يتعاملون بها فقررهم عليه وتعاملها الناس من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من غير نكيرمنكر.

(۱٤۳/٦، كتاب الشركة، رد المحتار: ٤٦٥/٦، كتاب الشركة، فقهی مقالات:۱/۱٤۲،۱٤۳)

چار شرطوں کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے

مسئلہ (۲۹۲): (۱)...... کمپنی حرام کاروبار میں ملوث نہ ہو، مثلاً وہ سودی بینک نہ ہو، سود اور قمار پر مبنی انشورنس کمپنی نہ ہو، شراب کا کاروبار کرنے والی کمپنی نہ ہو، یا ان کے علاوہ دوسرے حرام کام کرنے والی کمپنی نہ ہو، ایسی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں جائز نہیں، نہ ابتداءً جاری (Float) ہونے کے وقت لینا جائز ہے، اور نہ ہی بعد میں اسٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے۔

(۲)...... کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک سیال اثاثوں (Liquid Assets) یعنی نقد رقم کی شکل میں نہ ہوں، بلکہ اس کمپنی نے کچھ جامد اثاثے (Fixed Assets) حاصل کر لیے ہوں، مثلاً بلڈنگ بنالی ہو، یا زمین خرید لی ہو تو جائز ہے، اور اگر اثاثے سیال یعنی نقد رقم کی صورت میں ہوں تو اس کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلو (Face Value) سے کم یا زیادہ پر فروخت کرنا جائز نہیں، بلکہ برابر سرابر خریدنا ضروری ہے۔

(۳)...... حتی الامکان کمپنی سود میں ملوث نہ ہو، اور اگر ہو بھی تو صرف فاضل (Surplus) رقم بینک میں رکھتی ہو، اور اگر کمپنی فنڈ بڑھانے کے لئے رکھے تب تو بالکل ہی جائز نہیں(۱)، لیکن پہلی صورت

---

(۱) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾. [سورة البقرة:۲۷۸،۲۷۹]........... ﴿**الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطان من المس، ذلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربوا، وأحل الله البیع وحرم الربوا**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]

ما فی " **السنن الترمذی**" : " **الحلال بین والحرام بین وبین ذلک أمور مشتبهات لا یدري کثیر من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام فمن ترکها استبرأ لدینه وعرضه فقد سلم ومن واقع شیئاً منها یوشک أن یواقع الحرام کما أنه من یرعی حول الحمی یوشک أن یواقعه ألا وإن لکل ملک حمیً ألا وإن حمی الله محارمه**".(۱/۲۲۹، أبواب البیوع، باب ماجاء في ترک الشبهات) =

اس شرط کے ساتھ جائز ہے، کہ شیئرز ہولڈر کمپنی میں سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھائے، اگر چہ اس کی آواز صدا بصحرا ہی ثابت ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی اے، جی، ایم (Annual general meting)میں اپنی یہ بات رکھے۔

(۴)......جب منافع تقسیم (Dividend)ہوں تو وہ انکم اسٹیٹ مینٹ (Income statement)کے ذریعے معلوم کرے، کہ آمدنی کا کتنا حصہ ڈپازٹ سے حاصل ہوتا ہے، اور اتنے فیصد رقم کا صدقہ کردے(۱)۔

= ما فی " **الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(سورة المائدة:۲)

ما فی "**جواهر الفقه**": قال العلامة المفتي محمد شفيع رحمه الله : إن الإعانة على المعصية حرام مطلقاً بنص القرآن أعني قوله تعالى : ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾ ، وقوله تعالى : ﴿**فلن أكون ظهيراً للمجرمين**﴾، ولكن الإعانة حقيقة هي ما قامت المعصية بعين فعل المعين ولا يتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها أو تعينها في استعمال هذا الشيء بحيث لا يحتمل غير المعصية. (۴۴۷/۲)

ما فی " **التفسير المنير**": ﴿**وتعاونوا على البر**﴾ وهو كل خير أمر به الشرع أو نهى عنه من المنكرات أو اطمأن إليه القلب، ولا تتعاونوا على الإثم وهو الذنب .... **والمعصية** : وهي كل ما منعه الشرع ، أو حاك في الصدر وكرهت أن يطلع عليه الناس، ولا تتعاونوا على التعدي على حقوق غيركم ، والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها ، ومجاوزة حدود الله بالاعتداء على القوم ، واتقوا الله بفعل ما أمركم به واجتناب ما نهاكم (إن الله شديد العقاب) لمن عصى وخالف.

(۴۱۸/۷، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله)

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**" : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً والأحسن ديانة التنزه عنه.

(۳۰۱/۷، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً) =

نیز شیئرز دو مقصد سے خریدے جاتے ہیں:

۱/...... انوسٹمینٹ (Investment) یعنی کمپنی میں شریک ہوکر گھر بیٹھے منافع حاصل کرتے رہنا، یہ صورت مذکورہ چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۲/...... شیئرز کے خریدنے کی دوسری صورت کیپٹل گین (Capital Gain) کی ہوتی ہے، یعنی کمپنی کا شریک بننا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ لوگ اس کا اندازہ کرتے ہیں کہ کس کمپنی کے شیئرز کی قیمت میں اضافہ ہونے کا امکان ہے، چنانچہ اس کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں، اور پھر چند روز بعد جب قیمت بڑھ جاتی ہے تو ان کو فروخت کرکے نفع حاصل کرلیتے ہیں، اس طرح کی خرید وفروخت کے ذریعے نفع حاصل کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے، مذکورہ شرائط کی رعایت کے ساتھ یہ خرید وفروخت جائز ہے، لیکن اگر اس میں سٹہ بازی کی صورت پیدا ہوجائے، وہ اس طور پر کہ شیئرز پر قبضہ (Dellivery) کرنے سے پہلے ہی اسے فروخت کیا جائے تو یہ صورت بالکل حرام ہے، اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں (۱)۔

= ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح .

(۳۳۳/٤، الباب الثاني والعشرون في المضاربة بين أهل الإسلام وأهل الكفر)

(۱) ما فی " **الكتاب** " : لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾.(سورة المائدة: ۹۰)

ما فی " **نيل الأوطار للشوكانی** ": لقوله عليه السلام : " **الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثلٍ يداً بيد فمن زاد أو استزاد فقد أربى، الآخذ والمعطي فيه سواء** ".

(نيل الأوطار شرح للشوكاني:۲۰۲/۵، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت، فقهی مقالات:۱۴٤/۱)

باب الربوا

(سود کا بیان)

ہندوستانی مسلمانوں کا سود لینا

مسئلہ(۲۹۳): ہندوستان دارالامن والجمہوریہ ہے، اس لیے متفق علیہ طور پر مسلمانوں کے لئے یہاں سود لینا جائز نہیں۔(۱)

پیکنگ کریڈٹ کارڈ کے نام پر سودی قرض لینا

مسئلہ(۲۹۴): پیکنگ کریڈٹ کارڈ(Packing Credit card) کے نام پر، تاجر کا بینک سے سودی قرض حاصل کرنا شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": قال تعالى:﴿**وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:۲۷۵)

ما في "**مشكوٰة المصابيح**": عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **درهم ربوا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلثين زينةً** ".

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **الربوا سبعون جزءاً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (ص۲٤٥،۲٤٦، كتاب البيوع، الفصل الثالث)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": لو أجريت أحكام المسلمين، وأحكام أهل الشرك لا تكون دار الحرب. (۲۸۸/٦، باب المستأمن، ايضاح النوادر:۱۰۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى: ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾.[آل عمران: ۱۳۰] وقال أيضاً:﴿**أحل الله البيع وحرم الربوٰا**﴾. (سورة البقرة:۲۷۵)

ما في " **الصحيح المسلم**": عن جابر قال: "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**". (۲۷/۲) =

بل پرچیز میں مکمل سود کا دخل ہے

مسئلہ (**۲۹۵**): بی-پی(B-P) یعنی بل پر چیز(Bill purchase) کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایکسپورٹر کو کبھی پیشگی رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنے ارسال کردہ مال کے کاغذات بینک کے حوالہ کرکے ۷۰ یا ۷۵ فیصد تک مال کی قیمت بینک سے پیشگی وصول کرلیتا ہے اور جب امپورٹر کی طرف سے رقم آجاتی ہے، تو بینک اپنے ضابطہ کے مطابق فیصد شرح سود وصول کرکے بقیہ رقم ایکسپورٹر کو دیدیتا ہے، اس میں مکمل طور پر سود کا دخل ہے، لہذا شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا، اور جواز کے دائرے میں کسی بھی صورت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (حوالۂ سابق) (۱)

= قال النووي: وفيه تحريم على الإعانة على الباطل، والله أعلم .(شرح النووي على هامش المسلم)

ما فی "**موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة**": قوله: (وموكله) يعني: الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام. (۵۷۴/۷)

ما فی "**بدائع الصنائع**": وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**كل رباً في الجاهلية فهو موضوع تحت قدمي**". (۸۲/۷)

ما فی "**روح المعاني**": الربا في الأصل الزيادة، من قولهم : ربا الشيء يربو إذا زاد ....وفي الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال. اهـ. (۷۹/۳، مکتبہ زکریا)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ...... والشرط لغوٌ...... وفي الأشباه: كل قرض جر نفعاً حرام اهـ. (۳۹۵/۷،۳۹۴)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": لأن الشروط الفاسدة من باب الربا....... الربا هو الفضل الخال عن العوض .... وحقيقة الشرط الفاسدة هي زيادة ما لا يقتضيه العقد ولا يلائمه فيكون فيه فضل خال عن العوض هو الربا بعينه ... ملخصاً.اهـ. (۳۹۹/۷، ایضاح النوادر:۱۵۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) (تاويلات أهل السنة للماتريدي:۲۷۰/۲، ایضاح النوادر:۱۵۲)

بیع نہ ہونے کی صورت میں اِسار یعنی بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے

مسئلہ (۲۹۶): خریدار نے کسی چیز کا سودا کیا اور کچھ رقم پیشگی دی، اس کو ایڈوانس اور بیعانہ کہا جاتا ہے یہ جائز ہے، لیکن اگر بیع نہ ہو سکے تو بیعانہ کی رقم کا واپس کرنا لازم ہوگا، بائع کے لیے یہ رقم رکھ لینا اور واپس نہ کرنا شرعاً حرام ہے۔(۱)

بینک سے قرض لیکر گاڑی خریدنا

مسئلہ (۲۹۷): بینک کے قرض سے ٹرک، ٹریکٹر، بس یا کار وغیرہ خریدنا، مثلاً ایک شخص پچاس ہزار (50,000) روپئے میں کمپنی سے کوئی گاڑی خریدتا ہے، اور وہ رقم بینک از خود کمپنی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **إعلاء السنن** " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان ، قال مالك : وذلك فيما نرى ، والله تعالى أعلم ، يشتري الرجل العبد أو الوليدة أو يتكارى الدابة ، ثم يقول للذي اشترى منه أو تكارى منه : أعطيتك ديناراً أو درهماً أو أكثر من ذلك أو أقل على أني أخذت السلعة أو ركبت ما تكاريت منك ، فالذي أعطيتك من ثمن السلعة أو من كراء الدابة ، وإن تركت ابتياع السلعة أو كراء الدابة فما أعطيتك لك باطل بغير شيء .

(۱۹۷/۱٤، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيع العربان ، رقم الحديث :٤٦٧٢ ، الفقه الإسلامي وأدلته:٣٤٣٤/٥ ، بيع العربون ، الموسوعة الفقهية :٩٣/٩، ٩٤)

ما في " **حجة الله البالغة** " : ونهى عن بيع العربان أن يقدم إليه شيء من الثمن ، فإن اشترى حسب من الثمن وإلا فهو له مجاناً وفيه معنى الميسر .

(۱۹۱/۲، البيوع المنهي عنها ، بيوع فيها معن الميسر ، دارالمعرفة ، بيروت ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد :٢١٨/٣ ، كتاب البيوع ، الباب الرابع في بيوع الشروط والثنيا)

کوادا کرتا ہے، اور یہ شخص گاڑی کا مالک ہوجاتا ہے، مگر بینک خریدار سے اپنے ضابطے کے تحت قسط وار پچپن ہزار (55000) روپئے وصول کرتا ہے، تو شرعاً سود کی بنا پر یہ صورت ناجائز ہے(۱)۔

جواز کی صورت یہ ہے کہ بینک خریدار کے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیجے، اور کمپنی سے پچاس ہزار میں گاڑی خریدلے، پھر بینک کا فرستادہ بینک کے ضابطے کے تحت پچپن ہزار میں یہ گاڑی خریدار کے حوالے کرے، تو شرعاً یہ شکل بیعِ مرابحہ کے دائرہ میں داخل ہوکر جائز ہوگی، یا بینک اس خریدار کو اپنا وکیل بنائے جو بینک کی طرف سے پچاس ہزار میں خرید کر بینک کے حوالے کرے، پھر بینک اس گاڑی کو پچپن ہزار میں اس شخص کے ہاتھ فروخت کردے، اور یہ خریدار پچپن ہزار روپئے قسط وار بینک کوادا کرے تو شرعاً معاملہ کی یہ شکل بھی جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": عن علي مرفوعاً قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **كل قرض جر منفعة فهو ربا** ". (۱/۵۷٤، كتاب المساقات والمزارعة، اعلاء السنن: ١٤/ ٥٦٧، كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعته فهو ربا)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": المرابحة بيع بمثل الثمن الأول وزيادة ربح إلى أن جائز اهـ. (۳/۱٦٠)

(۲)ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": (المرابحة بيعما ملكه بما قام عليه وبفضل) ثم باعه مرابحة على تلك القيمة جاز ." درمختار" . أي بزيادة ربح على أن تلك القيمة التي قوم بها الموهوب........... بخلاف ما كان اشتراه بثمن فإنه يرابح على ثمنه لا على قيمته.(۷/۳٤۹،۳۵۰)

ما في " **بدائع الصنائع** ": أما تفسيره فقد ذكرناه في أول الكتاب وهو أنه بيع بمثل الثمن الأول مع زيادة، وأما شرائطه قيمتها ما ذكرنا ، وهو أن يكون الثمن الأول معلوماً للمشتري الثاني لأن المرابحة بيع الثمن الأول مع زيادة ربح، والعلم بالثمن الأول شرط صحة البياعات كلها . (۷/۱۷۳،۱۷٤، قضايا الفقه والفكر المعاصر للزحيلي:ص٢٥٦، ٢٥٧، إمداد الفتاوى :۳/۱۳۵،۱۳٦، ايضاح النوادر:۱۱۳)

انکم ٹیکس سے بچنے کے لیے فکس ڈپازٹ میں رقم جمع کروانا

مسئلہ(۲۹۸): انکم ٹیکس کی بچت کی غرض سے فکس ڈپازٹ میں رقم جمع کروانا جائز ہوگا، لیکن نیت صرف جمع کروانے کی ہو نہ کہ سود حاصل کرنے کی، ہاں مگر جو سود ملے اسے چھوڑنا نہیں چاہیے، بلکہ لے کر فقراء میں تقسیم کردے، یا انکم ٹیکس، کسٹم ٹیکس وغیرہ میں بھی دے سکتا ہے۔(۱)

ملٹی لیول مارکیٹنگ (M.L.M) کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۹۹): آج کل نیٹ ورک مارکیٹنگ یا ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi Level Mareketing) کے نام سے مشہور تجارتی شکلیں وجود پذیر ہوچکی ہیں، یہ اسلامی نقطۂ نظر سے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه.

(۳۰۱/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، الفتاوى الهندية: ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس)

ما فی "**بذل المجهود شرح السنن لأبي داود**": صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق فأما أن يكون كسبه بعقدٍ فاسد كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات، أو بغير عقد، كالسرقة والغصب والخيانة والغلول، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه من غير عقد ولم يملكه ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك .... وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقدٍ فاسدٍ، أو حصل له بغير عقد، ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۳۵۹/۱، كتاب الطهارة، رقم الباب: ۳۱، باب الوضوء، مكتبة دارالبشائر الإسلامية)

ناجائز ہے اس لیے کہ یہ قمار کے زمرے میں داخل ہے(۱)۔......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے(۲)۔......حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ اور بیعِ غرر سے منع فرمایا ہے(۳)۔...... علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المبسوط''میں ذکر فرمایا ہے کہ:''غرر اس معاملہ کو کہتے ہیں جس کا انجام پوشیدہ ہو''(۴)۔

قرض کی ادائیگی قرض ہی کے مثل ہوگی

مسئلہ(۳۰۰): اگر کسی شخص نے کسی سے ہزار روپئے قرض لیے اور بوقتِ ادائیگیٔ قرض ان ہزار روپئے کی مالیت کم ہوگئی تب بھی اس پر ہزار روپئے ہی لازم ہونگے۔مثلاً حامد نے محمود کو انڈین ایک ہزار روپئے قرض دئے اس وقت انڈین روپئے کی مالیت زیادہ تھی،مثلاً:انڈین پینتالیس(45)روپئے میں ایک امریکی ڈالر ملا کرتا تھا اور اب دس سال کے بعد محمود قرض ادا کرنا چاہتا ہے اس وقت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى : ﴿**إنما الخمر والميسر والأزلام والأنصاب رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾.(المائدة : ۹۰)

(۲) ما في " **السنن للترمذي** " : عن أبي هريرة قال :" **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة** ".(۱/۲۳۳)

(۳) ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن أبي هريرة قال :" **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر** " .(۲/۲)

(٤) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الغرر : ما يكون مستور العاقبة .(۱۲/۱۹٤، كتاب البيوع ، دارالمعرفة بيروت ، كتاب التعريفات للجرجاني :ص۱٦٤)

انڈین روپئے کی مالیت اتنی کم ہوگئی کہ نوے (90) روپئے میں ایک امریکی ڈالرمل رہا ہے، تومحمود پر ایک ہزارروپئے ہی لازم ہونگے نہ کہ دو ہزارروپئے، کیونکہ اس پر مثلیت ہی واجب ہےاوروہ ایک ہزارروپئے ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : عن سعيد بن جبير عن ابن عمر قال : " **كنت أبيع الإبل بالنقيع ، فأبيع بالدنانير وآخذ الدراهم وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير ، وآخذ هذه من هذه وأعطي هذه من هذه فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في بيت حفصة فقلت : يا رسول الله رويدك أسئلك إني أبيع الإبل بالنقيع بالدنانير وآخذ الدراهم وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير وآخذ هذه من هذه وأعطي هذه من هذه . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا بأس أن تأخذها بسعر يومها ما لم تفترقا وبينكما شيء** ". (۱/ ۲۲۵، السنن لابن ماجة : ص۱٦٤، السنن للنسائي: ۲/ ۱۹۵، إعلاء السنن: ١٤/ ۲۹۰، السنن لأبي داود : ۲/ ٤٧٦)

ما في " **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** " : فذهب أكثر أهل العلم إلى جوازه ، ومنع من ذلك أبو سلمة بن عبد الرحمن وابن شبرمة ، وكان ابن أبي ليلى يكره ذلك إلا بسعر يومه ولا يعتبر غيره السعر ، ولم يبالوا كان ذلك بأغلى أو أرخص من سعر اليوم. (۱۱/ ٤٧، مكتبة دار البشائر الإسلامية ، بيروت)

ما في " **رد المحتار والأشباه** " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض، لأن قبضه بنفسه على وجد التملك ولرب الدين على المديون مثله.

(٥/ ٦٧٥، الأشباه والنظائر: ۱/ ۲۲٥)

ما في " **بحوث في قضايا فقهية معاصرة لشيخ الإسلام المفتي محمد تقي العثماني** " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها .... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة، ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية. (ص ۱۷٤)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال. (٥/ ٣٦٦)

بل آف ایکسچینج اگر کمیشن پر ہو تو جائز نہیں

مسئلہ(۳۰۱): بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange) کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تاجر کوئی ایک سامان بیچتا ہے، اور مشتری کے نام بل بھیج دیتا ہے، کہ آپ کے نام اتنے پیسے واجب ہوگئے، مشتری اس پر دستخط کردیتا ہے کہ ہاں میں نے یہ سامان خریدا ہے، اور یہ رقم میرے ذمہ واجب ہوگئی، میں تین مہینے بعد تمہیں رقم دوں گا، بائع اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے، پھر اگر بائع یہ چاہتا ہے کہ یہ رقم جلد مل جائے تو وہ تیسرے کے پاس جاکر کہتا ہے، یہ بل تم لے لو اور رقم مجھے فی الفور دیدو، اور اس بل کے سہارے تم تین مہینے بعد یہ رقم فلاں آدمی سے لے لینا، تو اگر اس صورت میں کمیشن کی شرط نہ لگائی جائے اور پوری رقم دیدی جائے، تو جائز ہے، اور اگر کمیشن کاٹے، مثلاً سو روپئے کا بل ہے تو یہ پچانوے 95/ روپئے دیدے، اور خود بعد میں سو/ 100 وصول کرے تو شرعاً یہ جائز نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**" : لقوله تعالى : ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾. [سورة البقرة:۲۷۵]..........

وقوله تعالى :﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا الله لعلكم تفلحون**﴾.[آل عمران:۱۳۰]..........﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين**﴾.[سورة البقرة:۲۷۸]

ما في "**الصحيح المسلم**" : عن جابر قال : "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**" .

(الصحيح لمسلم :۲۷/۲، السنن لإبن ماجة :۱۶۵/۱، باب التغليظ في الربا ، السنن لأبي داود: ۴۷۳/۲، كتاب البيوع ، الصحيح البخاري :۲۸۰/۱،كتاب البيوع)

دوکاندار سے زبردستی قیمت کم کرانا

مسئلہ (۳۰۲): آج کل رواج ہے کہ زبردستی دوکاندار سے پیسے کم کروائے جاتے ہیں، اور مشتری بائع کو اتنا تنگ کردیتا ہے کہ اس کے پاس قیمت کم کرے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں رہتا، وہ بے چارہ سوچتا ہے کہ چلو بھائی اس وبال کو دور کرو، چاہے پیسوں کا نقصان ہی کیوں نہ ہوجائے، یہ کہہ کر اگر دکاندار مال دیدے تو وہ چیز مشتری کیلئے حلال نہ ہوگی، اس لئے کہ مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر زبردستی لینا یا کم کرانا حلال نہیں، لہذا دام کم کرانے کے لئے زیادہ اصرار کرنا مومن کی شان نہیں۔(۱)

بینک کی کروڑ پتی اسکیم

مسئلہ(۳۰۳): آج کل اخباروں میں کروڑ پتی اسکیم کا بڑا زور ہے، یعنی بینک یہ اعلان کرتی ہے، کہ جس کے نام پر یہ قرعہ نکلے گا ہم اسے ایک کروڑ روپیہ دیں گے، یعنی آدمی راتوں رات کروڑ پتی بن جائیگا، اصلاً اس صورت میں ہوتا یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے پیسہ رکھوایا، ان سب کے اوپر سود لگایا گیا، لیکن بجائے اس کے کہ یہ سودی رقم ہر ایک کو دی جائے، ایک شخص ہی کو بذریعہ قرعہ اندازی دیدی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**﴾.

(سورة النساء:۲۹)

ما في "**التمهيد**": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **لا ضرر ولا ضرار في الإسلام**".

(۲۸۴/٤، كتاب البيوع، مجمع الزوائد:٤/۱۳۹، باب لا ضرر ولا ضرار)

ما في " **الحديث**": لقوله عليه السلام :" **لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا عن طيب نفس منه**".

(سنن الدار قطني:۳/۲۲، كتاب البيوع، شعب الإيمان للبيهقي:٤/۳۸۷، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، مجمع الزوائد :٤/۲۱۹، كتاب البيوع ، التمهيد :٤/۲۸۱)

جاتی ہے،تو گویا مجموعی مقرضین کے ساتھ انعام کا معاہدہ ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ تمہیں انعام دیا جائیگا، جب کہ انعام کے نام پر دی جانے والی یہ رقم انعام نہیں بلکہ سود ہے، جو بذریعہ قمار لوگوں کو دیا جاتا ہے،اورسود وقمار دونوں شرعاً ناجائز وحرام ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالیٰ: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. [آل عمران: ۱۳۰]............﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾. [سورة البقرة: ۲۷۸،۲۷۹]............ ﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس**﴾. [سورة البقرة:۲۷۵]............ ﴿**يمحق الله الربوا ويربي الصدقات**﴾. [سورة البقرة:۲۷۶]

ما في "**الحديث**": عن جابر قال : "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**". (الصحيح لمسلم :۲/۲۷، السنن لإبن ماجة :۱/۱۶۵، باب التغليظ في الربا، السنن لأبي داود: ۲/۴۷۳، كتاب البيوع ، صحيح البخاري :۱/۲۸۰، كتاب البيوع)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح**" : عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**درهم رباً يأكله الرجل وهو يعلم؛ أشد من ستة وثلاثين زنية**". رواه أحمد والدارقطني.

وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباس وزاد: وقال:" **من نبت لحمه من السحت فالنار أولىٰ به**"................ وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **الربا سبعون جزءً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (۲/۸۵۹، رقم الحديث :۲۸۲۵-۲۸۲۶، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في "**الكتاب**" : لقوله تعالى :﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾. (سورة المائدة: ۹۰)

ما في "**الحديث**": عن عبدالله بن عمرو قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**إن الله حرم على أمتي الخمر والميسر**". (المسند لأحمد :۶/۱۱۷، ۱۱۸، رقم الحديث : ۶۵۴۷، =

بینک کی جانب سے بانڈ کے نام پر زائد رقم لینا

مسئلہ(۳۰٤): بعض اوقات حکومت عوام سے قرض لیتی ہے، اوراس کی توثیق کے لیے مقرِض کوایک تحریر دی جاتی ہے، جسے بونڈ کہا جاتا ہے، جب مقرِض اپنا قرض واپس لیتا ہے تو حکومت اسے انعام کے نام سے کچھ زائد رقم دیتی ہے، یہ بھی سود ہی ہے، گرچہ اس صورت میں حکومت کی جانب سے اس کی صراحت نہیں ہوتی، کہ ہم آپ کو اس قرض پر کچھ نفع دیں گے، لیکن اس پر عمل ضرور ہوتا ہے، لہذا " **المعروف کالمشروط**" کے تحت داخل ہوکر اس کی حرمت ثابت ہوگی۔(۱)

= مکتبة دار الحديث قاهرة ، السنن لأبي داود:۵۱۹/۲، باب ما جاء في السكر)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص**": وأما الميسر فقد روي عن علي أنه قال: " **الشطرنج من الميسر، وقال عثمان وجماعة من الصحابة والتابعين : النرد ، وقال قوم من أهل العلم القمار كله من الميسر**".(۵۸۲/۲)

نوٹ: " **النرد** " کھجور کے پتوں سے بنا ہوا تھیلا، جس کا نچلا حصہ چوڑا ہوتا ہے، ایک قسم کا کھیل جس کو اردشیر بن بابک شاہِ ایران نے ایجاد کیا تھا۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا الله لعلكم تفلحون**﴾. [آل عمران: ۱۳۰] .... ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵] .... ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]

ما في "**الحديث**": وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **الربا سبعون جزءً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (مشكوٰة المصابيح :۸۵۹/۲ ، رقم الحديث : ۲۸۲۵۔۲۸۲۶، كتاب البيوع ، باب الربا، السنن لإبن ماجه:۱۶٤/۱، باب التغليظ في الربا) =

گروی رکھی گئی چیزوں سے فائدہ اٹھانا حرام ہے

مسئلہ(۳۰۵): زمین، دوکان، یاباغ اگر کوئی شخص کسی سے گروی رکھ کر قرض لے تو ایسا کرنا صحیح ہے، مگر جس کے پاس چیزیں گروی رکھی گئیں، اس کے لئے ان سے انتفاع جائز نہیں، مثلاً: مکان ہو تو اس کا اس میں رہنا یا کسی کو کرائے پر دینا، زمین ہو تو پیداوار سے فائدہ اٹھانا، باغ ہو تو پھل وغیرہ کھانا یا فروخت کرنا، یہ سب امور ناجائز اور حرام ہونگے۔(۱)

= ما في "**الحديث**": عن جابر قال: " **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**".

(الصحيح لمسلم:۲/۲۷، السنن لإبن ماجة:۱/۱۶۵، باب التغليظ في الربا، الصحيح البخاري: ۱/۲۸۰، كتاب البيوع، سنن أبي داود:۲/۴۷۳، كتاب البيوع، باب في آكل الربا وموكله، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/۲۷۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": (وقيل: لا يحل للمرتهن لأنه رباً). "درمختار". قال الشامي: قال في المنح: وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً. (۱۰/۸۲،۸۳، كتاب الرهن)

ما فی "**بداية المجتهد**": والجمهور على أن ليس للمرتهن أن ينتفع بشيء من الرهن.(۴/۷۰)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": قال في الجواهر: رجل رهن داراً وأباح السكنى للمرتهن فوقع بسكناه خلل وخرب .... ثم نقل عن التهذيب أنه يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن، قال المصنف: وعليه يحمل ماء عن محمد بن أسلم من أنه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالإذن لأنه رباً، قلت: تحليله يفيد أنها تحريمة فتأمله.

(۱۰/۱۴۸، فتاوى حقانيه:۶/۲۲۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/۱۶۷)

ہاؤس فائنانسنگ کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۰۶): بڑے بڑے ملکوں اور شہروں میں سودی کمپنیاں لوگوں کو مکان بنانے کے لئے جو قرض دیتی ہیں، اس کو ہاؤس فائنانسنگ کہا جاتا ہے، چوں کہ یہ تمام معاملات میں سود کا پورا پورا دخل ہوتا ہے، اس لئے شرعی اعتبار سے ایسا معاملہ جائز نہیں، بلکہ حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی : ﴿**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. [آل عمران: ۱۳۰]..........﴿**یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.[سورة البقرة: ۲۷۸،۲۷۹]..........﴿**الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطان من المس**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]..........﴿**یمحق الله الربوا ویربي الصدقات**﴾.[سورة البقرة:۲۷٦]

ما فی " **الحدیث**": عن جابر قال : " **لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال: هم سواء**".

(الصحیح لمسلم :۲۷/۲، السنن لإبن ماجة:۱٦۵/۱، باب التغلیظ في الربا ، السنن لأبي داود: ۴۷۳/۲، کتاب البیوع ، صحیح البخاري:۲۸۰/۱،کتاب البیوع)

ما فی " **الحدیث**": عن علي مرفوعاً قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:" **کل قرض جر نفعاً فهو رباً**".

(تکملة فتح الملهم :۵۷٤/۱، کتاب المساقات والمزارعة ، اعلاء السنن:۵٦۷/۱٤،کتاب الحوالة، باب کل قرض جر منفعة فهو رباً)

ما في " **السنن لإبن ماجة**": عن أبي هریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :" **أتیت لیلةً أسری علی قومٍ بطونهم کالبیوت فیها الحیات تری من خارج بطونهم فقلت: من هؤلاء یا جبریل؟ قال: هؤلاء أکلة الربا**". (۱٦٤/۲، باب التغلیظ في الربا، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۵۹/٦)

فارن ایکسچینج

مسئلہ(۳۰۷): فارن ایکسچینج بیرر سرٹیفکٹ کی حقیقت یہ ہوتی ہے، کہ جولوگ بیرونِ ہند ملازمت کرتے ہیں، وہ اگرزرمبادلہ ہندوستان لے آئیں، تو حکومت کا قانون یہ ہے کہ وہ بیرونی زر مبادلہ اسٹیٹ بینک میں جمع کرائیں، اور اس کے بدلے حکومت کے طے کردہ نرخ کے مطابق ہندوستانی روپیہ وصول کریں۔

اس سرٹیفیکٹ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسے دکھا کر کسی بھی ملک کی کرنسی تبادلے کے دن کی قیمت کے اعتبار سے وصول کی جاسکتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس سرٹیفکٹ کو ایک مدتِ مخصوص تک اپنے پاس رکھے تو وہ کچھ فیصد نفع کے ساتھ ہندوستانی روپیہ میں اسے بھنا سکتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مدتِ مخصوصہ گزرنے پر یا اس سے پہلے کسی بھی وقت وہ اس کو بازارِ حصص میں ہی جس قیمت پر چاہے فروخت کرسکتا ہے، چونکہ اس سرٹیفکٹ کی وجہ سے اس کے حامل کو زرمبادلہ حاصل کرنے کا حق مل جاتا ہے، اس لئے عموماً بازارِ حصص میں لوگ اسے زیادہ قیمت میں خریدتے ہیں، مثلاً: ۱۰۰/روپئے کا سرٹیفکٹ ،۱۱۰/روپئے میں بک سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سرٹیفکٹ حکومت کے ذمہ دین کا وثیقہ ہے، اب خود حکومت مدتِ مخصوصہ کے بعد اس ۱۰۰/روپئے کے وثیقہ کو ،۱۱۰/روپئے میں لیتی ہے، تو گویا وہ دین پر دس فیصد زیادتی ادا کررہی ہے جو شرعاً واضح طور پر سود ہے۔

اور اگر اس سرٹیفکٹ کا حامل یہ وثیقۂ دین بازارِ حصص میں اس کی اصل قیمت سے زائد پر فروخت کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنا دین زیادہ قیمت پر دوسرے کو فروخت کررہا ہے، اور یہ معاملہ بھی سودی ہونیکی وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔(۱)

---

(۱) ما فی ''**الکتاب**'': لقوله تعالی:﴿**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾.

[آل عمران: ۱۳۰]..........ولقوله تعالیٰ : ﴿**أحل الله البیع وحرم الربوا**﴾. [سورة البقرة:۲۷۵]

ما فی '' **الحدیث**'': عن فضالة بن عبید صاحب النبي صلی الله علیه وسلم أنه قال: '' **کل قرض جر** =

بینک ڈپازٹس کی اقسام اور ان کا حکم شرعی

مسئلہ(۳۰۸): بینک ڈیپازٹس سے مراد وہ رقم ہے جو کوئی شخص کسی مالیاتی ادارے میں بطور امانت رکھوائے ،اس کی چند صورتیں ہیں: ا-......کرنٹ اکاؤنٹ(Curent Account)یعنی جاری کھاتہ، بالفاظِ دیگر غیر سودی کھاتہ،اس اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے والے شخص کی یہ شرط ہوتی ہے کہ جب وہ چاہے گا اپنی رقم بینک سے نکلوالے گا، چنانچہ کھاتہ دار(Account Holder)کومکمل اختیار ہوتا ہے، کہ وہ جب چاہے اور جتنی چاہے اپنی رقم بینک سے نکلوالے،اور بینک اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اس کے مطالبہ کرنے پر فی الفور رقم واپس کردے، برخلاف اکاؤنٹ ہولڈر کے، کہ وہ اس بات کا پابند نہیں ہوتا

= **منفعة فهو وجه من وجوه الربا**". (اعلاء السنن :۱۴/ ۵۰۱،کتاب الحوالة ، تكملة فتح الملهم :۱/ ۵۷۵، کتاب المساقات والمزارعة ، وكذا في فيض القدير :۹/ ۴۴۸۷، رقم الحديث : ۶۳۳۶، وكذا في الجامع الصغير للسيوطي :ص ۳۹۴ عن علي، رقم الحديث : ۶۳۳۶)

ما فی " **اعلاء السنن**": عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً: "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**"......وكل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام. (۱۴/ ۵۶۶)

ما فی " **السنن لأبی داود**": عن جابر قال: **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه.** (۲/ ۲۱۷، صحيح مسلم:۲/ ۲۷، مشكوٰة المصابيح:۱/ ۲۴۴)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح**": عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**درهم رباً يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية** ".رواه أحمد والدارقطني.

وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباس قال: "**من نبت لحمة من السحت فالنار أولىٰ به**".

(۱/ ۲۴۶، باب الربا)

ما في " **تكملة فتح الملهم** " : وإن هذه الأحاديث تبين علة حرمة الربا، فالحكم يدار عليها، وتكون كل زيادة على القرض رباً، سواء اتضح لنا وجه الظلم فيها أو لم يتضح. (۱/ ۵۷۵)

کہ بینک سے رقم نکلوانے سے پہلے بینک کو پیشگی اطلاع دے، اس قسم کے اکاؤنٹ ہولڈر کو بینک کوئی نفع یا سود نہیں دیتا، بلکہ بعض ممالک میں تو یہ طریقہ رائج ہے کہ بینک الٹا اکاؤنٹ ہولڈر سے اپنی خدمات کے بدلہ میں فیس کا مطالبہ کرتا ہے، البتہ اس کاؤنٹ میں رکھی گئی رقم کو علیحدہ نہیں رکھا جاتا، بلکہ دوسری رقموں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، اور بینک کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس اکاؤنٹ میں رکھی گئی رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کرے، لہٰذا اس کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں، کیونکہ اگرچہ اس میں سود لینے کا گناہ نہیں، مگر تعاون علی الاِثم کا گناہ ضرور ہے(۱)۔ اس لیے بلا ضرورت اس اکاؤنٹ میں بھی اپنا روپیہ جمع نہ کرے۔

۲-......فکسڈ ڈیپازٹس (Fixed Deposites) یہ وہ رقم ہوتی ہے جو کسی معینہ مدت تک کیلئے بینک میں رکھوائی جاتی ہے، اور رقم رکھوانے والے شخص کو اس مدتِ معینہ سے پہلے رقم نکلوانے کا اختیار نہیں ہوتا، اور عام حالات میں یہ مدت پندرہ دن سے ایک سال تک کے درمیان ہوتی ہے، بینک یہ رقم سرمایہ کاری میں استعمال کرتا ہے، اور رقم رکھوانے والے حضرات کو مارکیٹ کے حالات کے مطابق مختلف ٹرم کے اعتبار سے سود ادا کرتا ہے، لہٰذا اس اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں۔(۲)

۳-......سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account) یعنی بچت کا کھاتہ، اس اکاؤنٹ میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے، اس کی کوئی مدتِ مقررہ نہیں ہوتی، لیکن اکاؤنٹ ہولڈر قواعد وضوابط کے تحت ہی رقم نکلوا سکتا ہے، چنانچہ وہ ایک ہی مرتبہ میں تمام رقم نکلوانے کا اختیار نہیں رکھتا، بلکہ بینک اس کے لئے ایک مقدار مقرر کرتا ہے، کہ ایک دن میں بھی اتنی مقدار تک رقم نکلوانے کا اختیار ہے، بعض

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله، إن الله شديد العقاب**﴾. (سورة المائدة:۲)

اوقات بڑی رقم نکلوانے کے لئے بینک کو پیشگی اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے، اس اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم ایک طرح سے فکس ڈیپازٹس کی طرح ہوتی ہے، کہ تمام رقم ایک مرتبہ میں نہیں نکالی جاسکتی، اور بینک اس اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم پر کچھ منافع بھی دیتا ہے، البتہ فکس ڈیپازٹس کے مقابلے میں اس کا نفع کم ہوتا ہے، لہذا اس اکاؤنٹ میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں۔ (۳)

۴-......لاکرز (Lockers) اس کو عربی زبان میں " **خزانات المقفولة** " (بند تجوری) کہا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص بینک کے اندر کسی مخصوص تجوری کو کرایہ پر لیتا ہے، اور اس تجوری میں وہ خود اپنی رقم رکھتا ہے، اس رقم سے بینک کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ بینک کے ملازمین کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس نے تجوری کے اندر کیا رکھا ہے، عام طور پر لوگ اس تجوری میں سونا، چاندی، قیمتی پتھر اور دستاویزات وغیرہ رکھتے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ شخص لاکرز کو بینک سے کرایہ پر حاصل کرتا ہے، اور دونوں کے درمیان کرایہ داری کا معاملہ طے ہوتا ہے، اور کرایہ داری کے معاہدے کے بعد وہ

(۳/۲) ما في " **الكتاب** " : لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾. [سورة البقرة:۲۷۷]............ ﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلک بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربوا، وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(سورة البقرة:۲۷۵)

ما فى " **السنن لإبن ماجة** ": عن عبد الله بن مسعود أن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم " **لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه** ". (۱/۱۶۵، سنن أبي داود:ص۴۷۳، كتاب البيوع، باب اكل الربا)

ما فى "**مشكوٰة المصابيح**": عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**الربوا سبعون جرءً أيسرها أن ينكح الرجل أمه** ". (ص: ۲۷۶، باب الربوا)

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **أتيت ليلة أسرى بي على قوم وأيضاً: بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم، فقلت : من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربوا** ". رواه أحمد وابن ماجة. (مشكوة المصابيح:ص۲۴۶، باب الربوا)

لاکرز بینک کے پاس بھی بطورِ امانت کے موجود رہتا ہے، لہٰذا اس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔(۱)

قسم اول:...... کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا جائز نہیں، کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے کا گناہ نہیں ہے، مگر تعاون علی الاِثم کا گناہ ضرور ہے۔

قسم دوم اور قسم سوم:...... یعنی فکس ڈیپازٹس اور سیونگ اکاؤنٹ، ان میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں رقوم جمع کروانے والوں کو بینک کی طرف سے سود ملتا ہے جو حرام ہے۔

چوتھی قسم:...... لاکرز، جس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔

رفاہی اداروں کی رقم سرکاری بینک میں رکھنا

مسئلہ(۳۰۹): رفاہی اداروں کی رقم بغرضِ حفاظت سرکاری بینک میں رکھنا بہرحال جائز ہے، لیکن فکس ڈپازٹ کھاتے میں رکھنا، اور جمع شدہ رقم سے زائد رقم حاصل کرکے ادارے میں خرچ کرنا قطعی حرام اور ناجائز ہے، کیوں کہ اس کھاتے میں رقم رکھنے کا مقصد ہی سود حاصل کرنا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) ما فی " **الکتاب**" : لقوله تعالی : ﴿**إن الله یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أهلها وإذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل، إن الله نعما یعظکم به ، إن الله کان سمیعاً بصیراً**﴾. (سورة النساء :۵۸)

ما فی " **التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج** ": وأداء الأمانات واجب ، ولا سیما عند طلبها من صاحبها، ومن لم یؤدها في الدنیا أخذ منه ذلك یوم القیامة ، کما ثبت في الحدیث الصحیح أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فیمارواه أحمد والبخاري في الأدب ، ومسلم والترمذي عن أبي هریرة : " **لتؤدن الحقوق إلی أهلها ، حتی یقتص للشاة الجماء من القرناء** "........ وإذا هلکت الأمانة أو ضاعت أو سرقت ، فإن کان ذلك بتعد أو تقصیر أو إهمال ضمنت ، وإلا فلا تضمن. (۱۳۰/۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی : ﴿**الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه** =

فیوچر مارکیٹنگ کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۱۰): آج کل بازاروں میں تجارت کی ایک خاص قسم رائج ہے، جس کو فیوچر مارکیٹنگ(Futur Marcketing) کہا جاتا ہے، یعنی مستقبل کی تاریخ پر خرید وفروخت، اس کا آغاز ۱۸۴۸ء میں شیکا گو(Chicago) میں ہوا، اس کے لئے مستقل ایک منڈی شکا گو بورڈ آف ٹریڈ(Chicago Board of trade) کے نام سے قائم کی گئی۔

جاپان کا کہنا ہے کہ یہ تجارتی صورت ۱۸۴۷ء سے ایک صدی پہلے ہی جاپان میں رائج ہوچکی تھی، بہر حال برائی اور گناہ کی بنیاد ڈالنے پر جاپان اور شکا گو دوڑ میں لگے ہوئے ہیں (اللہ حفاظت فرمائے)۔

اب رہی یہ بات کہ اس کی صورت کیا ہوتی ہے، تو ''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانکا'' میں لکھا ہے، کہ یہ وہ عقدِ تجارت ہے جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے، بہر حال اس میں ایک چیز پر دسیوں نہیں بلکہ کئی بیوع بغیر ایک دوسرے کے قبضہ کے ہوتی ہیں، لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے یہ قطعاً حرام ہے، اس کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔(۱)

= **الشیطان من المس ذلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربوا وأحل الله البیع وحرم الربوا﴾**.

(سورة البقرة:۲۷۵)

ما فی " **التفسیر الکبیر للإمام الرازی**": أما ربا النسیئة فهو الأمر الذي كان مشهوراً متعارفاً في الجاهلية ، وذلك أنهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهر قدراً معيناً ويكون رأس المال باقياً ثم إذا أحل الدين طالبوا المديون برأس المال، فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل، فهذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به. (۷۲/۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحیح المسلم** ": عن حکیم بن حزام قال: "**نهاني رسول الله صلی الله علیه وسلم أن أبیع ما لیس عندي**". =

بینک ملازم کا مکان خریدنا

مسئلہ (**۳۱۱**): بینک ملازم اگر اپنا مکان فروخت کررہا ہو، اوراس کی تعمیر میں اکثر رقم

= عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **من اشترى طعاماً فلا يبيعه حتى يستوفيه ويقبضه**". (۵/۲)

ما فی " **السنن الترمذی**": عن عمرو بن شعيب قال: حدثني أبي عن أبيه حتى ذكر عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **لا يحل سلف وبيع ، ولا شرطان في بيع، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندک**".(ص: ۲۳۳، ابواب البیوع، باب ما جاء فی کراهية بيع ما ليس عنده)

ما فی " **تحفة الأحوذی**": وقيل: هو أن يقرضه قرضاً ، ويبيع منه شيئاً بأكثر من قيمته ، فإنه حرام، لأن قرضه رَوَّجَ متاعه بهذا الثمن، وكل قرض جر نفعاً فهو حرام .... " **ولا ربح ما لم يضمن**" يريد به: الربح الحاصل من بيع اشتراه قبل أن يقبضه، وينتقل من ضمان البائع إلى ضمانه فإن بيعه فاسد، وفي " **شرح السنة**": قيل: معناه إلى الربح في كل شيء إنما يحل أن لو كان الخسران عليه، فإن لم يكن الخسران عليه كالبيع قبل القبض إذا تَلِفَ فإن ضمانه على البائع، ولا يحل للمشتري أن يسترد منافعه التي انتفع بها البائع قبل القبض، لأن المبيع لم يدخل بالقبض في ضمان المشتري فلا يحل له ربح المبيع قبل القبض. (۴۹۳/۴)

ما فی " **الفقه على مذاهب الأربعة**": الحنفية قالوا : من البيع الفاسد بيع الأعيان المنقولة قبل قبضها سواء باعها لمن اشتراها منه أو لغيره، فإذا اشترى حيواناً أو قطناً أو ثياباً أو نحو ذلك ثم باعها لمن اشتراها منه أو لغيره كان البيع الثاني فاسداً .... ومن ذلك بيع " الكنتراتات،، المعروف في زماننا إذا وقع في الأعيان المنقولة كأن يشتري القطن ثم يبيعه قبل قبضه لمن اشتراها منه أو لغيره، سواء كان بثمنه أو بأقل منه فإنه فاسد، أما بيع الأعيان غير المنقولة قبل قبضها كبيع الأرض والضياع والنخيل والدور ونحو ذلك من الأشياء الثابتة التي لا يخشى هلاكها فإنه يصح ، وقال محمد : لا يصح ، فإذا كانت مهددة بالزوال كالأرض التي على شاطىء البحر، ويخشى أن يطغى عليها كان حكمها كالمنقول.

(۲۰۰/۲)

حرام کی ہوتو اس مکان کو خریدنا جائز نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": قوله : (الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك ....قوله: (ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسيئاً لأنه ملكه بكسب خبيث. (۳۰۰/۷،كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

وما فيه أيضاً: قوله : (الحرمة تتعددالخ) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين ، سألت عنه الشهاب بن الشلبي فقال : هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً: يأخذ من أحد شيئاً من المسك ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام .(۳۰۱/۷،كتاب البيوع، باب البيع الفاسد)

بیمہ (انشورنس) کے احکام

بیمہ کی حقیقت

بیمہ انگریزی لفظ انشور (Insure) کا ترجمہ ہے، جس کے معنی یقین دہانی کے آتے ہیں، عربی زبان میں بیمہ کے لئے ''تامین'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ بیمہ کے ذریعہ انسان اپنے کو مستقبل کے بعض خطرات وحوادث اور نقصانات سے مامون ومحفوظ کر لیتا ہے، اس لئے اسے تامین کہتے ہیں۔

بیمہ کا مفہوم

بیمہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو مستقبل میں جو خطرات درپیش ہوتے ہیں، کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لیتا ہے کہ فلاں قسم کے خطرات وحوادث کے مالی اثرات ونقصانات کی میں تلافی وتدارک کروں گا، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی (Insured) بیمہ دار (Insurer) سے ایک متعین رقم (حسبِ شرائط) قسط وار وصول کرتی رہتی ہے، اور ایک متعین مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے ورثاء کو واپس کر دیتی ہے، اور اصل رقم کے ساتھ مقررہ شرحِ فیصد کے حساب سے کچھ مزید رقم بطورِ سود دیتی ہے، جسے وہ بونس (منافع) کہتے ہیں، جس کا آغاز قرونِ وسطیٰ میں تقریباً ۱۶۹۸ء میں لویڈز نامی لندن کے ایک مشہور قہوہ خانہ میں ہوا، اور وہیں ایک کمپنی قائم ہوئی جو اس وقت دولت کے بازاروں میں کافی شہرت رکھتی ہے۔

بیمہ کی اقسام

بیمہ کی تین قسمیں ہیں: (۱)...... تامین الحیاۃ (زندگی کا بیمہ)۔ (۲)...... تامین الأشیاء (املاک کا بیمہ)۔ (۳)...... تامین المسؤلیت (ذمہ داری کا بیمہ)

۱-......تامین الحیاۃ : ......جس کو (Life insurance) یعنی زندگی کا بیمہ کہتے ہیں ، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعہ بیمہ دار کا طبی معائنہ کراتی ہے، اور ڈاکٹر اس کی جسمانی حالت دیکھ کر اندازہ کرتا ہے، کہ یہ شخص اتنے سال مثلاً دس سال زندہ رہ سکتا ہے، تو ڈاکٹر کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق کمپنی اس کا دس سال کا بیمۂ حیات مقرر کرتی ہے، اس کے بعد بیمہ کمپنی اور بیمہ دار کے مابین ایک رقم مقرر ہوتی ہے، جو بیمہ دار کمپنی کو قسط وار ادا کرتا ہے، مثلاً: ہر ماہ سو روپئے قسط متعین ومقرر ہے تو سالانہ بارہ سو روپئے بن گئے، اور دس سال میں بارہ ہزار روپئے جمع ہوگئے، اب اگر مدتِ مذکورہ سے پہلے بیمہ دار کا انتقال ہوگیا خواہ طبعی موت سے یا کسی حادثہ وغیرہ سے ہو، تو بیمہ کمپنی اصل رقم اس کے ورثاء کو حسبِ شرائط کچھ زائد رقم کے ساتھ واپس کرے گی، اور اگر مدتِ مذکورہ کے بعد انتقال ہو تو اصل رقم مع سود ورثاء کو واپس دے گی، البتہ پہلی صورت میں شرحِ منافع زائد ہوتے ہیں، اور دوسری صورت میں شرحِ منافع کم ہوتا ہے۔

۲-......تامین الأشیاء:......جس کو (Good insurance) اشیاء واملاک کا بیمہ کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سامان مثلاً: گاڑی، موٹر سائیکل، عمارت، کار، اور بحری جہاز وغیرہ کا بیمہ کروانا چاہتا ہے، تو وہ متعین شرح سے بیمہ کمپنی کو فیس ادا کرتا ہے، جس کو پریمیم (Premium) کہتے ہیں، اور اس سامان کو حادثہ لاحق ہونے کی صورت میں کمپنی اس کی مالی تلافی وتدارک کر دیتی ہے، اور اگر اس سامان کو کوئی حادثہ لاحق نہ ہوا ہو، تو ایسی صورت میں بیمہ دار نے جو پریمیم (Premium) ادا کیا ہے، وہ واپس نہیں ملتا ہے۔

۳-......تامین المسؤلیت:...... جس کو تھرڈ پارٹی انشورنس (Thirdparty insurance) یعنی بیمۂ ذمہ داری کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ دار بیمہ کمپنی کو قسط وار رقم ادا کرتا ہے، اور دونوں کے مابین یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ اگر بیمہ دار کی ذات یا گاڑی وغیرہ سے، کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچے، اور اس کا تاوان بیمہ دار کے ذمہ لازم ہو، تو کمپنی اس تاوان کو ادا کرے گی۔

بیمہ کی مذکورہ اقسام کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۳۱۲): تامین الحیاۃ (Life insurance) تامین الأشیاء (Good insurance) اورتامین المسؤلیت (Third party insurance) ان تینوں اقسام کو کمرشیل انشورنش (Commercial insurance) کہتے ہیں، چونکہ ان سب میں سود(۱) اور جوا(۲) پایا جاتا ہے، جوشرعاً ناجائز اور حرام ہیں، اس لیے یہ بھی ناجائز اور حرام ہوں گے، البتہ اگر کسی مقام کے حالات ایسے خراب ہوجائیں کہ جان ومال کا تحفظ اس بیمہ کے بغیر متعذر اور مشکل ہوجائے، یا قانوناً وجبراً لازم ہو، مثلاً: کار، گاڑی، اور موٹر سائیکل وغیرہ بغیر انشورنس کے آپ خرید نہیں سکتے، یا سڑک پر

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾. [البقرة:۲۷۵]..........﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾.(آل عمران:۱۳)

ما فی "**السنن لإبن ماجة**": عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال: "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه**".(۱/۱٦٥، سنن أبي داود:۲/۳۷٤، با ب في اكل الربوا)

ما فی "**السنن الكبرى للبيهقى**": عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً: "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**".

(۵/۵۷۱، تكملة فتح الملهم:۱/۵۷٤)

ما فی " **بدائع الصنائع**": وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة، على أن يرد عليه صحاحاً، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قرض جر نفعاً، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب.

(۱۰/۵۹۷،۵۹۸، كتاب القرض)

(۲) ما فی " **الکتاب**": ولقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون**﴾. (سورة المائدة:۹۰) =

نہیں لا سکتے، تو بر بناء ضرورت واضطرار شرعاً بقدرِ ضرورت جواز کی گنجائش ہے(۱)، البتہ اگر اپنی جمع کردہ رقم سے زائد رقم وصول ہو، تو اس کو بلانیتِ ثواب غرباء وفقراء پر صرف کردے(۲)۔

= ما فی " **أحکام القرآن للجصاص**": ولا خلاف بین أهل العلم في تحریم القمار، وأن المخاطرة من القمار، قال ابن عباس: إن المخاطرة قمار، وإن أهل الجاهلیة کانوا یخاطرون علی المال والزوجة، وقد کان ذلک مباحاً إلی أن ورد تحریمه. (۱/۳۹۸)

(۱) ما فی " **أحکام القرآن للجصاص**": ﴿**فمن اضطر في مخمصة غیر متجانف**﴾ فإن الاضطرار هو الضر الذي یصیب الإنسان من جوع أو غیره ولا یمکنه الامتناع منه، والمعنی ههنا من إصابة ضر الجوع، وهذا یدل علی إباحة ذلک عند الخوف علی نفسه أو بعض أعضائه، وقد بین ذلک في قوله تعالی: "**مخمصة**" قال ابن عباس والسدي وقتادة: "**المخمصة المجاعة**" فأباح الله عز وجل عند الضرورة أکل جمیع ما نص علی تحریمه في الآیة ولم یمنع ما عرض.

(۲/۳۹۲، التفسیر الکبیر للرازي:۴/۲۸۹،۲۹۰)

ما فی "**الأشباه والنظائر**": الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أکل المیتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر. (۱/۳۷)

ما فی "**درر الحکام شرح مجلة الأحکام**": "الضرر یزال" ."الحاجة تنزل منزلة الضرورة" ."ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها". (۱/۳۷،۳۸، ۴۲)

(۲) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": ویردونها علی أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه.اهـ. (۹/۵۵۳، الحظر والإباحة)

ما فی " **الفتاوی الهندیة**": وإذا مات الرجل وکسبه خبیث فالأولی لورثته أن یردوا المال إلی أربابه، وإن لم یعرفوا أربابه تصدقوا به. (۵/۳۴۸، الباب الخامس في الکسب، ایضاح النوادر:۱۵۲/۱۵۳)

انشورنس کی حقیقت ان بنیادوں پر قائم ہے

مسئلہ(۳۱۳): ا-......جورقم بالاقساط ادا کی جاتی ہے وہ انشورنس کمپنی کے ذمہ قرض ہے اوراس پر جوزائدرقم ملتی ہے جس کومنافع سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ سود ہے(۱)۔

۲-......انشورنس کا کاروبار مشروط بالشرط ہوتا ہے اورقرضِ مشروط حرام ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية** " : رجل طلب من آخر قرضاً بعشرة دراهم والمقرض لا يرضى إلا بأكثر لا يجوز ، لأن فيه الربا.

(۱۸٤/۳، كتاب البيوع ، الفصل الثاني في الشرط التي تفسد البيع ، مكتبه دارالايمان سهارنفور)

ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " :ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار، وإن من أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلك مباحاً إلى أن ورد تحريمه . (۳۹۸/۱)

ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " : والثاني : أنه معلوم أن ربا الجاهلية إنما كان قرضاً مؤجلاً بزيادة مشروطة ، فكانت الزيادة بدلاً من الأجل ، فأبطله الله تعالى وحرمه وقال : ﴿**وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم**﴾. وقال تعالى : ﴿**وذروا ما بقي من الربا**﴾. حظر أن يؤخذ للأجل عوض ، فإذا كانت عليه ألف درهم مؤجلة فوضع عنه على أن يعجله ، فإنما جعل الحط بحذاء الأجل ، فكان هذا هو معنى الربا الذي نص الله تعالى على تحريمه. (٥٦٦/١)

(۲) ما في " **خلاصة الفتاوى** " : قال الإمام طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله : وفي كفالة الأصل

فـي البـاب الأخير ، القرض بالشرط حرام ، والشرط ليس بلازم يقرض على أن يكسب في بلده كذا يوفي دينه .(۳/۵۳،۵٤، كتاب البيوع ، الفصل الخامس)

۳-......انشورنس مؤجل (ادھار) ہوتا ہے اور قرض میں تأجیل صحیح نہیں (۱)۔

۴-......کمپنی والے اس رقم سے لوگوں کے ساتھ سودی معاملہ کرتے ہیں، تو انشورنس کرنے میں گناہ پر تعاون لازم آرہا ہے (۲)۔

۵-......انشورنس میں قمار کی صورت پائی جاتی ہے، کیوں کہ اس میں خطر اور غرر پایا جاتا ہے، بیمہ پالیسی خریدنے میں نفع کا معاملہ غیر متعین اور غیر معلوم چیز پر معلق رہتا ہے، حوادث کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ واقع ہونگے یا نہیں، اور ہوں گے تو کب اور کس شکل کے، ایسی مبہم اور نا معلوم چیز پر کسی نفع کو معلق کرنا شریعت میں قمار کہلاتا ہے، اور قمار کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے (۳)، فقہاء نے غرر کی تعریف یہ کی ہے کہ اس کا انجام معلوم نہ ہو (۴)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر کے معاملہ سے بھی منع فرمایا ہے۔(۵)

---

(۱) ما في " **الهداية** " : قال الإمام المرغيناني : فإن تأجيله لا يصح .... واعتبار الانتهاء لا يصح لأنه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا .(۳/۷٦ ،كتاب البيوع)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالى: ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(المائدة : ۲)

(۳) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالى:﴿ **إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه**﴾.(المائدة : ۹۰)(اس آیت میں قمار کو شیطانی عمل اور بت پرستی کے برابر جرم قرار دیا گیا ہے)۔

(٤) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الغرر : ما يكون مستور العاقبة .

(۱۲/۱۹٤، كتاب البيوع ، دارالمعرفة بيروت ، كتاب التعريفات للجرجاني :ص١٦٤)

(٥) ما في " **الصحيح لمسلم** " :عن أبي هريرة قال : " **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر** ".(٢/٢)

ملازم کا جیون بیمہ (Life insurance) کروانا

مسئلہ(٣١٤): ملازم پر اگر جیون بیمہ کے لیے رقم جمع کروانے کا کوئی قانون نہیں اور وہ بذاتِ خود کرواتا ہے تو یہ حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى :﴿ **يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين**﴾. [البقرة : ٢٧٨].......... وقوله تعالى : ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً**﴾.(آل عمران : ١٣٠)

ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً : " **كل قرض جر منفعة فهو رباً** ".

(٥٧١/٥)

ما في " **إعلاء السنن** " : قول عطاء : (كانوا يكرهون) يريد الصحابة رضي الله عنهم .

(٥٦٦/١٤، ٥٦٧)

ما في " **فقه النوازل** " :وبعد الدراسة الوافية وتداول الرأي في ذلك قرر المجلس بالأكثرية تحريم التأمين بجميع أنواعه سواء كان على النفس أو البضائع التجارية أو غير ذلك من الأموال.

(٢٧٥/٣، مكتبه دار ابن جوزيه)

ما في " **بدائع الصنائع** " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض، فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز ، نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ؛ على أن يرد عليه صحاحاً ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعةً ؛ لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قرض جر نفعاً ؛ ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا؛ لأنها فضل لا يقابله عوض ، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب .(بدائع الصنائع : ٥٩٧/١٠، ٥٩٨، كتاب القرض ، فصل في الشرائط، كتاب الفتاوى:٣٥٨/٥، ايضاح النوادر:١٥٤)

سندی کاغذات اورنوٹوں کا بیمہ

مسئلہ(۳۱۵): محکمہ ڈاک وغیرہ میں جوسندی کاغذات اور رجسٹری رقم وغیرہ کا بیمہ کرایا جاتا ہے، وہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اس لیے کہ محکمہ ان کاغذات اورنوٹوں کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہوتا ہے، اور وہ اپنی ضمانت میں وہ اشیاء قبضہ میں لیتا ہے اور اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز اور مباح ہے۔(۱)

ٹیکس سے بچنے کے لیے انشورنس کرانا

مسئلہ(۳۱۶): اگر جیون بیمہ کرانے سے واقعۃً ٹیکس کی بچت ہوتی ہے تو اس کے جواز کی گنجائش ہے، مگر وہ رقم استعمال کرنا کسی بھی حال میں جائز نہ ہوگا، اس کی صورت یہ ہے کہ بلانیتِ ثواب فقراء میں تقسیم کردیا جائے۔(۲)

املاک کا انشورنس جائز نہیں

مسئلہ(۳۱۷): املاک کا انشورنس جائز نہیں لیکن آج کل گاڑی، دکان، کمپنی، فرم، ایکسپورٹ،

---

(۱) ما في "**رد المحتار**" : إن المودع إذا أخذ أجرة على الوديعة يضمنها إذا هلكت ، قلت: ليست مسألتنا من هذا القبيل، لأن المال ليس في يد صاحب السوكرة بل في يد صاحب المركب ، وإن كان صاحب السوكرة هو صاحب المركب يكون أجيراً مشتركاً قد أخذ أجرة على الحفظ ، وعلى الحمل ، وكل من المودع والأجير المشترك لا يضمن ما لا يمكن الاحتراز عنه كالموت والغرق ونحو ذلك .

(رد المحتار : ۲۸۱/۶، ایضاح النوادر:۱۵۳)

(۲) ما في "**رد المحتار**" :(ويردونها على أربابه إن عرفوهم ، وإلا تصدقوا ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۵۵۳/۹، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵)

ما في " **الأشباه والنظائر** " : بقاعدة فقهية : " الضرورات تبيح المحظورات".

(۱/ ۳۰۷، قواعدالفقه : ص۸۹، ایضاح النوادر:۱٤٦)

امپورٹ وغیرہ کا خریدنا بغیر انشورنس کے مشکل ہے، اور فسادات کی وجہ سے اموال کی ہلاکت بھی اکثر ہوتی رہتی ہے، لہذا " **الضرورات تبيح المحظورات** " کے تحت عارضی طور پر اس کی گنجائش نکل سکتی ہے نہ کہ دائمی طور پر، لیکن اگر اس کے بغیر کام ہوسکتا ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے، پھر اگر رقم پریمیم (قسطوں) سے زائد ملے تو اس کے بقدر اپنے پاس رکھے، اور اگر زائد واپس کرنا ممکن ہو تو واپس کردے، ورنہ صدقہ کرنا لازم ہوگا۔(۱)

پراویڈنٹ فنڈ کا انشورنس

مسئلہ(۳۱۸): سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں سے لازمی اور جبری طور پر پراویڈنٹ فنڈ کی طرح جیون بیمہ کے نام سے رقم کاٹی جاتی ہے، پھر اس کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو پینشن زائد رقم کے ساتھ واپس دی جاتی ہے، یا اس کی حیات میں ہی ریٹائر ہونے کی صورت میں اس کو یہ رقم مل جاتی ہے، بہر حال یہ رقم انعام کے دائرے میں داخل ہوکر حلال اور جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (رد المحتار : ۷/۳۰۱)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم** " : بضابطة فقهية : " الضرر يزال" . (۱/ ۳۰۵، قواعد الفقه :ص۸۸)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم** " :" الضرورات تبيح المحظورات" .

(۱/ ۳۰۷، قواعد الفقه:ص ۸۹، کتاب الفتاوی:۵/۳۵۹، فتاوی رحیمیه:۹/ ۲۶۰، ایضاح النوادر:۱٤۸)

ما في " **قواعد الفقه** " : " إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بإرتكاب أخفهما". (ص ٥٦)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية وخلاصة الفتاوى** " : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة : إما بشرط

التعجيل أو بالتعجيل لو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها.

(٤١٣/٤، كذا في خلاصة الفتاوى: ١٠٣/٣، كتاب الفتاوى:٣٥٨/٥، فتاوى رحيميه:٢٦٠/٩)

ای،ایس،آئی (E.S.I) کارپوریشن کا ملازم کا بیمہ کرانا

مسئلہ(۳۱۹): ای،ایس،آئی،کارپوریشن یعنی امپلائزاسٹیٹ کارپوریشن (Employs state insurance corporation) ایک ادارہ ہے، پورے ہندوستان میں جس کمپنی یا فیکٹری میں بیس سے زائد ملازم کام کرتے ہوں، ان میں سے جن ملازمین کی تنخواہ تین ہزار سے کم ہو، ای،ایس،آئی (E.S.I) کارپوریشن ان کا جبری بیمہ کرالیتا ہے، اور جن کی تنخواہ تین ہزار سے زائد ہوتی ہے ان کا جبری بیمہ نہیں کرواتا ہے، اوراس جمع کردہ بیمہ کی رقم سے ملازم کو کچھ بھی واپس نہیں کرتا لیکن اگر ملازم بیمار ہوجائے یا کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے، تو اس کا پورا خرچ کارپوریشن برداشت کرتا ہے، اور اگر ملازم کی موت ہوجائے، تو اس کی فیملی کے افراد کیلئے مدتِ ملازمت کے تناسب سے بصورتِ رعایت پینشن دی جاتی ہے، حتی کہ ملازم کی اولاد از خود کمانے لگ جائیں، اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس ملازم کی بیوی کو تاحیات یا نکاحِ ثانی پینشن دی جاتی ہے۔

مذکورہ صورتِ مسئلہ میں جو رقم ای،ایس،آئی (E.S.I) کارپوریشن ملازم کی تنخواہ سے بیمہ کے نام پر لیتی ہے، وہ واپس نہیں ملتی، ہاں البتہ حادثہ کے موقعہ پر مل سکتی ہے، اور حادثہ کا پیش آنا ایسا امر ہے جس میں تردد ہے، چونکہ یہ بیمہ سرکار کی طرف سے جبراً کرایا جاتا ہے، اس لئے مالک وملازم دونوں میں سے شرعاً کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا، نیز ملازم کی موت کے بعد اگر اس کے ورثاء کو بیمہ میں جمع شدہ رقم سے زائد رقم بھی ملے تو بلاشبہ حلال وجائز ہے، اس لئے کہ زائد ملنے کی صورت میں یہ پراویڈیٹ فنڈ کے مشابہ ہوگا، اور ملازم اس رقم کا ابھی مالک بھی نہیں ہوا تھا، لہذا یہ اضافہ شدہ رقم انعام وتعاون کے حکم میں ہوکر جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالی:﴿**فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم**﴾.(سورة المائدة:۳)

ما فی "**التفسیر الکبیر للرازی**": يعني وهذا من تمام ما تقدم ذكره في المطاعم التي حرمها الله تعالى يعني =

انشورنس میں زائد ملنے والی رقم کا تصدق لازم ہے

مسئلہ (**۳۲۰**): اگرکسی شخص نے گاڑی کا بیمہ جمع کروایا ہے،اورگاڑی ایکسیڈنٹ وغیرہ کی صورت میں کسی حادثہ کا شکار ہوجائے،اور بیمہ کمپنی اسے جمع کردہ رقم ادا کرے،تو وہ شخص اتنی ہی رقم استعمال کرے جواس نے انشورنس کمپنی (Insurance Company) میں جمع کروائی ہے ،اورزائد ملنے والی رقم غرباء پر تقسیم کردے۔(۱)

= أنها وإن كانت محرمة إلا أنها تحل في حالة الاضطرار .... وقوله : ﴿إن الله غفور رحيم﴾ يعني يغفر لهم أكل المحرم عند ما اضطر إلى أكله.(۲۸۹/٤، ۲۹۰، أحكام القرآن للجصاص:۳۹۲/۲)

ما فی "**الأشباه والنظائر لإبن نجيم**": "الضرورات تبيح المحظورات". ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر. (۳۰۷/۱)

ما فی "**الفقه الإسلامی وأدلته**" : لا شك في جواز التأمين التعاوني في الإسلام، لأنه يدخل في عقود التبرعات ومن قبيل التعاون على البر، لأن كل مشترك يدفع اشتراكه بطيب نفس لتخفيف آثار المخاطر وترميم التي تصيب أحد الشريكين أياً كان نوع الضرر، سواء في التأمين على الحياة أو الحوادث الجسمانية. (۳٤۱٦/٥، المبحث الرابع بيع الباطل والفاسد، حكم التأمين والتعاوني)

ما فی "**الفتاوی الهندية**" : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة، أما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في شرح الطحاوي، وكما يجب الأجرة باستيفاء المنافع يجب بالتمكن من استيفاء المنافع إذا كانت الإجارة صحيحة.

(٤۱۳/٤، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به الخ، خلاصة الفتاوی:۱۰۳/۳، كتاب الإجارة، الهداية:۲۹٤/۳، باب الأجرة متى يستحق)

(۱) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (۳۰۱/۷، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما فی " **الفتاوى الهندية**": والسبيل في المعاصي ردها وذلك ههنا برد الماخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه وبالتصدق به إن لم يعرفه. (۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب)

کتاب الإجارہ

(کرایہ داری کا بیان)

اجارہ کی لغوی تعریف:......عمل کے بدلہ میں کسی کو کچھ عوض ادا کرنے کو اجارہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:......متعین اجرت کے بدلہ میں متعین منفعت کی بیع (خرید وفروخت) کو اجارہ کہتے ہیں۔

اجارہ کا ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع سے

اجارہ کا ثبوت قرآن سے:......

۱) فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**قالت إحداهما يآبت استأجره إن خير من استأجرت القوي الأمين، قال إني أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين على أن تأجرني ثماني حجج**﴾. ......ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیوں کہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانت دار بھی ہو، وہ (بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔

(سورۃ القصص: ۲۶، ۲۷)

۲) ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن**﴾. ......پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کا بدلہ دیدو۔ (سورۃ الطلاق: ۶)

۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**لو شئت لاتخذت عليه أجراً**﴾. ......اگر تو چاہتا تو اس کام پر مزدوری لے لیتا۔ (سورۃ الکہف: ۷۷)

۴) ﴿**وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلا جناع عليكم إذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف**﴾. ......اور اگر تم کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے بچوں کو کسی اور انّا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۳)

مذکورہ آیات سے اجارہ کا جواز مفہوم ہوتا ہے۔

اجارہ کا ثبوت حدیث سے:.......

۱) **عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " أعط الأجير أجره قبل أن يجف عرقه ".** ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کردو۔(سنن کبری بیہقي:۶/۱۲۱، کتاب الإجارہ)

۲) **عن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره .** ......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو کرایہ پر لینے سے منع فرمایا یہاں تک کہ مزدور کو اس کی اجرت بتا دی جائے۔(الفتح الربانی:۱۵/۱۲۲)

ان دونوں احادیث سے اجارہ کا جواز بالکل واضح ہے، اس لیے کہ ان احادیث میں اجیر کو اجرت کی ادائیگی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

اجارہ کا ثبوت اجماع سے:.......

صاحبِ بدائع الصنائع علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر اصم سے پہلے پوری امت کا اس بات پر اجماع تھا کہ عقدِ اجارہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے لیکر آج تک بغیر کسی نکیر کے چلا آرہا ہے، لہذا اس اجماع سے اختلاف کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں، اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قیاس اس جگہ متروک ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے بندوں کے حوائج کی وجہ سے عقود کو مشروع کر رکھا ہے اور اجارہ کی حاجت وضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

پتہ چلا کہ عقدِ اجارہ بھی دوسرے معاملات کی طرح جائز اور درست ہے۔

(بدائع الصنائع ، شرح المنتهى الإرادات للبهوتى الحنبلى:۳/۳۵۰ ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد لإبن رشد المالكى :۱/۱۸۱، الحاوى الكبير للماوردي:۷/۳۸۸، الكتاب الأم للشافعي :۴/۵۸، كشاف القناع:۳/۵۳۷، المغنى والشرح الكبير لإبن قدامه المقدسى:۶/۲-۳)

اجارہ کی فضیلت، اہمیت اور فوائد:.......

عقدِ اجارہ زمانۂ قدیم سے ہوتا چلا آرہا ہے، جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر

ہے، ہر زمانہ میں اجارہ کو اچھی خاصی اہمیت حاصل رہی ہے، کیوں کہ یہ انسانی زندگی کی ضرورت کے ساتھ ساتھ معاشرہ اور ملک کی ضرورت ہے۔

جہاں معیشت کے دیگر شعبے مثلاً بیع، ملازمت، صنعت وحرفت وغیرہ زمانہ کی اہم ضروریات اور معیشت کی بنیادیں ہیں وہیں عقدِ اجارہ بھی معیشت کا ایک اہم شعبہ ہے۔

معاشرہ کی بے شمار ضروریات اجارہ سے متعلق ہیں۔

اجارہ ملازمت، مزدوری، کرایہ داری، خدمات، کارخانے، دوکان، مکان اور اس کے علاوہ معاشرہ کی بے شمار ضروریات پر مشتمل ومحیط ہے۔

حکمتِ مشروعیتِ اجارہ:......

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حاجات وضروریات کے پیشِ نظر عقدِ اجارہ کو مشروع فرمایا ہے، کیوں کہ بسا اوقات انسان کے پاس نہ اپنا ذاتی گھر ہوتا ہے کہ جس میں وہ سکونت پذیر ہو، نہ زمین ہوتی ہے کہ جس میں وہ کھیتی کرے اور نہ ہی دیگر اشیاء ہوتی ہیں کہ ان سے انتفاع حاصل کرے، تو اب اسے ضرورت ہے کسی دوسرے سے گھر، زمین یا کھیتی کرایہ پر لینے کی، تاکہ سکونت، زراعت یا خدمت حاصل کرے۔

اگر باوجود حاجتِ وضرورت کے عقدِ اجارہ کو مشروع نہ کیا جاتا تو پھر بندہ اپنی ضرورت کے دفع کے لیے کوئی راہ نہیں پا سکتا تھا اور یہ وضعِ شرع کے خلاف ہے، جب کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:...... ﴿**یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر**﴾. اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”**بعثت بالحنیفیة السمحة**“. (رواہ الخطیب البغدادی عن جابر)

اجارہ کا حکمِ شرعی:......

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو مباح قرار دیا ہے اور کمائی کا حلال اور پاکیزہ ذریعہ قرار دیا، اگر یہ آپس کی رضامندی اور خوشدلی سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں برکت نازل فرماتے ہیں، جس بیع میں آپس کی رضامندی اور خوشدلی شامل نہ ہو وہ حرام ہے، اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے: ”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو باہمی رضامندی سے تو مضائقہ نہیں۔

(سورۃ النساء: ۲۹)

مسائلِ اجارہ

اجارہ کی شرائط

مسئلہ(۳۲۱): انعقادِ اجارہ کیلئے عاقدین یعنی اجیر اور مستاجر کا عاقل اور سمجھدار ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے اجارہ، مجنون اور صبیٔ غیر ممیّز کی طرف سے منعقد نہیں ہوتا، اور اگر بچہ عاقل اور سمجھدار ہے، اور اس کو اولیاء کی طرف سے لین دین کی اجازت ہے، تو اس صورت میں اگر صبیٔ ممیّز اپنے مال کو اجارہ کے طور پر دے، تو اس کا یہ عقدِ اجارہ منعقد ہوگا، اور اگر اولیاء کی طرف سے اجازت نہ ہو اور صبیٔ ممیّز نے کسی سے عقدِ اجارہ کرلیا، تو یہ عقدِ اجارہ اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اولیاء اس عقد کی اجازت دیدیں تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** ": قال العلامة الكاساني : أما الذي يرجع إلى العاقد فالعقل، وهو أن يكون العاقد عاقلاً حتى لا تنعقد الإجارة من المجنون والصبي الذي لا يعقل؛ كما لا ينعقد البيع منهما .... حتى إن الصبي العاقل لو أجر ماله أو نفسه ، فإن كان مأذوناً ينفذ، وإن كان محجوراً يقف على إجازة الولي عندنا ؛ خلافاً للشافعي ، وهي من مسائل المأذون. (٥/٥٢٤، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن، كذا في الفتاوى الهندية: ٤/٤١٠، كتاب الإجارة، وأما شرائطها)

ما في "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**" : يشترط في انعقاد الإجارة أهلية العاقدين يعني كونهما عاقلين مميزين. (١/٤٩٦، المادة:٤٤٤)

وأيضاً: تبطل الإجارة إن لم يوجد أحد شروطها مثلاً: إيجار المجنون والصبي غير المميز، كاستأجارهما باطلٌ، ولا ينقلب صحيحاً بإجازة أوليائهما، ولا يكون نافذاً.

(١/٥١١، الفصل الرابع في فساد الإجارة وبطلانها، المادة:٤٥٨، كذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ٤/٣٠٧٧، المبحث الثالث شروط العقد، اسلامی قانون اجارہ:٣٧)

وہ شرطیں جن سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے

مسئلہ(۳۲۲): اجارۂ فاسدہ یعنی اجارہ میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا(۱)، مثلاً کرایہ پر لی ہوئی چیز میں جہالت یعنی وقت کا متعین نہ ہونا(۲)، یا اجرت کا مجہول ہونا(۳) یعنی اجرت کی تعیین نہ کرنا، یا کرایہ پر لی ہوئی چیز کا مشترک ہونا، اوران شریکوں میں سے کسی ایک کی اجازت کے بغیر کرایہ پر دیدینا، ان صورتوں میں اگر اجارہ کرلیا تو اجرتِ مثل لازم ہوگی (۴)، جبکہ اجرت متعین نہ ہو۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": الفاسد من العقود ما كان مشروعاً بأصله دون وصفه............ تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع مما مر يفسدها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل.......... وتفسد أيضاً بالشيوع بأن يؤجر نصيباً من داره أو نصيبه من دار مشتركة من غير شريكه أو من أحد شريكيه.

(۶۲/۹ـ ۶۵، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : تكون الإجارة فاسدة إذا ربطت بشرط فاسد لأن العقد والمنافع يصبحان مالاً متقوماً. (۵۱۳/۱)

(۲) ما في " **درر الحكام** " : تكون الإجارة فاسدة إذا وقعت مع جهل المنفعة ، وجهل المنفعة يكون بجهل العمل أو جهل المدة وما إليها. (۵۱۳/۱)

(۳) ما في " **درر الحكام** " : تكون الإجارة فاسدة بجهالة الأجرة. (۵۱۳/۱)

(٤) ما في " **درر الحكام** " : " الإجارة الفاسدة نافذة لكن الآجر يملك فيها أجر المثل ولا يملك الأجر المسمى". (۵۱۵/۱، الفصل الرابع في فساد الإجارة وبطلانها)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وحكم الأول وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالاستعمال لو المسمى معلوماً............ لم يزد أجر المثل على المسمى لرضاهما به وينقص عنه لفساد التسمية.

(۶۲/۹ـ۶۷، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة، اسلام کا قانون اجارہ:۱۱۹)

کرایہ کی وصولی کے شرائط

مسئلہ(۳۲۲): کرایہ کی وصولی کے لئے ضروری ہے کہ جس شئ کو کرایہ پر لیا جارہا ہے وہ کرایہ دار کے قبضہ میں ہو، اور جس وقت شئ ماجور کرایہ دار کے قبضہ میں آئے گی، اس وقت سے کرایہ دار کے ذمہ اس کا کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا، اس لئے اگر مالک عقد کے بعد کرایہ کا مطالبہ کرے، اور اب تک مالک نے کرایہ دار کو اس شئ ماجور پر قبضہ نہیں دیا تو مالک کیلئے کرایہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، کیوں کہ شئ مأجور پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی اجرت شرعاً لازم نہیں ہوتی، چنانچہ کرایہ کی چیز پر قبضہ کیلئے چار چیزوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ پائی جائے، تو کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔

۱-......شئ ماجور کرایہ دار کے قبضہ میں اس طرح آئے کہ کرایہ دار کیلئے اس چیز کا استعمال کرنا ممکن نہ ہو، یا اسی طرح اگر مالک کی طرف سے کوئی ایسا سبب پایا گیا کہ جس کی وجہ سے کرایہ دار اس کو استعمال نہ کرسکے، یا کسی وجہ سے استعمال کرنے میں رکاوٹ ہو تو پھر کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔

۲-......عقدِ اجارہ صحیح ہو، فاسد نہ ہو، اگر عقدِ اجارہ صحیح ہو تو مکمل قبضہ کے بعد سے کرایہ دار پر اس کا کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا، اگر چہ کہ کرایہ دار اس شئ ماجور کا استعمال شروع نہ کرے، ہاں اگر عقد فاسد ہو تو محض قبضہ سے کرایہ لازم نہیں ہوگا، جب تک کہ اس شئ ماجور کو استعمال میں نہ لائے۔

۳-......کرایہ دار کو قبضہ دینے کا جو وقت طے کیا گیا، اگر اس وقت کرایہ دار کو قبضہ نہیں دیا، تو کرایہ دار پر اس کے کرایہ کی ادائیگی بھی لازم نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کی مطلوبہ مدت کے بعد وہ شئ اس کے قبضۂ قدرت میں آئی ہے۔

۴-......کرایہ دار کو جس جگہ قبضہ دینا طے ہوا تھا، اگر اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قبضہ دیا گیا تو بھی کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ان شرائط کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال في النهاية : وهذه مقيدة بقيود : أحدها : التمكن فإن منعه=

پل سے گزرنے کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے

مسئلہ(۳۲٤): عام طور پر اکثر وبیشتر ممالک میں پل سے گزرنے کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے، شرعی طور پر ''اجارۃ التعاطی'' کی صورت پائے جانے کی وجہ سے علماء نے اس کو جائز لکھا ہے اور اب تو اس کا عام رواج ہوگیا ہے، نیز شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں، لہذا کرایہ لینا اور دینا دونوں شرعاً جائز ہے۔(۱)

= المالك أو الأجنبي أو سلم الدار مشغولة بمتاعه لا تجب الأجرة . الثاني: أن تكون صحيحة فلو فاسدة فلا بد من حقيقة الانتفاع .الثالث: أن التمكن يجب أن يكون في محل العقد، حتى لو استأجرها لكوفة فأسلمها في بغداد بعد المدة فلا أجر . الرابع : أن يكون متمكناً في المدة، فلو استأجرها إلى الكوفة في هذا اليوم، وذهب بعد مضي المدة بالدابة ولم يركب لم يجب الأجر لأنه إنما تمكن بعد مضي المدة.

(۹/ ۱٤، كتاب الإجارة)

ما فی '' **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** '': وتسليم المأجور شرط في لزوم الأجرة يعني تلزم الأجرة اعتباراً من وقت التسليم، فعلى هذا ليس للآجر مطالبة أجرة مدة قبل التسليم وإن انقضت مدة الإجارة قبل التسليم لا يستحق الأجر. (۱/ ٥٤٥، كتاب الإجارة)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **الفتاوى الهندية** '' : وتنعقد الإجارة بالتعاطي بيانه فيما ذكر محمد رحمه الله في إجارات الأصل في باب إجارة الثياب إذا استأجر رجل من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بين القدور ومن حيث الصغر والكبر فإن جاء بقدور وقبلها المستأجر على الكراء الأول جاز ويكون هذا إجارة مبتدأ بالتعاطي كذا في الظهيرية .(٤/ ٤٠٩، كتاب الإجارة ، الباب الأول)

ما في '' **رد المحتار** '' : (وهل تنعقد بالتعاطي؟) .... قال الشرنبلالي : المسألة من الظهيرية : استأجر من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بينها صغراً وكبراً ، فلو قبلها المستأجر على الكراء الأول جاز ، وتكون هذه إجارة مبتدأة بالتعاطي .(۹/ ۷، كتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ: ٤١١)

سڑک کا کرایہ ٹوکن کے ذریعہ وصول کرنا

مسئلہ(۳۲۵): دنیا کے اکثر ممالک میں اورخاص طور پر غریب ممالک میں سڑک (Road) سے گزرنے کا بھی کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس کی دوصورتیں ہیں:

۱/...... جب گاڑی سڑک پر پہونچتی ہے تو وہاں پر کاؤنٹر بنے ہوئے ہوتے ہیں، گاڑی والا کاؤنٹر سے ٹکٹ لے کر یکمشت پہلے ہی اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے اور ایجاب وقبول زبانی نہیں ہوتا ہے بلکہ معاطاۃ کے ذریعہ ہوتا ہے، جو کہ شرعاً اجارہ میں بھی جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲/...... گاڑی کاؤنٹر (Counter) سے گزرتے وقت صرف ایک ٹوکن دیا جاتا ہے، جب گاڑی اس سڑک کو چھوڑ کر دوسری سڑک پر آتی ہے تو سڑک کے اختتام پر بھی کاؤنٹر ہوتے ہیں، تو اس کاؤنٹر والے فی میل (Per mile) یا فی کلومیٹر (Per k.m.) کے حساب سے اس گاڑی کے سڑک پر سے گزرنے کا کرایہ وصول کرتے ہیں، تو یہاں پر بھی فی کلومیٹر کے حساب سے اجرت اور منفعت معلوم ہوجاتی ہے، اور اس میں ایجاب وقبول بذریعۂ تعاطی ہوتا ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس طریقہ میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار والبحر الرائق**": وأما الفعل التعاطي: وهو التناول قاموس. "درمختار" .... قوله: (وهو التناول قاموس) وهو إنما يقتضي الإعطاء من جانب والأخذ من جانب .... كما فهم الطرسوسي، أي حيث قال: إن حقيقة التعاطي وضع الثمن وأخذ المثمن عن تراض منهما من غير لفظ .... فإن التعاطي ليس فيه إيجاب بل قبض أو معرفة الثمن.

(۲۷/۷، كتاب البيوع، مطلب البيع بالتعاطي، كذا في البحر الرائق: ۴۴۰/۵، كتاب البيوع)

ما في "**الفتاوى الهندية ورد المحتار**": وتنعقد الإجارة بالتعاطي بيانه فيما ذكر محمد في إجارات الأصل في باب إجارة الثياب إذا استأجر رجل من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بين القدور من=

پلوں کا اجارہ (B.O.T) شرعاً جائز ہے

مسئلہ (۳۲۶): آج کل پلوں کے اجارہ کی ایک جدید صورت رائج ہے جس کو انگریزی میں (Built Operate Transfer) کہا جاتا ہے، جس کا مخفف بی، او، ٹی (B.O.T) ہے، اس طریقۂ کار کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کمپنی اور کسی ملک کے درمیان یہ معاہدہ (Agreement) ہوتا ہے کہ کمپنی (Company) ملک میں کوئی پل (Bridge) یا سڑک (Road) تعمیر کرے گی اور اس ملک سے اس پل پر آنے والے اخراجات میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا جائیگا، بل کہ یہ کمپنی سرمایہ (Capital) بھی خود فراہم کرتی ہے اور اپنے ہی مزدور (Labour) لگا کر سڑک یا پل تعمیر کرتی ہے اور اس کے معاوضہ کے طور پر اس ملک سے یہ معاہدہ کرتی ہے کہ اس پل یا سڑک سے گزرنے کا کرایہ مثال کے طور پر بیس سال تک ہم لیتے رہیں گے، بیس سال کے بعد یہ پل اور اس کا کرایہ اس ملک کو ملے گا، اس طرح پل یا سڑک تعمیر ہونے کے بعد تعمیر کرنے والی کمپنی (Constraction Company) کے قبضہ ہی میں رہتا ہے اور اس کا کرایہ بھی وہی کمپنی وصول کرتی ہے، بیس سال (یا اس کے علاوہ جو بھی کوئی مدت فریقین باہم طے کرلیں) کے بعد وہ پل یا سڑک اس ملک کے قبضہ میں آجاتی ہے، اس طریقہ سے اس ملک کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ (Capital) اور محنت دونوں ہی بچ جاتے ہیں اور ایک نئی تعمیر وجود میں آجاتی ہے، یہ معاملہ دنیا کے بیشتر ممالک میں کیا جارہا ہے، جیسے ہندوستان میں سوپر ہائیوے، بروڈہ سے احمد آباد اسی عقد کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ منفعت کے ذریعہ اجرت کی ادائیگی تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر بی، او، ٹی

= حيث الصغر والكبر ، فإن جاء بقدور وقبلها المستأجر على الكراء الأول جاز ويكون هذا إجارة مبتدأة بالتعاطي كما في الظهيرية.

(٤/ ٤٠٩ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها، رد المحتار: ٩/ ٧،كتاب الإجارة)

(B.O.T) میں بھی منفعت ہی کو اجرت بنایا جائے اور اس طرح بی، او، ٹی (B.O.T) کا معاہدہ کیا جائے تو شرعاً جائز ہوگا۔(۱)

کار پارکنگ(Car Parking) کا کرایہ

مسئلہ(۳۲۷): کار پارکنگ (Carparking) کا کرایہ آج کل معمول بن چکا ہے، اس کی دو صورتیں رائج ہیں: (۱)...... گاڑی کا ایک **متعین** کرایہ وصول کیا جاتا ہے، چاہے گاڑی کتنی دیر تک پارکنگ (parking) میں کیوں نہ رہے۔(۲)...... کار پارکنگ کا کرایہ **فی گھنٹہ** (Per hour) کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔

مذکورہ دونوں صورتوں کے جواز میں شرعاً کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ پہلی صورت میں منفعت اور اجرت دونوں ہی **متعین** ہیں اور ایجاب وقبول بھی تعاطی کے ذریعہ ہوا ہے۔

لیکن ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت پر یہ اشکال ہے کہ اس میں ایک **متعین** کرایہ وصول کیا جاتا ہے

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : إجارة المنفعة بالنفعة تجوز إذا اختلفا جنساً كاستئجار سكنى دار بزراعة أرض ، وإذا اتحدا كإجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب بالركوب ونحو ذلك .

(رد المحتار : ۸۵/۹ ،كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : أن لا تكون الأجرة منفعة هي من جنس المعقود عليه كإجارة السكنى بالسكنى والخدمة بالخدمة .(۴۱۱/۴ ،كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة)

ما في " **تبيين الحقائق** " : حتى صح أجرة ما لا يصح ثمناً أيضاً كالمنفعة فإنها لا تصلح ثمناً وتصلح أجرة إذا كانت مختلفة الجنس كاستئجار سكنى الدار بزراعة الأرض وإن اتحدا جنسهما لا يجوز كاستئجار الدار للسكنى بالسكنى و كاستئجار الأرض للزراعة بزراعة أرض أخرى لأن المنافع معدوم .

(۷۹/۶ ،كتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ:۴۱۲)

مگر عاقدین کے مابین مدت کے بارے میں کوئی گفتگو تحریری یا زبانی نہیں ہوتی، لہذا جب مدتِ اجارہ مجہول ہوئی تو اس سے عقدِ اجارہ بھی درست نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اجارہ میں مدتِ اجارہ کی تعیین ایک بنیادی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے؟

چنانچہ اس اعتراض کا حل یہ ہے کہ پہلی صورت میں مدتِ اجارہ مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم ہے اور وہ اس طرح کہ جو ٹکٹ (Ticket) کرایہ لیکر دیا جاتا ہے وہ صرف اس روز کے لیے ہوتا ہے جس دن یہ خریدا گیا ہے، اور اکثر مقامات میں ٹکٹ پر اس دن کی تاریخ بھی درج ہوتی ہے، اس طرح مدتِ اجارہ زیادہ سے زیادہ صرف اس دن کے ختم تک کے لیے ہوتی ہے۔

دوسری صورت میں گاڑی کا کرایہ فی گھنٹہ (Per houre) کے حساب سے لیا جاتا ہے، اس صورت میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جب گاڑی پارکنگ میں آکر کھڑی ہوتی ہے تو خود گاڑی والے کو بھی بسا اوقات یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میرا کام یہاں کتنی دیر کا ہے، اس لیے وہ گاڑی کھڑی کرتے وقت حتمی طور پر مدت متعین نہیں کرسکتا، تو پھر یہاں بھی مدتِ اجارہ مجہول ہوئی جس کی وجہ سے عقدِ اجارہ جائز نہیں ہونا چاہئے۔

اس کا شرعی اعتبار سے حل یہ ہوگا کہ جس وقت اس نے گاڑی پارک کی ہے اس وقت تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ گاڑی صرف اسی ایک گھنٹہ کے لئے کھڑی ہوتی ہے، لیکن جب یہ گھنٹہ مکمل ہوجائے اور اگلا گھنٹہ گزر جائے تو پھر یہ عقد دوسرے گھنٹے کیلئے بھی ہوجائے گا، پھر دوسرے کے بعد تیسرا گھنٹہ شروع ہوجائے تو یہ عقد تیسرے میں بدل جائے گا، چنانچہ جب گاڑی پارکنگ ایریا (Parking Area) سے باہر نکالی جائے تو اس وقت مکمل مدت کا حساب لگا کر فی گھنٹہ (Per hour) کے حساب سے اس سے اجرت لی جائے گی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : إذا عقد الإجارة في أول الشهر على شهر واحد ، أو أزيد من شهر ، انعقدت مشاهرة ، وبهذه الصورة يلزم دفع أجرة شهر كامل ، وإن كان الشهر ناقصاً عن ثلاثين يوماً . (۱/٥٦٢، المادة : ٤٨٨، الباب الرابع) =

کار پارکنگ کا سالانہ یا ماہانہ معاہدہ

مسئلہ(۳۲۸): آج کل کار پارکنگ (Car Parking) کا سالانہ یا ماہانہ معاہدہ بھی اکثر ہونے لگا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات جو روزانہ کسی جگہ پر اپنی گاڑیاں پارک کرتے ہیں تو وہ پارکنگ کے مالکان سے ماہانہ یا سالانہ کار پارکنگ (Car Parking) کا معاہدہ کر لیتے ہیں اور اس معاہدہ میں ایجاب وقبول، کرایہ کا تعین، مدت کا تعین زبانی یا تحریری ہوتا ہے، موجر اور مستاجر

= وما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : لو استأجر عقار شهرية كذا دراهم من دون بيان عد الأشهر يصح العقد ، لكن عند ختام الشهر الأول لكل من الأجر والمستأجر فسخ الإجارة في اليوم الأول وليلته من الشهر الثاني الذي يليه وأما بعد مضي اليوم الأول وليلته فليس لهما ذلك .... إذا دخلت كلمة (كل) على السنة أو الشهر أو الأسبوع أو اليوم أو ما أشبه ذلك مما لا تعلم نهايته بتعيين أدناه وهو الواحد منه لأن الواحد معلوم وتكون الإجارة فاسدة في الباقي لما يكون فيها من الجهالة (سوال) فإن قيل كما أن الشهر الأول معلوم فكذلك الشهر الثاني معلوم فلم خصصتم الأول بصحة العقد؟ (الجواب) قلنا: إنما اختص الأول لوجود جزء منه وحصوله بخلاف سائر الشهور حتى إذا سكن ساعة من الشهر الثاني صح العقد عليه أيضاً والثالث والرابع مثله.

(۱/۵٦٦،۵٦٧، كتاب الإجارة، الباب الرابع، المادة : ٤٩٤)

ما في " **نتائج الأفكار تكملة فتح القدير** " : (وإذا تم كان لكل واحد منهما أن ينقض الإجارة لانتهاء العقد الصحيح) قال في المحيط البرهاني : وفي الأصل : إذا استأجر الرجل من آخر داراً كل شهر بعشرة دراهم فإن أبا حنيفة قال : هذا جائز ولكل واحد منها أن ينقض الإجارة في رأس الشهر فإن سكن يوماً أو يومين لزمه الإجارة في الشهر الثاني ، واختلفت عبارة المشائخ في تخريج المسئلة بعضهم قال : أراد بقوله : جائز أن الإجارة في الشهر الثاني جائزة، فأما فيما عدا ذلك من الشهور فالإجارة فاسدة فجهالة المدة أنه إذا جاء الشهرالثاني ولم يفسخ كل واحد منهما الإجارة في رأس الشهر جازت الإجارة في الشهر الثاني لأن الشهر الثاني صار كالشهر الأول إلى آخره.(۹/۹٤، باب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ:۴۱۸)

دونوں میں سے ہر ایک عقد کی جملہ تفصیلات طے کر کے عقد کرتے ہیں، تو یہ ماہانہ یا سالانہ معاہدہ کرنا شرعاً بالکل جائز اور درست ہے، اگر ایجاب وقبول، کرایہ یا مدت ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز بھی واضح اور طے شدہ نہ ہوتی تو پھر عقد میں جہالت کی وجہ سے عقد جائز نہ ہوتا، اس لیے اس طرح کا عقد کرتے وقت ان چیزوں کو وضاحت کے ساتھ طے کر لینا ضروری ہے۔(۱)

ریلوے اسٹیشن پر پلیٹ فارم کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے

مسئلہ(۳۲۹): ریلوے اسٹیشن (Railway Station) میں پلیٹ فارم پر جانے کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے، چونکہ ریلوے اسٹیشن (Railway Station) محکمۂ ریلوے کی ملکیت میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کا کرایہ وصول کرنا جائز ہوگا، نیز اس وجہ سے بھی کہ اس میں مدت، منفعت اور کرایہ سب

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : كما قال العلامة الحصكفي : إن ركنها الإيجاب والقبول ، وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة .... ويعلم النفع ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا."درمختار".(۹/۶-۸،كتاب الإجارة)

ما في " **المغني لابن قدامة** " : وإذا وقعت الإجارة على مدة معلومة بأجرة معلومة فقد ملك المستأجر المنافع وملكت عليه الأجرة كاملة في وقت العقد إلا أن يشترطا أجلاً . (۵/۲۶۲،كتاب الإجارات)

ما في " **الفتاوى الهندية والهداية** " : ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا .... ومنها أن تكون الأجرة معلومة .

(۴/۴۱۱،كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة ، وكذا في الهداية مع الدراية :۳/۲۹۳، كتاب الإجارة)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " جهالة المعقود عليه تفسد العقد ".

(ص۷۵، اسلام کا قانون اجارہ:۴۲۳)

ہی متعین ہے، اور یہ ٹکٹ (Ticket) صرف اسی دن کیلئے کارآمد ہوگا جس دن کی تاریخ (Date) اس پر ڈالی گئی۔(۱)

جہاز کے ایئرپورٹ پر اترنے کا کرایہ (Air Port Landing Charges)

مسئلہ(۳۳۰): جہاز جب ایئرپورٹ پر اترتا ہے تو اس کا بھی کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اور جتنی دیر تک جہاز ایئرپورٹ پر موجود رہتا ہے تو اس کا بھی کرایہ فی گھنٹہ (Per hour) کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے، اس میں کرایہ، منفعت، مدت، ہر چیز طے شدہ ہوتی ہے، اس لئے اس کے جواز میں شرعاً کوئی شک نہیں، ہاں البتہ ایئرپورٹ پر کھڑا جہاز اگر تاخیر سے روانہ ہو تو اس تاخیر کا جرمانہ اس

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومنها أن يكون المعقود وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا .... ومنها أن تكون الأجرة معلومة .(الفتاوى الهندية :۴/۱۱ ۴، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شرط النفاذ ثلاثة أنواع : النوع الأول ؛ الملك والولاية.....................شرائط الصحة أنواع : النوع الأول ؛ رضاء العاقدين ، النوع الثاني : تعيين الأجرة ، النوع الثالث : تعيين المأجور ، النوع الرابع : تعيين المنفعة ، النوع الخامس: أن يمكن استيفاء المنفعة ، النوع السادس: وجود شرط الانعقاد.

(۱/۴۹۵، ۴۹۶، كتاب الإجارة ،الفصل الثاني في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها)

ما في " **بدائع الصنائع** " : ومنها : الملك والولاية فلا تنفذ إجارة الفضولي لعدم الملك والولاية.

(۵/۵۲۸،كتاب الإجارة ، فصل في شرائط الركن)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة ."درمختار". (۹/۷، كتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ:۴۵۶)

ایئر لائن (Airline) سے وصول کیا جاتا ہے، اس جرمانہ کی صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ مقررہ وقت سے جتنا اضافی وقت لگا ہے، اتنے وقت کا کرایہ بمع جرمانہ طے شدہ معاہدہ کے مطابق وصول کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر شیڈول کے مطابق جہاز اترنے اور کھڑے رہنے کا کرایہ فی گھنٹہ دس ہزار روپئے ہے، اور تاخیر کی صورت میں فی گھنٹہ پندرہ ہزار روپئے ہے، شرعی اعتبار سے یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے، کیوں کہ تاخیر کی صورت میں اضافی رقم کی ادائیگی درحقیقت عقد ہی کا حصہ ہوگا، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے، کہ اگر کوئی شخص درزی کے پاس جائے اور کہے کہ تم نے آج اگر یہ کپڑا تیار کرکے دیدیا تو اس کی اجرت دو درہم ہے، اور اگر آئندہ کل تیار کرکے دوگے تو اس کی اجرت ایک درہم ہوگی، یہ صورت فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق جائز ہے، بالکل اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے کہ اگر جہاز تاخیر سے روانہ ہوگا، تو فریقین کو پہلے سے معلوم ہوگا کہ اس تاخیر میں کتنا کرایہ لازم ہوگا، غرض یہ کہ کسی بھی مرحلہ پر کرایہ میں یا مدت میں جہالت نہ ہوگی، جو بھی صورتِ حال پیش آئیگی اس کا معاملہ فریقین افہام وتفہیم سے طے کر چکے ہوتے ہیں، کوئی جہالت ایسی باقی نہیں رہتی جو باہمی تنازع کا سبب ہو، لہذا یہ صورت بھی شرعاً جائز ہوگی۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في "**البحر الرائق**": قال رحمه الله: الإجارة (هي بيع منفعة معلومة بأجرة معلومة) .... وأما ركنها فهو الإيجاب والقبول والارتباط بينهما، وأما شرط جوازها فثلاثة أشياء أجر معلوم وعين معلوم وبدل معلوم. (۸/۳،٤، كتاب الإجارة)

ما في "**المبسوط للسرخسي**": ووجه قوله الآخر أنه خيره بين نوعين من العمل كل واحد منهما معلوم في نفسه والبدل بمقابلة كل واحد منهما مسمى معلوم فيجوز العقد كما لو اشترى ثوبين على أن له الخيار يأخذ أيهما شاء ويرد الآخر وسمى لكل واحد منهما ثمناً، وهذا لأن الأجر لا يجب بنفس العقد =

....

....

....

= وإنـمـا يـجب بالعمل وعند العمل ما يلزمه من البدل معلوم وكذلك عقد الإجارة في حق المعقود عليه كـالـمضاف وإنما ينعقد عند إقامة العمل وعند ذلك لا جهالة في المعقود عليه .... (والفصل الثـالـث): أن يقول إن خطته اليوم فلك درهم، وإن خطته غداً فلك نصف درهم فعند أبي حنيفة رحمه الله الشرط الأول جائز والثاني فاسد وعندهما الشرطان جائـزان.

(١١٢/١٥، باب كل الرجل يستصنع الشيء)

ما فی "**نتـائـج الأفكار تكملة فتح القدير** " : (والـمـنـافـع تـارةً تصير مـعلومة بالمـدة كاستئجار الدور لـلسـكـنـى والأرضيـن للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة إلى مدة كانت) لأن المدة إذا كانت معلومة كـان قـدر الـمـنـفـعة فيها معلوماً إذا كانت المنفعة لا تتفاوت، وقوله إلى مدة كانت، إشارة إلى أنه يجوز طالت المدة أو قصرت لكونها معلومة ولتحقق الحاجة إليها.

(٦٤/٩، كتاب الإجارة، قبيل باب الأجر......)

وأيضاً: (إذا كـان لـكل واحد منهما أن ينقص الإجارة لانتهاء العقد الصحيح) قال في المحيط البرهاني: وفـي الأصـل إذا استـأجـر الـرجـل من آخر داراً كل شهر بعشرة دراهم فإن أبا حنيفة قال: هذا جائز ولكل واحـد مـنـهـمـا أن يـنقص الإجارة في رأس الشهر فإن سكن يوماً أو يومين لزمه الإجارة في الشهر الثاني . وإطـلاق مـحـمـد فـي الـكـتـاب يدل عليه وإنما أجازت الإجارة فيما وراء الشهر الأول وإن كانت المدة مجهولة لتعامل الناس من غير نكير ومنكر . (٩٤/٩)

ما فی " **درر الـحكام شرح مجلة الأحكام** ": النوع الأول الملك أو الولاية ....شرط الصحة منفعة أنواع........النوع الأول رضاء العاقدين ....النوع الثاني تعيين المأجور ....النوع الثالث تعيين الأجرة.........النوع الرابع تعيين المنفعة . (٤٩٥/١،٤٩٦، اسلامی قانون اجاره:٤٣٨)

دوکان کے سامنے ٹھیلا لگانے والے سے صاحبِ دوکان کا اجرت لینا

مسئلہ(۳۳۱): دوکاندار کا اپنی دوکان کے سامنے اشیاء فروخت کرنے والے سے وہاں کھڑے ہونے کی اجرت لینا جائز نہیں، کیوں کہ دوکان کے سامنے کی جگہ تو عام استعمال کے لئے ہوتی ہے، دوکاندار کی ملکیت میں نہیں ہوتی، اور کرایہ صرف اپنی ملکیت کی اشیاء کا وصول کرنا جائز ہے، ہاں اگر وہ جگہ دوکاندار کی ذاتی ملکیت میں ہے تو پھر کرایہ وصول کرسکتا ہے۔(۱)

مالکِ مکان کا کرایہ دار سے پیشگی رقم وصول کرنا

مسئلہ(۳۳۲): مالکِ مکان یا دوکان پگڑی کی بجائے پیشگی رقم (Advance payment) کے نام سے کچھ رقم کرایہ دار سے وصول کرتا ہے(۲)، اور یہ شرط لگاتا ہے کہ جب

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : ومنها الملك والولاية فلا تنفذ إجارة الفضولي لعدم الملك والولاية.

(۵/۵۲۸، كتاب الإجارة ، فصل في شرائط الركن)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شرط النفاذ ثلاثة أنواع : النوع الأول : الملك والولاية .

(۱/۴۹۵، كتاب الإجارة ، الفصل الثامن في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها)

ما في " **درر الحكام** " : بقاعدة فقهية : " لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ".

(۱/۹۸، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية ، المادة :۹۷، اسلام کا قانون اجارہ:۴۴۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : يعتبر ويراعى كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها. (۱/۵۴۱، المادة:۴۷۳)

وأيضاً: تلزم الأجرة بشرط التعجيل، يعني لو شرط كون الأجرة معجلة يلزم المستأجر تسليمها، أي إذا شرط إعطاء الأجرة معجلة سواء أكان ذلك في اثناء عقد الأجرة أو بعده.

(۱/۵۳۱، المادة: ۴۶۸، وكذا في البحرالرائق:۷/۸،كتاب الإجارة)

کرایہ دار مکان واپس کرے گا تو یہ رقم بھی واپس کردی جائیگی، البتہ اس پیشگی رقم کو ہم امانت تصور کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں شرعاً یہ جائز ہے(۱)، اس صورت میں کرایہ دار کیلئے اس رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہ ہوگا(۲)، اور اگر کرایہ دار کو مالک یہ رقم بطور قرض کے دیدے تو پھر اس رقم کو چونکہ مکان کی مدتِ اجارہ کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے، اس لئے اس قرض میں تاجیل ہوئی، اور یہ حضراتِ حنفیہ رحمہم اللہ کے یہاں جائز نہیں ہے(۳)، جبکہ فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک قرض میں مدت مقرر کرنا جائز ہے(۴)، حضراتِ مالکیہ رحمہم اللہ کے نزدیک تاجیل صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے(۵)، سلف میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عطاءؒ، حضرت عمرو بن دینارؒ وغیرہ اہلِ علم حضرات بھی قرض میں تاجیل کے قائل ہیں(۶)، البتہ ہمارے زمانہ کے تعاملِ ناس اور ضرورت کے پیشِ نظر جمہور کی رائے قبول کرلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

---

(۱) ما فی " **الهداية** ": إن العين المستأجر أمانة في يد المستأجر. (۳۰۸/۳، باب إجارة الفاسدة)

(۲) ما فی " **النتف فی الفتاوی** ": لا تجوز في الوديعة ثمانية أشياء: لا تباع ولا توهب ولا ترهن ولا يتصدق بها ولا تؤاجر ولا تعار ولا تستعمل متفقاً عليه، والثامن لا تودع إلا من كان في عياله في قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد وفي قول ابن أبي ليلى تودع .

(ص ۳۵۱، كتاب الوديعة ، ما لا تجوز الوديعة فيه ، وكذا في الفتاوى الهندية :۳۳۸/٤، كتاب الوديعة وهو مشتمل على عشرة أبواب، وكذا في الخلاصة:۲۹۱/٤ ، كتاب الوديعة، الفصل الأول ، جنس آخر)

(۳) ما فی " **الفتاوی الهندية** " : ولا يثبت الأجل في القروض عندنا كما في الخانية.

(۳٦۸/٥، الباب السابع والعشرون في القرض والدين، الهداية:۷٦/۳، باب المرابحة والتولية)

(٤) ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** " : وأجاز الشافعي التأجيل في القرض. (٥٦۸/۱)

(٥) ما فی " **اعلاء السنن** " : وقال مالك والليث: يتأجل الجميع بالتأجيل .... وقال أبو حنيفة : كل دين يصح تأجيله إلى القرض، فإن تأجيله لا يصح، ولنا أن الأجل يقتضي جزاء من العوض، والقرض =

کرایہ دار اول کا کرایہ دار ثانی کو پگڑی پر مکان دینا

مسئلہ(۳۳۲): اگر کرایہ دار خود پگڑی دیئے بغیر مکان حاصل کرے اور دوسرے کرایہ دار سے پگڑی لے کر کرایہ پر دینا چاہے یا مالکِ مکان کرایہ داری کا معاملہ ختم کر کے اپنی چیز کو واپس لینا چاہے اور کرایہ دار اس سے یعنی اصل مالک سے پگڑی کے نام پر رقم حاصل کرنا چاہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، جیسا کہ آج کل عام ہو چکا ہے، یاد رکھیں یہ رقم جو اصل مالک سے یا دوسرے کرایہ دار سے وصول کی جا رہی ہے حرام ہے، اس کا لینا کرایہ دار کیلئے بالکل جائز نہیں ہے(۱)۔

= لايحتمل الزيادة والنقص في عوضه.(٤/٥٧٤، القرض لا يتأجل بالتأجيل)

ما فی " **الكتاب** ": وقوله تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه**﴾.

(سورة البقرة:٢٨٢)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** ": قال الإمام حجة الإسلام أبو بكر أحمد بن علي الرازي: وقد احتج بعضهم في جواز التاجيل في القرض بهذه الآية .... قال أبوبكر: قوله تعالى:﴿**إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى**﴾ قد اشتمل على كل دين ثابت مؤجل.(١/٥٨٥، ٥٨٦، باب عقود المداينات)

(٦)ما فی " **فتح البارى لإبن حجر** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه : عن رسول الله صلى الله عليه وسلم " **أنه ذكر رجلاً سأل بعض بني إسرائيل أن يسلفه ألف دينار، فدفعها إليه إلى أجل مسمى** ". وقال ابن عمر رضي الله عنهما وعطاء : إذا أجّله في القرض جاز.

(٥/٤٣٢، باب الشروط في القرض، رقم الحديث:٢٧٣٤)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **رد المحتار** " : في القنية : الرشوة يجب ردها ولا تملك وفيها دفع للقاضي أو لغيره سحتاً لإصلاح المهم فأصلح ثم ندم يرد ما دفع إليه.

(٨/٣٥، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية)

البتہ ایک کرایہ دار دوسرے کرایہ دار سے رقم (پگڑی کے نام پر) اس وقت لے سکتا ہے جبکہ موجودہ کرایہ دار نے اس مکان یا دوکان میں کوئی تعمیری کام کرایا ہو(۱)۔
اگر موجودہ کرایہ دار نے اس مکان میں کوئی تعمیری کام نہ کرایا ہو تو دوسرے کرایہ دار سے پگڑی نہیں لے سکتا، نیز موجودہ کرایہ دار مالکِ مکان سے پگڑی کی رقم کسی بھی صورت میں نہیں لے سکتا ہے(۲)۔

زمین کو متعین مدت واجرت کے ساتھ کرایہ پر لینا

مسئلہ(۳۳۴): اگر کوئی شخص زمین کو متعین مدت اور متعین اجرت کیساتھ کرایہ پر لے تو عرفِ عام میں اس کو پٹہ کہا جاتا ہے، اگر اس میں اجارہ کی تمام شرائط کامل طریقہ سے پائی جائیں، تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور یہ معاملہ مدتِ اجارہ ختم ہونے سے یا زمیندار یا کرایہ دار کی موت واقع ہونے سے ختم ہو جاتا ہے، پھر کرایہ دار کو اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔(۳)

---

(۱) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل .

(۱۵/ ۱۳۰، كتاب الإجارة ، باب إجارة الدور والبيوت ، مكتبة دارالمعرفة بيروت)

ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار**" : ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة.

(٤/ ٤٢٥ ، كتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر، وكذا في رد المحتار: ۹/ ۳۸،كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)

(۲) ما في " **رد المحتار** " : في القنية : الرشوة يجب ردها ولا تملك وفيها دفع للقاضي أو لغيره سحتاً لإصلاح المهم فأصلح ثم ندم يرد ما دفع إليه.

(۸/ ۳۵، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، ردالمحتار:۸/ ۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **مجموعة رسائل ابن عابدين** " : ويجوز أن يستأجر الساحة ليبنى فيها أو ليغرس فيها نخلاً =

....

....

= أو شجراً لأنها منفعة تقصد بالأراضي ثم إذا انقضت مدة الإجارة لزمه أن يقلع البناء والغرس ويسلمها فارغة لأنهما لا نهاية لهما ففي إبقائهما ضرر بصاحب الأرض.(٢/١٤٨، مكتبه عثمانيه كراتشى)

ما في " **المغني لإبن قدامة** " : ولا خلاف بين أهل العلم في إباحة إجارة العقار ، قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن استئجار المنازل والدواب جائز، ولا تجوز إجارتها إلا في مدة معينة معلومة ولا بد من مشاهدته وتحديده فإنه لا يصير معلوماً إلا بذلك ، ولا تجوز إطلاقه ولا وصفه وبهذا قال الشافعي.(٥/٢٧١، كتاب الإجارة)

وما في " **المغني لإبن قدامة** " : إذا أجره للغراس سنة صح ، لأنه يمكنه تسليم منفعتها المباحة المقصودة فأشبهت سائر المنافع ، وسواء شرط قلع الغراس عند انقضاء المدة أو أطلق وله أن يغرس قبل انقضاء المدة فإذا انقضت لم يكن له أن يغرس لزوال عقده فإذا انقضت السنة وكان قد شرط القلع عند انقضائها لزمه ذلك وفاء بموجب شرطه ، وليس على صاحب الأرض غرامة نقصه .

(٥/٢٩٣، كتاب الإجارة)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شروط الإجارة أربعة : شرط الانعقاد ، شرط النفاذ ، شرط الصحة ، شرط اللزوم .

شرط الانعقاد ستة أنواع : **النوع الأول** ؛ يرجع إلى العاقد وهو عبارة عن أهلية العاقدين . **النوع الثاني** ؛ يرجع إلى العقد وهو عبارة عن جعل الإيجاب والقبول موافقاً. **النوع الثالث** ؛ يرجع إلى المكان وهو عبارة عن اتحاد المجلس . **النوع الرابع** ؛ يرجع إلى بدل الإجارة وهو عبارة عن ضرورة البدل المذكور ملكاً لذلك لا تكون الإجارة صحيحة إذا جعل بدلها ميتةً أو إنساناً حراً . **النوع الخامس**؛ يرجع إلى المأجور وهو أن يكون مالاً متعارفاً إيجاره . **النوع السادس**؛ يرجع إلى المنفعة وهو عبارة عن أن تكون المنفعة مقصودة من العين في نظر الشرع الشريف ونظر العقلاء ...... وإلا يفرض العمل الذي تقع عليه الإجارة نفس الأجير .

شرط النفاذ ثلاثة أنواع : **النوع الأول**؛ الملك أو الولاية . **النوع الثاني** ؛ أن لا يكون هناك تعلق لغير =

زراعت پر لی ہوئی زمین کا فسخِ اجارہ (Termination)

مسئلہ (۳۳۵): اگر کسی شخص نے کسی سے بطورِ زراعت زمین لی ہو اور مدتِ اجارہ ختم ہو جائے یا فسخ ہو جائے اور کھیتی تیار ہونے میں کچھ وقت باقی ہو، تو مستاجر کو اجازت ہے کہ وہ کھیتی تیار ہونے کے بعد زمین واپس کرے، کیوں کہ پہلے واپس کرنے میں مستاجر کو نقصان ہے، لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جتنا وقت فسخِ اجارہ یا اختتامِ اجارہ کے بعد گزرے گا اس کی اجرتِ مثل کرایہ دار کے ذمہ واجب ہوگی، اس میں فریقین کی رعایت ہے، موجر کی رعایت تو اس طرح ہے کہ اس کو زمین کی اجرتِ مثل ملیگی اور کرایہ دار کی رعایت اس طرح ہے کہ اس کو کھیتی تیار ہونے تک کی مہلت مل جائیگی (۱)، البتہ اگر فریقین میں سے کسی کا انتقال ہونے کی وجہ سے معاملہ فسخ (Termination) ہوا ہے تو پھر کرایہ دار طے شدہ اجرت ہی دے گا۔

= المؤجر فلذلك إذا استؤجرت دار مدة معلومة ثم آجرت بعينها لآخر فالإجارة الثانية غير نافذة . **النوع الثالث**؛ وجود شرطي الصحة والانعقاد .

شرط الصحة ستة أنواع : **النوع الأول** ؛ رضاء العاقدين . **النوع الثاني** ؛ تعيين الأجرة . **النوع الثالث** ؛ تعيين المأجور . **النوع الرابع** ؛ تعيين المنفعة . **النوع الخامس** ؛ أن يمكن استيفاء المنفعة . **النوع السادس** ؛ وجود شرط الانعقاد.

وشرط اللزوم نوعان : **النوع الأول** ؛ وجود شرط الانعقاد والنفاذ والصحة لأن الإجارة التي لا تكون منعقدة لا تكون لازمة . **النوع الثاني** ؛ أن تكون الإجارة خالية من أحد الخيارات ولذلك فالتي يكون فيها أحد الخيارات لا تكون لازمة.

(۱/٤۹٥، ٤۹٦، كتاب الإجارة، الفصل الثاني في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها، وكذا في الفتاوى الهندية: ٤/٤۱۰، ٤۱۱ ، كتاب الإجارة ، مطلب شروط الإجارة)

ومتى مات المؤاجر أو المستأجر انقضت الإجارة فى جميع ما ذكرنا فى قول أبى حنيفة وأصحابه وأبى عبد الله ولاتنفسخ فى قول الشافعى ۔(النتف فى الفتاوى: ۳٤۹، كتاب الإجارة، فسخ الإجارة)

اوراگر یہ عقداجارہ علی العمل ہو یعنی کسی شخص کوکوئی کام کرنے کیلئے اجرت پر رکھا گیا ہواور پھر اجارہ کو منسوخ کردیا گیا ہوتو چوں کہ اجارہ میں تنسیخ (Termination) جانبین کی رضامندی سے ہوتی ہے کوئی ایک فریق تنہا اپنی مرضی سے اجارہ کوختم نہیں کرسکتا(۱)،تو ایسی صورت میں جانبین کو یہ چاہیے کہ وہ فسخِ اجارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مفادات (Interest) کوسامنے رکھے۔(۲)

زمین کوکاشت کاری پر دینے کا حکم

مسئلہ(۳۳٦): زمین کوچند شرطوں کے ساتھ کاشت کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے۔

۱-......زمین کا قابلِ کاشت ہونا۔

۲-......کرائے پر دی جانے والی زمین میں کاشت کی جانے والی چیز کی تعیین۔

۳-...... کتنی مدت کیلئے کرایہ پرلیا جارہا ہے اس کی تعیین۔

۴-...... متعینہ مدت کی اجرت کی تعیین۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : (والزرع یترك بأجر المثل إلی إدراکه) رعایة للجانبین ، لأن له نهایة ." در مختار"................. قوله : (والزرع یترك) أي بالقضاء أو الرضاء ، قوله : (رعایة للجانبین) أي جانب المؤجر بإیجاب أجر المثل له وجانب المستأجر بإبقاء زرعه إلی انتهائه .(۹/ ٤٥ ،کتاب الإجارة ، باب ما یجوز من الإجارة وما یکون خلافاً فیها)

ما في " **المبسوط للسرخسي**" : ولأن في المعاوضات یجب النظر من الجانبین ولا یعتدل النظر بدون اللزوم .(۱۵/ ۷۹،کتاب الإجارة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : ولیس للآجر أن یفسخ بنفسه." درمختار".(۹/ ۳٦،کتاب الإجارة ، أیضاً :۹/ ۱۰٤، ۱۰۵، کتاب الإجارة ، باب فسخ الإجارة)

اگران میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اجارۂ اُرض (زمین کا اجارہ) فاسد ہو جائے گا، مثلاً: زمین کے اجارہ کے وقت مدتِ اجارہ طے نہ ہوئی، یعنی یہ طے نہ ہوا کہ اس زمین کو کتنی مدت کیلئے اجارہ پر لیا جارہا ہے، یا اس کی اجرت غیر متعین رہی تو پھر جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو جائے گا، اسی طرح زمین میں کیا کاشت کی جائے گی، اس کی تعیین بھی ضروری ہے، عدمِ تعیین کی بناء پر اجارہ فاسد ہوگا، ہاں اگر مستاجر کو اختیار دیدیا گیا کہ جو اس کا مَن چاہے کاشت کرے، اس صورت میں عقد درست ہوگا، لیکن اگر کسی نے نہ تعیین کی نہ تعمیم کی تو پھر یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (صلاحية الأرض للزرع، وأهلية العاقدين، وذكر المدة).

"درمختار". قوله: (صلاحية الأرض للزرع) فلو سبخة أو نزّة لا تجوز، ولو لم تصلح وقت العقد بعارض على شرف الزوال كانقطاع الماء وزمن الشتاء ونحوه اهـ .... وإنما شرط محمد بيان المدة في الكوفة ونحوها، لأن وقتها متفاوت عندهم وابتداؤها وانتهاؤها مجهول عندهم اهـ . لكن قال في الخانية بعد ذلك: والفتوى على جواب الكتاب: أي من أنه شرط. (۳۹۸/۹، كتاب المزارعة)

ما فی " **البدائع الصنائع** ": والأصل في شرط العلم بالأجرة قول النبي صلى الله عليه وسلم: "**من استأجر أجيراً فليعلمه أجره**". والعلم بالأجرة لا يحصل إلا بالإشارة والتعيين أو بالبيان.

(۲۱،۲۰/٦، كتاب الإجارة)

وأيضاً: وأما في إجارة الأرض فلا بد فيها من بيان ما تستأجر له من الزراعة والغرس والبناء وغير ذلك فإن لم يبين كانت الإجارة فاسدة إلا إذا جعل له ينتفع بها بما شاء.

(٥٤٧/٥، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": من استأجر أرضاً ولم يعين ما يزرعه ولم يعم على أن يزرع ماشاء فإجارته فاسدة، ولكن لو عين قبل الفسخ ورضى الآجر تنقلب إلى الصحة.

(٦٠٢/١، كتاب الإجارة، باب إجارة العقار، المادة:٥٢٤، الهداية:۳۹۸/۳، كتاب الإجارات، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون فلاناً فيها، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٩٤/٦، فتاوی حقانیه:٢٤٥/٦)

پٹہ دوامی کے جواز کی صورتیں

مسئلہ(۳۳۷): پٹہ دوامی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص حکومت یا کسی وقف کے ادارے یا بیت المال یا کسی کی شخصی ملکیت سے کوئی زمین متعین کرایہ کے ساتھ لے لے، اس عقد میں زمیندار کرایہ دار کے نام پر لکھ دے دیتا ہے کہ یہ زمین ہمیشہ ہمیش کیلئے کرایہ دار کو دی جا رہی ہے، جس کے بعد کرایہ دار اور زمیندار اس بات سے بخوبی واقف رہتے ہیں کہ زمین پر اب ملکیت تو زمیندار کی رہے گی، لیکن اس کو ہمیشہ کیلئے استعمال کرنے کا حق کرایہ دار کے پاس ہی رہے گا، اور یہ معاملہ زمیندار یا کرایہ دار میں سے کسی ایک کی موت سے بھی ختم نہیں ہوتا، بلکہ استعمال کا یہ حق ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور زمیندار کرایہ دار سے اس زمین کو کبھی بھی اس کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں لے سکتا، فقہائے متأخرین نے جن صورتوں میں پٹہ دوامی کی اجازت دی ہے وہ صورتیں درجِ ذیل ہیں:

۱-......جس زمین یا مکان کو پٹہ دوامی کے طور پر دیا گیا ہے، وہ عقد کے شروع ہی سے پٹہ دوامی کے طور پر دیا گیا ہو، اور کرایہ دار کو مالک نے اس امر کی یقین دہانی کرا دی ہو کہ کرایہ دار کا قبضہ اس پر سے ختم نہیں کیا جائیگا۔

۲-......کرایہ دار نے مالک کی اجازت سے قبضہ ختم نہ کرنے کی یقین دہانی کے بعد، اس زمین پر اپنا روپیہ اور محنت لگائی ہو، اور کوئی مستقل پائیدار عین قائم کر دی ہو، مثال کے طور پر زمین ہموار کر کے اس میں کوئی کنواں یا نہر، یا حوض، یا عمارت وغیرہ تعمیر کر لی ہو۔

۳-...... پٹہ دوامی اوقاف کی زمین میں ہو، یا یہ زمین بیت المال کی ملکیت میں ہو، یا ایسی کرایہ کی زمین میں بھی پٹہ دوامی کیا جا سکتا ہے جس میں مالک نے کرایہ دار کو قبضہ ختم نہ کرنے کی یقین دہانی کروا کر پٹہ دوامی لکھ دیا ہو، جس کی بنیاد پر اس نے اس زمین پر کوئی پائیدار عین تعمیر کر لی ہو، ان شرائط

کے ساتھ زمین کو پٹہ دوامی پر دینا شرعاً جائز ہے، اور کرایہ دار کا قبضہ اس وقت تک ختم کرنا جائز نہ ہوگا، جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی نہ کرے:

(الف)......جائداد کا متعین کرایہ یا بٹائی کا حصہ پابندی سے ادا کرتا ہے۔

(ب)......کرایہ داریا کاشتکار کیلئے لازم ہے کہ وہ اس زمین کی وہ اجرت ادا کرتا رہے جو اس وقت اس جائداد کی عرف ورواج میں ہو، یعنی اجرتِ مثل ادا کرتا رہے، اگر اس جائداد کا کرایہ معاملہ کرنے کے بعد بڑھ جائے تو کرایہ دار کیلئے بھی لازم ہوگا کہ وہ بھی اس جائداد کا کرایہ بڑھا دے، اور عرف ورواج کے مطابق کرایہ ادا کرتا رہے، لیکن یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جائداد کی اجرتِ مثل میں اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا جو کرایہ دار کے اس زمین میں عمل اور تصرف کرنے سے پہلے تھی، مثال کے طور پر ایک کرایہ دار نے زمین دس ہزار (10,000) روپئے ماہانہ کرایہ پر لی، بعد میں ایسی ہی حالت وصفت والی زمین کا کرایہ بارہ ہزار (12000) روپیہ ہوگیا، تو اب کرایہ دار کے لیے اس زمین کا کرایہ بارہ ہزار (12000) روپئے ہی ادا کرنا ضروری ہوگا، کاشتکار یا کرایہ دار کے عمل سے اس زمین کے کرایہ میں اگر کوئی اضافہ ہوا ہے تو اس کا اجرتِ مثل میں اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس عمل اور تصرف سے پہلے کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے اجرتِ مثل کا تقرر ہوگا۔

(ج)......کاشتکار یا کرایہ دار اس زمین کو تین سال تک معطل نہ چھوڑے۔

اگر شرائطِ مذکورہ میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی گئی تو کرایہ دار یا کاشتکار کا اس زمین پر سے دائمی حقِ استعمال ختم ہو جائے گا، اور اگر اس نے ان شرائط کی پابندی کی، تو اس کا اس جائداد پر دائمی حقِ استعمال ثابت ہو جائے گا، اور اس کے انتقال کے بعد یہی حق اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا، لیکن یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پٹہ دوامی میں جائداد پر جو دائمی ''حق'' کرایہ دار کو ملتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے وہ ملکیت کے

ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ ملکیت تو درحقیقت اصل مالک کی ہی رہتی ہے، اور اس زمین یا جائداد کو استعمال کرنے کا حق پٹہ دوامی میں کرایہ دار کو ملتا ہے، اس کے انتقال کے بعد یہی حق ورثاء کی طرف منتقل ہوتا ہے، چونکہ پٹہ دوامی میں ملکیت نہیں ہوتی بلکہ ''حق'' ہوتا ہے، اسی لیے کرایہ دار کے انتقال کے بعد فقہاء کے نزدیک یہ حق ورثاء میں سے صرف لڑکوں کو ملے گا، لڑکیوں اور دوسرے ورثاء کو یہ حق منتقل نہیں ہوگا۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک لڑکے نہ ہونے کی صورت میں لڑکی اور اگر وہ نہ ہو تو حقیقی باپ، بھائی کو، اور وہ بھی نہ ہو تو حقیقی ہمشیرہ کو اور وہ بھی نہ ہو تو ماں کو حق دیا جائے گا۔

نوٹ :-...... پٹہ دوامی کی صورت چوں کہ اصل ضابطۂ اجارہ اور فقہاء کی ذکر کردہ تصریحات کے مطابق نہیں ہے، اس لیے فقہاء نے اجارہ کی اس صورت کو ناجائز کہا ہے، البتہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے مختلف فقہاء کی عبارتیں اس صورت کے عدمِ جواز پر نقل کی ہیں، پھر قنیہ سے اس کا جواز ثابت کیا ہے، اور اس کے جواز کی تائید میں امام خصاف رحمہ اللہ کی عبارت پیش کی ہے۔

چونکہ فقہاء کی عبارات اس مسئلہ میں مختلف ہیں اور ان کے درمیان اضطراب پایا جاتا ہے، اس لئے ان عبارتوں کے درمیان اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ جن عبارتوں سے پٹہ دوامی کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ چونکہ پٹہ دوامی کی عمومی نوعیت عام شرعی ضابطوں کے خلاف ہے اس لئے یہ صورت ناجائز ہوگی، اور جن عبارتوں سے پٹہ دوامی کا جواز ثابت ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ ان سے مراد وہ خاص صورتیں ہیں جن کو اوپر بیان کیا گیا، اس لئے اگر ان خاص خاص صورتوں کے مطابق پٹہ دوامی کو اختیار کیا جائے تو جائز طریقۂ کار کی وجہ سے وہ مستثنیٰ ہوگی، اور فقہاء کرام کے فتویٰ کے مطابق جائز ہوگی۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في ''**رد المحتار**'': قال ابن عابدين رحمه الله : وفي وفتاوى العلامة المحقق عبد الرحمن آفندي العمادي مفتي دمشق جواباً لسؤال عن الخلو المتعارف بما حاصله : أن حكم العام قد يثبت =

....

....

= بالعرف الخاص عند بعض العلماء كالنسفي وغيره ، ومنه الأحكار التي جرت بها العادة في هذه الديار، وذلك بأن تمسح الأرض وتعرف بكسرها ويفرض على قدر من الأذرع مبلغ معين من الدراهم ويبقى الذي يبنى فيها يؤدي ذلك القدر في كل سنة من غير إجارة كما ذكره في " أنفع الوسائل " فإذا كان بحيث لو رفعت عمارته لا تستأجر بأكثر تترك في يده بأجر المثل ، ولكن لا ينبغي أن يفتى باعتبار العرف مطلقاً خوفاً من أن ينفتح باب القياس عليه في كثير من المنكرات والبدع ، نعم يفتى به فيما دعت إليه الحاجة وجرت به في المدة المديدة العادة وتعارفه الأعيان بلا نكير كالخلو المتعارف في الحوانيت ، وهو أن يجعل الواقف أو المتولي أو المالك على الحانوت قدراً معيناً يؤخذ من الساكن ويعطيه به تمسكاً شرعياً فلا يملك صاحب الحانوت بعد ذلك إخراج الساكن الذي ثبت له الخلو ولا إجارتها لغيره ما لم يدفع له المبلغ المرقوم ، فيفتى بجواز ذلك قياساً على بيع الوفاء الذي تعارفه المتأخرون احتيالاً عن الربا ، حتى قال في مجموع النوازل : اتفق مشايخنا في هذا الزمان على صحته بيعاً لاضطراب الناس إلى ذلك ، ومن القواعد الكلية : " إذا ضاق الأمر اتسع حكمه " . فيندرج تحتها أمثال ذلك مما دعت إليه الضرورة . والله أعلم .(٩/٣٥،كتاب الإجارة ، مطلب في المرصد والقيمة ومشد المسكة)

ما في " **مجموعة رسائل ابن عابدين** " : وقال ابن عابدين في رسائله : ذكر في البحر عن القنية ما نصه : استأجر أرضاً وقفاً وغرس فيها وبنى ثم مضت مدة الإجارة فللمستأجر أن يستبقيها بأجر المثل إذا لم يكن في ذلك ضرر ولو أبى الموقوف عليهم إلا القلع ليس لهم ذلك انتهى . قال في البحر : وبهذا يعلم مسألة الأرض المحتكرة وهي منقولة أيضاً في أوقاف الخصاف انتهى . ... قال ابن عابدين : قلت : حاصله أن كلام المتون والشروح وإن كان شاملاً للوقف والملك لكن كلام القنية حيث اعتضد بما ذكره الخصاف صار مخصصاً لكلام المتون والشروح بالملك ويكون الوقف خارجاً عن ذلك فللمستأجر الاستبقاء بأجر المثل بشرط عدم الضرر على الوقت أصلاً ولكن اضطرب كلام الخير الرملي =

....

....

= في فتاواه فتارة أفتى بهذا وتارة أفتى بإطلاق المتون والشروح حيث (سئل) في أرض سلطانية وقف معدة لغراس (إلى قوله) أجاب: نعم له الاستبقاء حيث لا ضرر على الجهة ولزوم الضرر على الغارس ثم نقل ما مر عن القنية والبحر ، ثم قال واقف على أن الشرع يأبى الضرر خصوصاً والناس على هذا وفي القلع ضرر عليهم وفي الحديث الشريف عن النبي المختار : " **لا ضرر ولا ضرار** ". والله أعلم........

...... وفي مجموعة رسائل ابن عابدين : قد يثبت حق القرار بغير البناء والغرس بأن تكون الأرض معطلة فيستأجرها من المتكلم عليها ليصلحها للزراعة ويحرثها ويكبسها وهو المسمى بمشد المسكة فلا تنزع من يده ما دام يدفع ما عليها من القسم المتعارف كالعشرة ونحوه وإذا مات عن ابن توجه لإبنه فيقوم مقامه فيها .... ثم نقل عن مجموعة عبد الله آفندي أنها عند عدم الإبن تعطى لبنته ، فإن لم توجد فلأخيه لأب فإن لم يوجد فلأخته الساكنة فيها فإن لم توجد فلأمه ، (وذكر العلائي) في خراج الدر المنتقى : تنتقل للإبن ولا تعطى البنت حصته وإن لم يترك إبناً بل بنتاً لا تعطى ويعطيها صاحب التيمار لمن أراد ....(وفي) الحامدية : أيضاً في مزرعة وقف تعطلت بسبب تعطل قناتها ودثورها آجرها الناظر لمن يعزل قناتها ويعمرها من ماله ليكون مرصداً له عليها للضرورة الداعية وأذن له بحرثها وكبسها بالتراب وتسويتها ليكون له حق القرار فيها المعبر عنه بالمسكة وبالغراس و البناء ليكون ذلك ملكاً له فإنه يصح ....(وعلمت) أن هذا شامل للأرض الملك والوقف إلا إذا كانت أرض الوقف معدة لذلك كالقرى والمزارع التي أعدت للزراعة والاستبقاء في أيدي فلاحيها الساكنين فيها والخارجين عنها بأجرة المثل من الدراهم أو بقسم من الخارج كنصفه وربعه ونحو ذلك مما هو قائم مقام أجرة المثل ومثل ذلك الأراضي السلطانية فإن ذلك كله لا يتم عمارته والانتفاع به المعتبر إلا ببقائه بأيدي المزارعين ......فكانت الضرورة داعية إلى بقائها بأيديهم إذا كان لهم فيها كردار أو مشد مسكة ما داموا يدفعون أجرة مثلها ولم يعطلوها ثلاث سنين كما مر .(٢/١٤٧ـ ١٥٤، بيروت، اسلام كا قانون اجاره: ٣٩٠)

اجارۃ الاعیان یعنی چیزوں کو کرایہ پر دینا

مسئلہ(۳۳۸): اجارۃ الاعیان سے مراد چیزوں کو کرائے پر دینا، گاڑی کو کرائے پر دینا، اس میں ملکیتِ مالک باقی رہتی ہے، مستاجر صرف منفعت پر قابض ہوتا ہے۔

اجارۃ الأعیان کے صحیح ہونے کے لئے چند شرائط ہیں:

۱-...... عقد، منفعتِ مباحہ پر ہو، جیسے کسی کو دوکان، دکانداری کے لئے، یا دھوبی کام کیلئے دینا(۱)، اگر شراب بیچنے کیلئے مکان ودوکان کرائے پر دیا تو یہ جائز نہ ہوگا، اور حاصل ہونے والی اجرت بھی حرام شمار کی جائے گی، اسی طرح سودی بینک یا انشورنس آفس، یا غیر مسلم کی عبادت گاہ کے لیے کرایہ پر دینا وغیرہ جائز نہیں بلکہ حرام ہوگا، اسی طرح گانا بجانا، موسیقی، نوحہ خانی وغیرہ امور کے لیے کرایہ پر دینا اور اجرت لینا جائز نہ ہوگا(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** ": أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحاً شرعاً: كاستئجار كتا ب للنظر والقراءة فيه والنقل منه، واستئجار دار للسكنى فيها. (۳۸۱۷/۵، ۳۸۱۸)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : لا يجوز الاستئجار على المعاصي كاستئجار الإنسان للعب واللهو المحرم وتعليم السحر والشعر المحرم وانتساخ كتب البدع المحرمة، وكاستئجار المغنية والنائحة للغناء والنوح لأنه استئجار على معصية والمعصية لا تستحق بالعقد ....فالقاعدة الفقهية إذن: " الاستئجار على المعاصي لا يجوز". (۳۸۱۷/۵، ۳۸۱۸)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو، وعلى هذا الحداء وقراءة الشعر وغيره ولا أجرة في ذلك، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى كذا في غاية البيان.

(٤٤٩/٤، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة والاستئجار على الطاعات والمعاصي والأفعال المباحة)

۲-......مدت متعین ہو، تا کہ بعد میں جھگڑا وفتنہ پیدا نہ ہو(۱)۔

۳-......لیز (Lease) یعنی اجارہ پر دی جانے والی چیز کا ذوات القیم میں سے ہونا ضروری ہے(۲)۔

۴-......لیز (Lease) یعنی اجارہ کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ لیز (اجارہ) پر دی گئی چیز مؤجر (Leaser) ہی کی ملکیت میں رہے، اور مستاجر (Leaseholder) کو صرف حقِ استعمال منتقل ہو۔

لہٰذا ہر ایسی چیز جسے صَرف یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر استعمال نہیں کیا جاسکتا، ان کی لیز (Lease) بھی نہیں ہوسکتی، اسی لئے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کو لیز (Lease) یعنی کرایہ پر دینا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں، اور اگر ان مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز لیز (اجارہ) پر دے دی گئی تو اسے قرض سمجھا جائے گا، اور قرض کے سارے احکام اس پر جاری ہوں گے، اس غیر صحیح لیز (اجارہ) پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا، وہ قرض پر لیا جانے والا اسود ہوگا(۳)۔

---

(۱) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** ": تعيين المدة والعمل إذا كان لا بد من تعيين المدة في إجارة المنافع كإجارة المنازل ونحوها. (۵/۳۸۱۲)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : أن تكون الأجرة مالاً متقوماً معلوماً وهذا باتفاق العلماء.(۵/۳۸۲۲)

وأيضاً: والمنفعة يشترط أن تكون متقومة أي ذات قيمة شرعاً أو عرفاً.(۵/۳۸۳۳)

(۳) ما في " **بدائع الصنائع** ": لا يجوز استئجار الدراهم والدنانير والمكيلات والموزونات لأنه لا يمكن الانتفاع بها إلا بعد استهلاك أعيانها. (۵/۵۲۰، كتاب الإجارة) =

۵-......لیز (Lease) پر دی گئی جائیداد مؤجر (Leaser) کی اپنی ذاتی ہو(۱)۔

۶-......مستاجر (Lease holder) کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال، غفلت وکوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو تو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہوگا(۲)۔

۷-......لیزنگ (Leasing) میں، مالک طے شدہ چیز کو، طے شدہ مدت کیلئے، مستاجر (Lease Holder) کے قبضہ میں انتفاع کیلئے کسی طے شدہ عوض کے ساتھ دیدے(۳)۔

= ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": والـمعقود عليه في الإجارة هي المنفعة لا العين، لهذا كله فإن المقرر أن: " كل ما ينتفع به مع بقاء عينه تجوز إجارته وما لا فلا ".

(۳۸۰۵/۵، دررالحکام شرح مجلة الأحكام: ۴۵۱/۱، المادة: ۴۲۰)

وما في " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": والإجارة بيع المنفعة لا بيع العين، ولا تجوز إجارة الشاة للبنها أو سمنها أو صوفها أو ولدها. (۳۸۰۴/۵)

ما في " **إعلاء السنن** " : عن فضالة بن عبيد رضي الله عنه صاحب النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : " **كل قرضٍ جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا** ".(۵۶۷/۱۴، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا)

(۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": ويشترط فيها أن يكون في مقدور المؤجر تسليمها فلا يصح إجارة المغصوب لغيره من في يده. (۳۸۳۴/۵)

(۲) ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : من استحق منفعة معينة بعقد إجارة فله استيفاء مثلها أو ما دونها وليس له أن يتجاوز إلى ما فوقها، فعليه إذا خالف المستأجر ماذونيته بالتجاوز إلى ما فوق المشروط وجب عليه الضمان لكونه تعدى .(۷۰۰/۱، المادة: ۶۰۵)

(۳) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : تسليم المأجور هو عبارة عن إجازة الآجر ورخصته للمستأجر بأن ينتفع به بلا مانع. (المادة: ۵۸۲)

وأيضاً : تسليم المأجور هو عبارة عن إجازة الآجر ورخصته للمستأجر بقبض المأجور وتسليمه والانتفاع به بلا مانع ولا حائل. (۶۶۵/۱)

۸-......لیز پر دی جانے والی چیز کا اچھی طرح متعین ہونا ضروری ہے(۱)۔

۹-......لیز (Lease) پر دی جانے والی چیز مدت کے دوران مؤجر (Leaser) کے ضمان (Risk) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہوجائے، جو مستاجر (Lease Holder) کے اختیار سے باہر ہو، تو یہ اختیار مؤجر (Laser) یعنی مالک برداشت کرے گا(۲)۔

---

(۱) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : يلزم تعيين المأجور بناء عليه لا يصح إيجار أحد الحانوتين من دون تعيين أو تمييز. (المادة: ٤٤٩)

وأيضاً : يلزم في صحة الإجارة (أي عدم فسادها) تعيين المأجور............لأن الجهل بالمأجور يستلزم الجهل بالمنفعة وهو مما يؤدي إلى التنازع، فإن تعيين المأجور بعد العقد وحصل رضاء الطرفين فالإجارة صحيحة. (٥٠٢/١)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : ضمان العين المستأجرة: تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف.(٣٨٤٧/٥)

اشیاءِ منقولہ اور استعمالی اشیاء کا اجارہ

مسئلہ (۳۳۹): استعمالی اشیاء کا اجارہ جائز ہے، بشرطیکہ مدتِ اجارہ اور اجرت متعین ہو، مثال کے طور پر کوئی شخص ڈیکوریشن (Decoration) کا سامان، یا اسلحہ، یا اشیاءِ منقولہ میں سے کوئی چیز کرایہ پر لے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مدتِ اجارہ اور اجرت کو متعین کرے، نیز اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس چیز کا استعمال عرف وعادت کے مطابق ہی کرے، مثلاً: گاڑی کرایہ پر لی تو اس کو ان راستوں پر چلائے جہاں عام طور پر گاڑیاں چلتی ہیں، نہ کہ ایسی جگہ جہاں گاڑیاں نہ چلتی ہوں، لہذا اگر غیر معروف راستہ پر گاڑی چلانے کی وجہ سے کوئی نقصان ہوجائے تو مستأجر ضامن ہوگا، اسی طرح اگر موجر اور مستاجر کے مابین یہ طے ہوجائے کہ وہ اشیاء ماجور کو فلاں کام کے لئے استعمال کرے گا، لیکن عقد کرنے کے بعد مستاجر نے کرایہ پر لی ہوئی شئ سے وہ کام نہ لیا، بلکہ دوسرے کام میں استعمال کیا اور کوئی نقصان ہوگیا، تو اس صورت میں بھی مستاجر ضامن ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی **"درر الحكام شرح مجلة الأحكام"** : يجوز إجارة الألبسة والأسلحة والخيام وأمثالها من المنقولات إلى مدة معلومة في مقابل بدل معلوم .

(۱/۶۱۹، كتاب الإجارة، الفصل الثالث في إجارة العروض)

ما فی **" بدائع الصنائع "**: إذا استأجر دابة ليحمل عليها عشرة مخاتيم شعير، فحمل عليها عشرة مخاتيم حنطة فعطبت، يضمن قيمتها، لأن الحنطة أثقل من الشعير، وليست من جنسه، فلم يكن ماذوناً فيه أصلاً، فصار غاصباً، كل الدابة متعدياً عليها فيضمن كل قيمتها ولا أجر عليه، لأن الأجر مع الضمان لا يجتمعان، لأن وجوب الضمان لصيرورته غاصباً، ولا أجرة على الغاصب على أصلنا.

(۶/۶۰، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة) =

مشینری کا اجارہ

مسئلہ(۳۴۰): آج کل بہت سے بینک اور کمپنیاں، مشینری، گاڑیاں اور مختلف ذرائعِ حمل ونقل کا اجارہ کرتی ہیں، اجارہ کرتے وقت وہ مختلف شرائط وضوابط پر مشتمل ایک معاہدہ (Agreement) تیار کرتی ہیں، جن پروجیکٹ (Project) یا مشنری (Machinery) کو بینک (Bank) یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) کرایہ داری پر دینا چاہتی ہے، تو وہ خواہش مند کمپنی سے ایک معاہدہ (Agreement) کرتی ہے، اس کے بعد بینک اس کمپنی کو اپنا مطلوبہ سامان بینک یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) کے اپنے نام پر خریدنے کی اجازت دے دیتا ہے (جس کے مصارف کی تعیین معاہدہ میں طے شدہ ہوتی ہے) معاہدہ کے مطابق بینک یا لیزنگ کمپنی سپلائرز (Supplyer,s) کو اس مال کی قیمت طے شدہ مدت کے اندر براہِ راست ادا کردیتی ہے۔

= ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولو استأجر ثوباً ليلبسه مدة معلومة فليس له أن يلبس غيره للتفاوت في اللبس وينصرف إلى اللبس المعتاد في النهار، وأول الليل إلى وقت النوم وآخرها عند القيام لا ينام فيه بالليل وإن فعل وتخرق ضمن.............. وإن كان ثوباً ينام فيه في الليل يجوز أن ينام فيه.

(٤٦٦/٤، كتاب الإجارة، الباب العشرون في إجارة الثياب، وكذا في بدائع الصنائع:٤٧/٦، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": من استأجر ثياباً على أن يلبسها بنفسه فليس له أن يلبسها غيره........ .. ليس لأحدٍ استأجر ثياباً ليلبسها غيره بإعارة أو إجارة أو غير ذلك لأن التقييد هنا مقيد، إذ أن الناس تتفاوت في لبس الثياب فليس لبس الرجل الذي يجلس في مكتبة طول النهار كلبس الجزار.

(٦٢١/١، كتاب الإجارة، الفصل الثاني، آپ کے مسائل اور ان کا حل:١٨٨/٦)

اس کے جواز وعدمِ جواز کی دو صورتیں ہیں:

۱-......پہلی صورت تو یہ ہے کہ بینک یا لیزنگ کمپنی اشیاء اور سامان خود خرید کر بحیثیتِ مالک اس پر خود قبضہ بھی کر لے، اور پھر اجرت ومدتِ معلومہ کے ساتھ اپنے گاہک کو کرایہ پر دیدے، چونکہ ان اشیاء کو بینک دوسرے شخص کو کرایہ پر دیتا ہے، اس لئے مدتِ اجارہ پوری ہوجانے کے بعد یہ اشیاء دوبارہ بینک کے قبضہ میں آجائیں گی، اس کے بعد فریقین کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوبارہ عقدِ اجارہ ازسرِ نو کرلیں، یا فریقین آپس میں اس وقت کوئی ثمن طے کر کے عقدِ بیع کرلیں، بینک کو یہ بھی اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ان اشیاء اور سامان کا کسی اور گاہک کے ساتھ کرایہ داری کا معاملہ کرلے، یا کسی دوسرے گاہک کے ہاتھ اس کو فروخت کردے، یہ طریقہ بالکل بے غبار اور شرعی اعتبار سے متفقہ طور پر جائز ہے(۱)۔

۲-......دوسری صورت یہ ہے کہ لیزنگ کمپنی (Leasing Company) اور بینک (Bank) ایسی اشیاء اور سامان کو کرایہ پر دے، جو کہ عقد کے وقت اس کی ملکیت میں نہ ہوں، یعنی عقد تو بینک یا لیزنگ کمپنی پہلے کرے،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الحنفي في ثوبه الجديد** ": يشترط في الإجارة أن تكون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضى إلى المنازعة كجهالة الثمن والمثمن في البيع........ .... فيصح العقد على مدة معلومة أيّ مدة كانت،لأن المدة إن كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً إذا كانت المنفعة لا تتفاوت. (٣٤٢/٤، كتاب الإجارة)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وأما بيان المدة فهو مطلوب في إجارة الدور والمنازل والبيوت والحوانيت وفي استئجار الظئر (المرضع) لأن المعقود عليه لا يصير معلوم القدر بدونه فترك بيانه يفضي إلى المنازعة. (٣٨٠٩/٥)

اور سامان کی خریداری اور اس کو کرایہ پر دینے کیلئے اپنی ملکیت میں لانے کا عمل عقدِ اجارہ کے بعد ہو، ایسی صورت میں عقدِ اجارہ کرنے کے بعد بینک وہ سامان اپنے گاہک (Customer) کے نام ہی پر خریدے، اور پھر بینک اپنے گاہک کو اس سامان پر قبضہ کرنے کا وکیل بنادے، ایسے موقع پر بینک ایک تاریخ مقرر کردیتا ہے، کہ فلاں تاریخ تک عقدِ بیع مکمل ہوجائے گا، اور اس کے بعد فلاں تاریخ سے عقدِ اجارہ شروع ہوجائے گا، لہذا اجارہ کی معینہ تاریخ کے بعد بینک اس سامان کا کرایہ وصول کرنا شروع کردیتا ہے، یہاں تک کہ عقدِ اجارہ کی مدت معاہدہ کے مطابق پوری ہوجائے، اور بینک اپنے تمام واجبات گاہک (Customer) سے وصول کرلے، تو پھر بینک وہ سامان معمولی قیمت پر اسی گاہک کے ہاتھ فروخت کردے گا، اس دوسری صورت میں فقہی اعتبار سے چند امور قابلِ غور ہیں۔

۱۔۔۔۔۔۔جس وقت بینک عقدِ اجارہ کرتا ہے، اس وقت بینک اس چیز کا مالک بھی نہیں، اور نہ ہی اس چیز پر بینک کا قبضہ ہوتا ہے، اور جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کو اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ عقد **ربح ما لم یضمن** (ایسی چیز سے نفع حاصل کیا جائے جس کا رسک وہ قبول نہ کرے) کے قبیل سے ہے جو کہ حدیث شریف کی رو سے ناجائز ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس میں چند خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔۔۔۔۔۔ یہ عقدِ اجارہ قبل القبض ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔

۲۔۔۔۔۔۔ یہ اشیاء کا، اپنے ضمان (Risk) میں آنے سے پہلے عقدِ اجارہ ہے، اور یہ بھی ناجائز ہے(۱)۔

---

(۱) ما فی " **السنن الترمذی** " : عن عمرو بن شعیب قال: حدثني أبي عن أبيه حتى ذكر عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "**لا يحل سلف وبيع، ولا شرطان في بيع، ولا ربح ما لم يُضمَن، ولا بيع ما ليس عندك**". (۲/۲۷۲، رقم الحديث:۱۲۳۴)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : وقول المجلة "**له أن يبيع**" يقصد به الاحتراز من الإيجار =

۳-......عقدِ اجارہ میں مدتِ اجارہ کے ختم پر اس چیز کو بیچنے کی شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔

۴-......صفقة في صفقة یعنی دو معاملات کو بیک وقت کرنا لازم آتا ہے، اور یہ بھی جائز نہیں، اس لیے اگر مذکورہ طریقے پر بھی اجارہ کیا جائے تو یہ عقدِ اجارہ جائز نہ ہوگا(۱)۔

البتہ اس معاملہ کو شریعت کے مطابق کرنے کیلئے چند امور کا لحاظ کرنا ہوگا۔

۱-......جس وقت معاملہ ہو، اس وقت عقدِ اجارہ کو منعقد نہ مانا جائے، بلکہ عقدِ اجارہ کا صرف وعدہ کیا جائے، اور گاہک کے پاس سامان آنے کے بعد بینک یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) گاہک سے عقدِ اجارہ باقاعدہ تحریری یا زبانی طور پر کرلیں، اب اگر سامان گاہک کی تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے، تو نقصان لیزنگ کمپنی یا بینک کا شمار ہوگا، کیونکہ عقدِ اجارہ کی وجہ سے سامان گاہک کے پاس امانت ہے، اور امانت پر بغیر تعدی کے ضمان نہیں آتا(۲)۔ اس صورت میں پہلی

= فإنه إذا كان المبيع عقاراً فقد اختلف في إيجاره قبل القبض، فقال بعض الفقهاء بعدم الجواز بالاتفاق وهذا هو الصحيح المفتى به. (۱/۲۳۶، المادة: ۲۵۳)

ما فی " **الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید** ": لو باع العقار بربح يلزم ربح ما لم يضمن، وصار بيع العقار كإجارته، وإجارته قبل قبضه لا تجوز فكذا بيعه. (۴/۱۹۸، أحكام التصرف في المبيع والثمن قبل القبض)

(۱) ما فی " **جمع الجوامع** ": لقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم النهي عن بيعتين وعن شرطين في بيعةٍ، روي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :" **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعةٍ** ".

(۸/۳۴، سنن الترمذي:۲/۲۷۰، رقم الحديث: ۱۲۳۱، الفقه الإسلامي وأدلته:۵/۳۴۵۸)

(۲) ما فی " **الهدايه** ": لأن العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر........... والمتاع أمانة فی يده، فإن هلك لم يضمن شيئاً عند أبي حنيفة. (۳/۳۰۸، كتاب الإجارات)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": ضمان العين المستأجرة: تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ، ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف.(۵/۳۸۴۷، كتاب الإجارة) =

جو دو خرابیاں لازم آرہی تھیں وہ ختم ہو جائیں گی (یعنی قبضہ سے پہلے اجارہ، اور مالک کے رسک میں اس شی کا نہ آنا)۔

۲-......تیسری اور چوتھی خرابی کا حاصل یہ ہے کہ عقدِ اجارہ کے وقت بیع نہ کی جائے، بلکہ وعدۂ بیع کیا جائے، جس کو عقدِ اجارہ میں بطور شرط کے مقرر کرلیا جائے، احناف اور شوافع کے نزدیک گرچہ یہ جائز نہیں (۱)، لیکن مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے (۲)۔ لہذا ضرورتِ شدیدہ، تعاملِ ناس اور عمومِ بلویٰ جیسے اصولوں کی بناء پر مذہبِ غیر پر عمل کر کے **تیسیراً للناس** اس کو اختیار کیا جائے (۳)۔ یا پھر وعدۂ بیع اور اجارہ کو آپس میں مشروط نہ کیا جائے، بلکہ دو عقد الگ الگ کئے جائیں،

= ما فی " **الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید** ": العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر إن تلفت بغير تفريط لم يضمنها، لا نعلم في هذا خلافاً لأنه قبض العين لاستيفاء يستحقها منها، وإذا انقضت المدة فعليه رفع يده. (۳٦١/٤، كتاب الإجارة، العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر)

(۱) ما فی " **السنن الترمذی** ": لقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم النهي عن بيعتين وعن شرطين في بيع، روي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة.** (٢٧٠/٢)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": قال الحنفية : البيع فاسدٌ لأن الثمن مجهول لما فيه من تعليق وإبهام دون أن يستقر الثمن على شيء . (٥/٣٤٥٨، ٣٤٦٠)

(۲) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وقال مالك : يصح هذا البيع ويكون من باب الخيار. (٣٤٦٠/٥، كتاب الإجارة)

(۳) ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": فالأولى الجمع بين المذهبين لأنه كالتلميذ لأبي حنيفة، ولذا مال أصحابنا إلى بعض أقواله ضرورةً كما في ديباجة المصفى. قهستاني. وفي حاشية الفتال: وذكر الفقيه أبو الليث في تأسيس النظائر أنه إذا لم يوجد في مذهب الإمام قول في مسئلة يرجع إلى مذهب =

ایک عقد میں صرف وعدۂ بیع کیا جائے، اور دوسرے عقد میں اجارہ کیا جائے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ عقد میں وعدے کیلئے ایک معاہدہ (Agreement) تیار کیا جائے، جس میں یہ وعدہ ہو کہ ہم پہلے عقدِ اجارہ کریں گے، اب وعدہ کے مطابق دونوں کے درمیان وقتِ متعینہ پر عقدِ اجارہ ہوگا، جس میں بیع کا کوئی ذکر نہ ہوگا، پھر مدتِ اجارہ کے اختتام پر بیع کر لی جائے جس میں کوئی شرط نہ ہو، اس طرح دو عقد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے اور غیر مشروط ہوں گے، لہذا صفقة في صفقة اور اجارہ بالشرط والی دوسری دونوں خرابیاں بھی ختم ہو جائیں گی، یعنی عقدِ اجارہ کے وقت مدتِ اجارہ پر بیع کی شرط لگانا، اور دو معاملات کو ایک عقد میں کرنا، اس تھوڑی سی تبدیلی اور ترمیم سے یہ بیع شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہو جائے گی، اور معاملہ جائز ہوگا۔

نوٹ :-...... یہ مسئلہ کافی پیچیدہ ہے لہذا سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں مفتیانِ کرام کی جانب رجوع کیا جائے۔

= مالك لأنه أقرب المذاهب إليه اهـ.

(٥/٤٢، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب: مال أصحابنا إلى بعض أقوال مالك رحمه الله ضرورةً)

ما فی " **قواعد الفقه** ": "المشقة تجلب التيسير". (ص: ١٢٢) **وأيضاً**: " الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق ". (ص: ٦٢، اسلام کا قانون اجارہ: ٣٣٢)

ذیلی اجارہ کا حکمِ شرعی (Sub Leasing)

مسئلہ(۳۴۱): ذیلی اجارہ کو عربی میں " **إجارة علی الإجارة** " کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مستاجر کسی شخص سے کوئی چیز کرایہ پر لینے کے بعد پھر آگے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ ایک شخص نے مثلاً کسی سے مکان کرایہ پر لیا، پھر مستاجر نے موجر کی اجازت سے اسی مکان کو کسی اور شخص کو کرایہ پر دیدیا اگر اس ذیلی اجارہ (Sub Leasing) میں اصل عقد کے برابر یا اس سے کم کرایہ طے کیا جائے اور موجر (Lessor) نے اس عقد کی اجازت بھی دیدی تو یہ ذیلی اجارہ تمام فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، اور اگر موجر نے ذیلی اجارہ کی اجازت نہیں دی، تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق یہ عقد (Contract) جائز نہیں ہوگا، اور اگر اس ذیلی اجارہ میں مستاجر نے آگے کسی اور شخص کو اصل عقد سے زیادہ کرایہ پر دیا، تو اس صورت کے جواز وعدم جواز میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی آراء میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے فقہاء کرام کے نزدیک مستأجر کے لئے یہ کرایہ وصول کرنا جائز ہے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مستاجر کے لئے مستاجر ثانی (Sublessee) سے اصل عقد سے زیادہ کرایہ وصول کرنا دوصورتوں کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱)......پہلی صورت یہ ہے کہ مستاجر جب کسی چیز کو کرایہ پر لے تو اس شئ ماجور میں اپنی جانب سے کسی عین کا اضافہ کردے، مثلاً زمین کرایہ پر لیا تو اس میں نہر کھدوادے یا کنواں کھدوادے، یا اس زمین میں کوئی عمارت تعمیر کرادے، یا اس زمین کے ساتھ کوئی اور اپنی زمین ملادے، پھر اسے دوسرے کرایہ دار کو کرایہ پر دے، تو اب اس صورت میں مستاجر اول، مستاجر ثانی سے اصل عقد سے زیادہ کرایہ وصول کرسکتا ہے، اور اس کا یہ اضافی کرایہ وصول کرنا جائز ہوگا۔

(۲)......دوسری صورت حنفیہ کے نزدیک اس عقد کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا گیا ہے اور اس کا کرایہ جس کرنسی میں طے ہوا ہے، مستاجر آگے کسی اور کو اس کے علاوہ کسی اور کرنسی میں کرایہ پر دیدے، مثلاً زید نے زمین کرایہ پر لی اور پاکستانی روپئے میں کرایہ طے کیا گیا، اب زید اگر عمرو کو یہی زمین اضافی کرایہ کے ساتھ دینا چاہتا ہے تو وہ پاکستانی کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی

میں مثلاً ریال، ڈالر(Doller) یا پاؤنڈ(Pound) وغیرہ میں آگے کسی اورکو کرایہ پر دیدے، اور اضافی کرایہ وصول کرلے، یہ بالاتفاق جائز ہوجائے گا، حضراتِ حنفیہ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں جواز کی علت یہ ہے کہ مستاجر جب روپئے کے بدلہ ڈالر(Doller) یا پاؤنڈ (Pound) دیے، تو اختلافِ جنس کی وجہ سے اس طرح کرایہ پر دینا اور اضافی رقم کا وصول کرنا جائز ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر شئ ماجور پر کسی عین کا اضافہ کردیا گیا، تو اضافی کرایہ اضافی عین کے مقابلے میں ہوجائے گا، اور بقیہ کرایہ اصل کرایہ(Rent) کے بدلہ میں ہوجائے گا، اس لئے یہ عقد جائز ہوگا، حضرات حنفیہ نے اس معاملہ میں سود سے بچنے کے لئے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، اللہ تعالی سودی معاملات سے ہماری حفاظت فرمائے (۱)۔آمین

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **المغنی والشرح الکبیر** ": ویجوز للمستأجر اجارة العین بمثل الأجر وزیادة نص علیه محمد، وروی ذلك عن عطاء والحسن والزهری وبه قال الشافعی ؒ وابوثور وابن المنذر، وعن أحمد أنه إن احدث فی العین زیادة جاز له أن یکریها بزیادة وإلا لم تجز الزیادة فإن فعل تصدق بالزیادة روی هذا الشعبی وبه قال الثوری وأبی حنیفة لأنه بذلك فیما لم یضمن ....ویخالف ما إذا عمل عملاً فیها لأن الربح فی مقابله العمل، وعن أحمد روایة ثالثة إن أذن له المالك فی الزیادة جاز وإلا لم یجز.

(۶۲/۶،۶۳، کتاب الإجارة، إجارة العین المستأجرةبمثل الأجرة وزیادة)

ما فی " **الدر المختار** ": ولو اجرها بأکثر تصدق بالفضل إلا فی مسألتین: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فیها شیئاً، ولو آجرها من المؤجر لاتصح وتنفسخ الإجارة فی الأصح. "درمختار".

(۳۸/۹، ۳۹، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة وما یکون خلافاً فیها أی فی الإجارة، وکذا فی الفتاوی الهندیة:۴۲۵/۴، کتاب الإجارة، الباب السابع فی إجارة المستأجر، المبسوط للسرخسی: ۱۳۰/۱۵، کتاب الإجارة، باب إجارة الدور والبیوت، مکتبه دارالمعرفة بیروت، رد المحتار: ۱۲۵/۹، کتاب الإجارة، مطلب فی إجارة المستأجر للمؤجر ولغیره، درر الحکام شرح مجلة الأحکام: ۶۷۱/۱، کتاب الإجارة، الفصل الثانی فی تصرف العاقدین فی المأجور وبدل الإجارة بعد العقد، المادة: ۵۸۷، مکتبه دارالجیل بیروت، اسلام کا قانون اجاره:۵۲۷)

موجودہ دور میں پگڑی کا شرعی اعتبار سے متبادل حل

مسئلہ (۳۴۲): جب پگڑی کا رواج دنیا میں شائع اور ذائع ہوگیا، یعنی بہت زیادہ عام ہوگیا اور بعض صورتوں میں مستاجر اور بعض صورتوں میں موجر دونوں شرعی اصولوں کے خلاف عمل کرنے لگے، اور حلال وحرام کی کوئی تمیز باقی نہ رہی، تو بڑے بڑے فقہاء اور علماء معاصر سر جوڑ کر اس کا شرعی متبادل حل تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگے اور ''المجمع الفقه الإسلامي جده''، یعنی جدہ فقہ اکیڈمی نے اپنے چوتھے سیمینار (منعقدہ ۱۸/تا ۲۳/جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ مطابق: ۱۱/فروری ۱۹۸۸ء) میں انتہائی بحث ومباحثہ کے بعد دنیا بھر سے جمع ہونے والے فقہاء وعلماء اسلام کے اتفاق سے ایک قرارداد منظور کی۔

اسی طرح اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے دوسرے فقہی سیمینار (منعقدہ ۱۹۸۹ء بمقام ہمدرد سیمینار ہال دہلی) میں بڑی بحث وتمحیص کے بعد پگڑی کے صحیح حل پر تجاویز پیش کی، ان دونوں سیمیناروں کی تجاویز کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ پگڑی کا شرعی حل قارئین کے سامنے واضح ہوجائے، اور اسلامی طریقے سے اس پر عمل کیا جاسکے۔

جدہ فقہ اکیڈمی کی قرارداد

بدل الخلو (پگڑی کے متبادل) کا شرعی حل

اولاً:...... بدل الخلو یعنی حقِ کرایہ داری کے معاہدے کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱-...... عقدِ اجارہ کے شروع ہی میں مالکِ جائداد اور کرایہ دار کے درمیان بدل الخلو کا معاہدہ ہوجائے۔

۲-...... عقدِ اجارہ کے دوران یا اس کے اختتام پر مالکِ جائداد اور کرایہ دار کے درمیان بدل الخلو کی ادائیگی طے پائے۔

۳-...... بدل الخلو کا معاہدہ، پرانے کرایہ دار اور کسی نئے کرایہ دار کے درمیان عقدِ اجارہ کی مدت ختم

ہونے سے پہلے یا اس کے ختم ہونے کے بعد طے پائے۔

۴-......نیا کرایہ دار، بدل الخلو کا معاہدہ مالکِ جائداد اور پرانے کرایہ دار دونوں سے طے کرے۔

ثانیاً:......اگر مالکِ جائداد اور کرایہ دار دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ کرایہ دار ایک معین رقم مالک کو ادا کرے گا جو (ماہانہ یا سالانہ) معین کردہ کرایہ کی رقم کے علاوہ ہوگی (جسے بعض ممالک میں بدل الخلو کہا جاتا ہے) تو شرعاً معین رقم کے لین دین میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ اس رقم کو کل مدتِ کرایہ داری کی مجموعی اجرت کا ایک حصہ سمجھا جائے اور درمیانِ مدت میں کرایہ کا معاملہ فسخ کرنے کی صورت میں اس رقم پر اجرت ہی کے احکام جاری کیئے جائیں۔

ثالثاً:......اگر مالک اور کرایہ دار، کرایہ داری کی مدت پوری کرنے سے پہلے، اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کرایہ دار اس جگہ کو خالی کردے، اور مدتِ اجارہ کے اختتام تک کرایہ دار کو اس جائداد سے نفع اٹھانے کا جو حق حاصل ہے، اس کے عوض میں مالک کرایہ دار کو ایک معین رقم ادا کرے گا، تو یہ بدل الخلو شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ (بدل الخلو کی) یہ رقم اس رضا کارانہ دست برداری کا معاوضہ ہے، جس کے تحت کرایہ دار، جس منفعت کا خود حقدار تھا اس کو مالک کے حق میں چھوڑ رہا ہے، لیکن اگر کرایہ داری کی مدت ختم ہوگئی تھی، اور عقدِ اجارہ کی تجدید صراحتاً یا عقدِ اجارہ کی شرائط کے تحت خود کار طریقے سے ضمناً نہیں ہوئی تھی، تو اس صورت میں بدل الخلو (پگڑی) کے طور پر کوئی رقم لینا جائز نہیں، اس لئے کہ مدتِ اجارہ ختم ہونے پر کرایہ دار کا حق ختم ہوگیا، اب مالک اس جائداد کا زیادہ حقدار ہے۔

رابعاً:......اگر مدتِ اجارہ کے دوران پرانے کرایہ دار اور نئے کرایہ دار کے درمیان یہ معاہدہ ہوجائے کہ پرانا کرایہ دار اپنے بقیہ حقِ کرایہ داری سے اس نئے کرایہ دار کے حق میں دست بردار ہوجائے گا، اور اس کے عوض وہ بدل الخلو کے طور پر کوئی معین رقم نئے کرایہ دار سے وصول کرے گا جو اصل (ماہانہ یا سالانہ) کرایہ کے علاوہ ہوگی، تو یہ معاہدہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ ان شرائط کی رعایت رکھی گئی ہو جو اول کرایہ دار اور مالکِ مکان کے درمیان طے ہوئی تھیں، اور ان رائج الوقت

قوانین کی بھی رعایت رکھی گئی ہو جو احکامِ شرعیہ کے موافق ہوں۔

البتہ طویل المدت اجارہ میں پرانے کرایہ دار کے لئے مالک کی اجازت کے بغیر، وہ جائداد دوسرے کرایہ دار کو دینا اور اس پر بدل الخلو وصول کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنا ان قوانین کے خلاف ہے جو عقدِ اجارہ کے بارے میں وضع کئے گئے ہیں۔ اور اگر مدتِ اجارہ ختم ہو جانے کے بعد پہلا کرایہ دار کسی نئے کرایہ دار سے کرائے کا معاملہ کر کے اس سے بدل الخلو وصول کرے، تو شرعاً اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ مدتِ اجارہ کے اختتام پر، پہلے کرایہ دار کا حق ختم ہو چکا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : وبلزوم خلو الحوانيت فليس لرب الحانوت إخراجه ولا إعـارتها لغيره ولو وقفاً انتهى ملخصاً ."درمختار"........ قـوله : (وبلزوم خلو الحوانيت) عبارة الأشباه: أقـول عـلى اعتباره ، أي اعتبار العرف الخاص ينبغي أن يفتى بأن ما وقع في بعض أسواق القاهرة من خلو الـحـوانيـت لازم ، ويـصيـر الـخـلـو فـي الحانوت حقاً له ، فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه منها ولا إعـارتهـا لـغيـره ولو كانت وقفاً ، وقد وقع في حوانيت الجملون في الغورية أن السلطان الغوري لما بناها أسكنها للتجار بالخلو ، وجعل لكل حانوت قدراً أخذه منهم وكتب ذلك بمكتوب الوقف .

(۳۷/۷،كتاب البيوع ، مطلب في خلو الحوانيت)

ما في " **الفتاوى الهندية**" : وإذا استأجر داراً و قبضها ثم آجرها فإنه يجوز ان آجرها بمثل ما استأجرها أو أقـل وأن آجرها وقبضها ثـم آجرها فإنه يجوز ان آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضاًإلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولى فإن الزيادة لا تطيب له ويتـصـدق بهـا ، وإن كانت من خلاف جنسها طابت الزيادة ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة.

(٤/ ٤٢٥ ، الباب السابع في إجارة المستأجر) =

....

....

= ما في " **رد المحتار**" : وممن أفتى بلزوم الخلو الذي يكون بمقابلة دراهم يدفعها للمتولي أو المالك العلامة المحقق عبد الرحمن آفندي العمادي صاحب هدية ابن العماد ، وقال: فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه ولا إجارتها لغيره ما لم يدفع له المبلغ المرقوم ، فيفتى بجواز ذلك للضرورة قياساً على بيع الوفاء الذي تعارفه المتأخرون احتيالاً على الربا.(٧/ ٤٠،كتاب البيوع ، مطلب في الكدك)

ما في " **المبسوط للسرخسي والفتاوى الهندية**" : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل وعلى قول الشافعي يطيب له الفضل على كل حال بناء على أصله أن المنافع كالأعيان الموجودة حكماً فتصير مملوكة له بالعقد مسلمة إليه بتسليم الدار فكان بمنزلة من اشترى شيئاً وقبضه ثم باعه وربح فيه فالربح يطيب له لأنه ربح على ملك حلال له ، ولكنا نقول : المنافع لم تدخل في ضمانه وإن قبض الدار بدليل أنها لو انهدمت لم يلزمه الأجر فهذا ربح فضل لا على ضمانه ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن .

(١٥/ ١٣٠،كتاب الإجارة ، باب إجارة الدور والبيوت ، مكتبة دار المعرفة بيروت ، وكذا في الفتاوى الهندية :٤/ ٤٢٥، الباب السابع في الإجارة والمستأجر)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام**" : بقاعدة فقهية : " يعتبر ويراعى كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها ". (١/ ٥٤١، المادة :٤٧٣)

ما في " **الفتاوى الهندية والهداية**" : ولو استأجر داراً أو شيئاً وأعطى بالأجر رهناً جاز.

(٥/ ٤٣٥،كتاب الرهن ، فيما يجوز الارتهان به وما لا يجوز ، وكذا في الهداية: ٤/ ٥٣١، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز)

ما في " **فقه السنة للسيد سابق والفتاوى الهندية**" : ويجوز له أن يؤجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها له أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو . (٣/ ٢١٦، باب تأجير العين المستأجر ، الفتاوى الهندية: ٤/ ٤١٠،كتاب الإجارة ، الباب الأول ، تفسير الإجارة وركنها)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی قرارداد
بدل الخلو (پگڑی کے متبادل) کا شرعی حل

۱-...... مالکِ مکان زرِضمانت وڈپازٹ کے نام سے کرایہ دار سے جو پیشگی رقم وصول کرتا ہے، بہتر ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، اگر مالک اس کو خرچ کردے تو وہ اس بات کا ضامن ہوگا کہ کرایہ داری کی مدت ختم ہوتے ہی وہ رقم کرایہ دار کو فوراً واپس کردے(۱)۔

۲-......اگر کوئی مکان یا دوکان کرایہ پر دی جائے اور مالکِ مکان مروّجہ ''پگڑی'' کے نام پر اصل ماہوار کرایہ کے علاوہ بھی رقم کرایہ دار سے وصول کرے تو سمجھا جائے گا کہ مالکِ مکان نے بحیثیتِ مالک اپنے مکان کو کرایہ دار سے واپس لینے کے حق سے دست برداری کا عوض وصول کرلیا ہے، یہ رقم اس کے لئے اس حق کے عوض ہونے کی بنیاد پر جائز ہوگی، آئندہ اگر مالکِ مکان کرایہ دار سے مکان واپس لینا چاہے، تو کرایہ دار کو اس کا حق ہوگا کہ وہ مکان خالی کرنے کا عوض جس پر ہر دو فریق راضی ہوجائیں، مالکِ مکان سے وصول کرے، اور اس صورت میں کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کے حق میں باہمی طے شدہ رقم کے عوض اپنے اس حق سے جو اس نے اصل مالک سے عوض دے کر حاصل کیا تھا دست بردار ہوسکتا ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو استأجر داراً أو شيئاً وأعطى بالأجر رهناً جاز.

(٤٣٥/٥، كتاب الرهن ، الفصل الثالث فيما يجوز الارتهان به وما لا يجوز)

ما في " **الهداية** " : قال : ويجوز رهن الدراهم والدنانير.

(٥٣١/٤، باب ما يجوز ارتهانه والارتهان به وما لا يجوز)

(۲) ما في " **المبسوط للسرخسي والفتاوى الهندية** " : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق =

۳-...... مالکِ مکان نے پگڑی لئے بغیر کرایہ پر دیا اور اجارہ کی مدت اصل معاہدہ میں مقرر نہیں کی گئی ہو تو اس صورت میں مالکِ مکان کو حق ہوگا کہ جب چاہے مکان خالی کرالے، البتہ مالک کو چاہیے کہ خالی کرانے کا نوٹس اور خالی کرنے کی تاریخ کے درمیان اتنی مہلت دے، جو مقامی حالات کے پیشِ نظر مناسب ہو، اور جس میں مالک اور کرایہ دار کو کوئی خاص ضرر لاحق نہ ہو، اور کرایہ دار کو بھی چاہیے کہ اس مناسب مہلت میں مکان خالی کردے(۱)۔

= بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل ، وعلى قول الشافعي يطيب له الفضل على كل حال بناء على أصله أن المنافع كالأعيان الموجودة حكماً فتصير مملوكة له بالعقد مسلمة إليه بتسليم الدار فكان بمنزلة من اشترى شيئاً وقبضه ثم باعه وربح فيه فالربح يطيب له لأنه ربح على ملك حلال له ، ولكنا نقول: المنافع لم تدخل في ضمانه وإن قبض الدار بدليل أنها لو انهدمت لم يلزمه الأجر فهذا ربح فضل لا على ضمانه ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن .

(۱۵/۱۳۰، كتاب الإجارة، باب إجارة الدور والبيوت، مكتبة دارالمعرفة بيروت ، وكذا في الفتاوى الهندية : ٤/٤٢٥، الباب السابع في الإجارة والمستأجر)

ما في " **فقه السنة للسيد سابق** " :ويجوز له أن يوجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها له أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو.(۳/۲۱٦، باب تأجير العين المستأجر)

وما فيه **أيضاً** : ويجوز له أن يؤجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو.(فقه السنة للسيد سابق:۳/۲۱٦، باب تاخير العين المستأجر)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : إذا أضاف الإجارة إلى وقت في المستقبل بأن قال : أجرتك داري هذه غداً أو ما أشبه فإنه جائز فلو أراد نقضها قبل مجيء ذلك الوقت فعن محمد فيه روايتان ؛ في رواية قال : لا يصح النقض ، وفي رواية قال : يصح ، كذا في المحيط.

(٤/٤١٠، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها، اسلام كا قانون اجاره:۳۸۵)

ملازمت کا تحفظ اور اس کے شرعی احکام

مسئلہ (۳۴۳): بہت سارے افراد ملازمت کا تحفظ چاہتے ہیں، اور اس کا مطالبہ بھی بکثرت کیا جاتا ہے، چنانچہ ملازمت کے تحفظ کے لیے بعض اداروں نے قوانین بھی مرتب کئے ہیں، جیسا کہ سرکاری ملازمین کے رائج الوقت عام قوانین کے تحت ملازمین کی ریٹائرمنٹ (Retirement) کیلئے عمر کی ایک حد مقرر کی گئی ہے، جس سے پہلے ان کو ریٹائر نہیں کیا جا سکتا، اور انہی سرکاری ملازمین کی بعض ایسی کیٹگیریاں (Categories) ہیں جس میں افسرانِ بالا مفادِ عامہ کو بہانہ بنا کر ان کو ریٹائرمنٹ کی عمر آنے سے پہلے ہی ریٹائر کر سکتے ہیں، جبکہ اکثر پرائیویٹ اداروں نے اس سلسلہ میں یہ ضابطہ مقرر نہیں کر رکھا ہے، چنانچہ آجر (Employer) اور اجیر (Employee) باہمی رضامندی سے جتنی مدت تک چاہیں ملازمت کرتے رہتے ہیں اور جب ان میں سے ایک فریق ملازمت ختم کرنا چاہے تو اس کو ختم کر سکتا ہے، یہ ادارے ریٹائرمنٹ (Retirement) کے لئے پہلے سے کوئی حد مقرر نہیں کرتے، اس لیے اس دوسری صورت میں ملازمت کا تحفظ اس درجہ کا نہیں ہوتا جتنا کہ پہلی صورت میں ہوتا ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے کہ ملازمت کے تحفظ کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ اور قبل از وقت ریٹائرمنٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کے قوانین کا تعلق درحقیقت ان کے اپنے مرتب کردہ نظام سے ہے، شریعت نے ان معاملات کی جزوی تفصیلات خود متعین نہیں فرمائی، بلکہ اس کو ہر دور کے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ شریعت کے بنیادی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے یہ تفصیلات اپنے زمانے اور اپنے خطے کے حالات کے مطابق خود طے کر لیں، یہ تفصیلات جب تک شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے کسی اصول سے نہ ٹکراتی ہوں اس وقت تک ان کو شریعت کے خلاف اور قرآن وسنت سے متصادم نہیں کہا جا سکتا۔

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ملازمین کا تقرر آجر اور اجیر کے عام قواعد کے تحت کیا جائیگا اور ان کی ملازمتوں کو تحفظ حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور کیا وقت سے پہلے ان کو ریٹائر کیا جاسکے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی شریعت نے ہمیشہ کیلئے کوئی طریقِ کار اور اصول متعین نہیں کئے، بلکہ اس کو ہر دور کے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کی مصلحتوں کو دیکھتے ہوئے جو طریقِ کار اختیار کرنا چاہیں کرلیں، اسلام ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا...... ملازمت کا قاعدہ یہ ہے کہ آجر (Employer) اور اجیر (Employee) کے درمیان مدتِ ملازمت، تنخواہ، ذمہ داریوں سے متعلق جو تفصیلات بھی باہمی رضامندی سے طے ہوجائیں، فریقین پر ان کی پابندی لازم ہوتی ہے، بشرطیکہ ان میں بذاتِ خود کوئی ناجائز بات شامل نہ ہو، ان شرائط کے مطابق کسی کارروائی کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، نیز آجر (Employer) کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے، کہ وہ مختلف اجیروں (Employees) سے مختلف شرائط (Temand Codition) طے کرے۔

آجر (Employer) کے لئے یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ وہ تمام ملازمین کے ساتھ ایک ہی مدتِ ملازمت طے کرلے، بلکہ کسی کے ساتھ کوئی مدت طے کرسکتا ہے، اور کسی کے ساتھ دوسری طے ہوسکتی ہے، بلکہ ملازمت کی مدت افراد کے بدلنے سے مختلف ہوسکتی ہے، اور آجر اس فرق کی وجہ بیان کرنے کا پابند بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ فریقین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملازمین کیلئے جو چاہیں مدت طے کرلیں، ایک آجر اپنے ماتحت مختلف افراد کے ساتھ مختلف مدتِ ملازمت طے کرسکتا ہے، اگر کسی آجر نے ایک شخص کو تین سال کیلئے ملازم رکھا اور یہ بات معاہدہ کی ابتداء سے ہی طے تھی تو پھر مدتِ ملازمت پوری ہونے پر، آجر اسے ملازمت سے علیحدہ کرسکتا ہے، اسی طرح اگر اسی آجر نے اپنے کسی دوسرے ملازم کو آٹھ سال کے لیے ملازم رکھا تو بھی مدتِ ملازمت پوری ہونے پر وہ اپنے ملازم کو ملازمت سے علیحدہ کرسکتا ہے، اس علیحدگی کی کوئی وجہ بتانا بھی آجر کے لئے کوئی ضروری

نہیں ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مسلمان اپنی طے کی ہوئی شرائط کے پابند ہیں سوائے اس شرط کے جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے''(۱)۔

اس حدیث کی روشنی میں حضراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ ملازمت کے آغاز میں فریقین کے درمیان جتنی مدت مقرر ہوئی ہو، اس کے ختم ہوجانے پر اجارہ ختم ہوجاتا ہے، یہ بات تمام فقہاء کرام کے نزدیک مسلم ہے، جیسا کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان اسباب میں سے ایک سبب مدت کا ختم ہوجانا ہے، الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو، اس لیے کہ جو چیز کسی حد تک کیلئے ثابت ہو وہ اسی حد کے آنے پر ختم ہوجاتی ہے، لہذا اجارہ بھی اسی طے شدہ مدت کے ختم ہوجانے پر ختم ہوجائیگا''(۲)۔

قرآن وسنت میں کوئی ایسی ہدایت نہیں جس کی رو سے ملازم کو ہمیشہ کیلئے کوئی تحفظ فراہم کیا گیا ہو، اور ریٹائرمنٹ کے لئے عمر کی کسی حد کو مقرر کرنا ضروری ہو، بلکہ یہ معاملہ مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق، ملازمین کے ساتھ مدتِ ملازمت کے سلسلے میں جس قسم کا چاہیں معاہدہ کرلیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ملازمین کا عزل ونصب تمام تر خلفاء کی رائے پر موقوف تھا، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **جامع الترمذي** '' : '' **المسلمون عند شروطهم إلا شرطاً حرم حلالا أو أحل حراماً** ''.

(۲۵۱/۱، باب ما ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، الصحيح البخاري: ۳۰۳/۱، باب أجرة السمسرة)

(۲) ما في '' **بدائع الصنائع** '' : ومنها انقضاء المدة إلا بعذر لأن الثابت إلى غاية ينتهي عند وجود الغاية فتفسخ الإجارة بانتهاء المدة .(۸۲/٦، فصل في بيان ما ينتهي به عقد الإجارة)

علیہ تحریر فرماتے ہیں: ’’عزل ونصب کو اللہ تعالی نے خلیفہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، خلیفہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی نصرت کی فکر کرے، اور اسی غور وفکر سے جو رائے قائم ہو اس پر عمل کرے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلحت کی وجہ سے کبھی کسی کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیتے، جیسا کہ فتحِ مکہ کے موقعہ پر انصار کے نشان کو سعد بن عبادہؓ سے ایک بات کی وجہ سے، جو ان کی زبان سے نکل گئی تھی لیکر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا، اور کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے کمتر درجہ کے شخص کو مقرر فرماتے، جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سردارِ لشکر مقرر کیا اور کبارِ مہاجرین کو ان کے ماتحت کیا، یہ تقرر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں کیا تھا، اسی طرح حضراتِ شیخین نے اپنے زمانۂ خلافت میں کیا، اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ اور دیگر خلفاء بھی ہمیشہ اس دستور پر عمل کرتے رہے(۱)۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول فرمادیا تھا، جبکہ ان کے خلاف کوئی الزام عدالتی تحقیق کے معیار پر ثابت نہیں ہوا تھا، اور حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں کسی جرم کی پاداش میں معزول نہیں کیا تھا، بلکہ ان کی معزولی کے بعد تمام گورنروں کو ایک خط لکھا جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا تھا: ’’میں نے خالد کو کسی ناراضی یا ان کی کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا، لیکن لوگ ان کی (بہادری وغیرہ کی) وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو رہے تھے اور مجھے اندیشہ تھا کہ لوگ (اللہ تعالی کے بجائے) ان پر بھروسہ کرنے لگیں گے، اور اس طرح غلط عقیدہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اس لئے میں نے چاہا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے، اور لوگ کسی فتنہ کا شکار نہ ہوں‘‘(۲)۔

ان تمام مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے معزولی مفادِ عامہ

---

(۱) (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ۲/۴۷۹، مقصد دوم، باب مآثر عثمان)

(۲) ما في ”**التاريخ الأمم والملوك لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري**“: إني لم أعزل خالداً عن =

کے خاطر ہی کی تھی، نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ شریعت نے مدتِ ملازمت کا معاملہ فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑا ہے۔

البتہ بعض اوقات کسی کو ملازمت پر مقرر کرتے ہوئے معاہدہ میں یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ اس کو اتنی مدت کیلئے ملازمت پر رکھا جائیگا، اور پھر مقررہ مدت سے پہلے ہی اس کو ریٹائر (Retire) کردیا جائے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

شرعی اعتبار سے اس کا رخ متعین کرنے کے لئے پہلے یہ دیکھا جائے گا، کہ اس طرح قبل از وقت ریٹائرمنٹ سے اس کو مجرم قرار دیا گیا ہے، یا مجرم سمجھا جارہا ہے، یا اس کے کسی واجبی قانونی حق کا انکار کیا گیا ہے، ایسی صورت میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ کو اس کے خلاف فیصلہ سمجھا جائے گا، جس کے لیے اس ملازم کو صفائی کا موقع دینا لازم اور ضروری ہے، اور اگر اس کو صفائی کا موقع نہ دیا جائے تو پھر یہ قرآن وسنت کے خلاف ہوگا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تمہارے پاس دو آدمی کوئی قضیہ لائیں تو پہلے کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو''(۱)۔

= سخطة ولا خيانة ، ولكن الناس فتنوا به فخفت أن يوكلوا إليه ويبتلوا به فأجبت أن يعلموا أن الله هو الصانع ، وأن لا يكونوا يعرض فتنة ".(۱٦٧/۳، ۱٦۸، مكتبة قاهره)

(۱) ما في " **جامع الترمذي** " : عن علي قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إذا تقاضا إليك رجلان فلا تقض للأول حتى تسمع كلام الآخر فسوف تدري كيف تقضي ، قال علي : فما زلت قاضياً بعد هذا** ".

(۲٤۸/۱، باب ما جاء في القاضي لا يقضي بين الخصمين حتى يسمع كلامهما)

اجیر کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۴۴): اجیر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، لہذا ذمی، حربی، کافر، مستامن سب کے ساتھ عقدِ اجارہ کرنا جائز ہے(۱)، البتہ اگر کوئی کام ایسا ہو جس میں وضو یا طہارت کی ضرورت ہو تو اجیر کا مسلمان ہونا ضروری ہے، جیسے قرآن کی پیکنگ، کمپوزنگ اور بک بائنڈنگ وغیرہ(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **البدائع الصنائع** " : وإسلامه ليس بشرط أصلاً، فتجوز الإجارة والاستئجار من المسلم والذمي والحربي المستأمن ، لأن هذا من عقود المعاوضات فيملكه المسلم والكافر جميعاً كالبياعات، غير أن الذمي إن استأجر داراً من المسلم في المصر فأراد أن يتخذها مصلى للعامة ويضرب فيها بالناقوس ليس له ذلك ، ولرب الدار وعامة المسلمين أن يمنعوه من ذلك على طريق الحسبة، لما فيه من إحداث شعائر لهم، وفيه تهاون بالمسلمين واستخفاف بهم؛ كما يمنع من إحداث ذلك في دار نفسه في أمصار المسلمين، ولهذا يمنعون من إحداث الكنائس في أمصار المسلمين.

(۵/۵۲٦،كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن، الفتاوى الهندية:٤/٤١٠، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها وشرائطها)

(۲) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": واختلفوا في مس المصحف بما عدا أعضاء الطهارة وبما غسل من الأعضاء قبل إكمال الوضوء والمنع أصح كذا في الزاهدي .

(۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة)

فرائضِ اجیر یعنی مزدور کی ذمہ داریاں

مسئلہ(۳۴۵): ۱-...... اجیر اپنا کام مکمل امانت داری کے ساتھ انجام دے، اور اپنے فرائضِ منصبی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔

۲-...... اجیر کو جو کام سپرد کیا جائے اس میں مکمل مہارت رکھتا ہو، لہذا اگر اجیر کو کوئی کام دیا جائے اور اس میں اس کو مہارت نہ ہو تو انکار کردے، ورنہ کام کا حق ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی امانتداری کے خلاف کرنے کا گناہ لازم ہوگا(۱)۔

۳-...... اگر وہ اجیر خاص ہو تو اس کے لئے ملازمت کے دوران کسی اور کام میں مشغول ہونا ذمہ دار کی اجازت کے بغیر ناجائز ہوگا، مثلاً: مدرسہ کا معلم، اسکول کا ٹیچر، یونیورسٹی کا پروفیسر، فیکٹری کا ورکر، ادارے کا پرنسپل اور چپراسی وغیرہ، کام کے اوقات میں نہ تو ان کے لئے موبائل کا استعمال جائز ہے اور نہ ہی نفلی عبادات میں مشغول ہونا جائز(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : قال الله تعالى :﴿ **إن خير من استأجرت القوي الأمين**﴾. (سورة القصص: ۲٦)

ما في " **البحر المحيط** ": وقولها كلام حكيم جامع لأنه إذا اجتمعت الكفاية والأمانة في القائم بأمر فقد تم المقصود............. وكأنها قالت استأجره لأمانته وقوته وصار الوصفان.

(۱٤۹/۷، روح المعاني: ۳٦۸/۲۰)

(۲) ما في " **البحر الرائق** ": وسمي الأجير خاصاً ووحده لأنه يختص بالواحد وليس له أن يعمل لغيره ولأن منافعه صارت مستحقة للغير والأجر مقابل بها فيستحقه ما لم يمنع مانع من العمل كالمرض والمطر ونحو ذلك مما يمنع التمكن. (۵۲/۸، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": وقوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي =

۴-...... اور اگر اجیر مشترک ہو مثلاً: درزی، رنگریز، دھوبی وغیرہ، تو ان کے لئے وعدہ کے مطابق وقت پر کام کر کے مستاجر کو دینا ضروری ہے(۱)۔

۵-...... اجیر مشترک اگر اس شرط پر کام لے کہ وہ خود اس کو انجام دے گا، تو اب کسی دوسرے سے کروانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا، اور اگر وہ چیز اس دوسرے کے پاس ہلاک ہوگئی تو اجیر مشترک ضامن ہوگا، چاہے اس دوسرے نے تعدی کی ہو یا نہ کی ہو۔

۶-...... اگر خود کام کرنے کی شرط نہیں لگائی تو دوسرے سے کروانے میں کوئی حرج نہیں، اور دوسرے سے بلا تعدی ہلاک ہو جائے تو ضمان بھی عائد نہ ہوگا(۲)۔

= النافلة ، قال في التاتارخانية وفي فتاوى الفضلي: وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وفي فتاوى سمرقند وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضاً، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلاً وعليه الفتوى.

(۹/ ۹۶، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير)

(۱) ما فی " **الکتاب** ": وقال الله تعالى:﴿ **يآيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود**﴾.(المائدة:۱)

ما فی " **روح المعانی** ": واختار بعض المفسرين أن المراد بها ما يعم جميع ما ألزمه الله تعالى عباده عقد عليهم من التكاليف والأحكام الدينية وما يعتقدونه فيما بينهم من عقود الأمانات والمعاملات ونحوهما مما يجب الوفاء به أن يعين ديناً. (۴/ ۷۳)

ما فی " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی** ": فأمر الله سبحانه بالوفاء بالعقود، قال الحسن يعني بذلك عقود الدين وهي ما عقده المرء على نفسه من بيع وشراء وإجارة وكراء. الخ.(۶/ ۳۲)

(۲) ما فی "**البناية شرح الهداية**": قال: وإذا شرط على الصانع أن يعمل بنفسه فليس له أن يستعمل غيره، لأن المعقود عليه اتصال العمل في محل بعينه وإن أطلق له العمل فله أن يستأجر من يعمله، لأن المستحق عمل في ذمته ويمكن إيفاؤه بنفسه وبالاستعانة بغيره بمنزلة إيفاء الدين. الهداية........ =

۷-...... ہر وہ کام جو کسی کام کے تابع ہو، اور اس تابع کام کو اجیر کے ذمہ بطور شرط مقرر نہ کیا جائے، تو شریعتِ مطہرہ نے اس کا یہ ضابطہ طے کیا ہے، کہ اس کا مدار عرفِ عام اور عادت پر ہوگا، اگر اس شہر میں وہ کام جو تابع ہے اجیر عام طور پر بغیر شرط کے کر دیتا ہو، تو اجیر کے لئے اس کا کرنا لازم ہے، اگر شرط کے بغیر نہ کیا جاتا ہو تو موجر کی اجازت کے بغیر اس تابع کام کا کرنا لازم نہ ہوگا، جیسے دھوبی کو اگر آپ نے کپڑے دھونے کے لئے دیئے تو پریس کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر پریس کرنا اس شہر میں عرف اور عادت میں رائج نہ ہو تو بغیر موجر کی شرط کے پریس کرنا دھوبی پر لازم نہ ہوگا(۱)۔

۸-......اگر مزدور کو سامان اٹھانے کے لئے اجرت پر لیا تو مزدور پر مقررہ مقام تک سامان لے جانا لازم ہے، البتہ سامان کو اس کی جگہ پر رکھنا اس پر لازم نہ ہوگا، مثلاً کسی نے گاڑی کرائے پر لی اور اس کو کہا کہ میں فلاں گاؤں یا شہر کے فلاں محلے میں، فلاں مکان میں رہتا ہوں سامان وہاں پہنچادو، تو اس پر اس سامان کا گھر تک پہنچانا لازم ہے، مگر گاڑی سے اتارنا اور گھر کے اندر لے جانا، اور اس کو سیٹ کر کے دینا وغیرہ، یہ سب امور اس پر لازم نہ ہوں گے، ہاں! اگر عرف میں ایسا ہو تو درست ہوگا ، ورنہ پھر اس کی الگ سے مزدوری

=(فليس له أن يستعمل غيره، لأن المعقود عليه اتصال العمل في محل بعينه) أرادبالمحل نفس الصانع، يعني شرط أن يكون محل هذا العمل هو لا غيره، فلا يجوز أن يستعمل غيره .... (وإن أطلق له العمل) مثل أن يقول: خط هذا الثوب أو اصنعه (فله أن يستأجر من يعمله، لأن المستحق عمل في ذمته ويمكن إيفاؤه بنفسه وبالاستعانة بغيره) لأن المقصود هو العمل وقد حصل (بمنزلة إيفاء الدين) فإن الإيفاء يحصل بالمديون وبالتبرع من غيره. (۲۹۶/۹، كتاب الإجارة، باب الأجير متى يستحق)

(۱) ما في "**بدائع الصنائع**" : وقد قالوا : في توابع العقود التي لا ذكر لها في العقود أنها تحمل على عادة كل بلد، حتى قالوا فيمن استأجر رجلاً يضرب له لبناً أن الزنبيل والمتبن على صاحب اللبن ، وهذا على عادتهم .(۵۳/۶، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة)

متعین کرنی ہوگی (۱)۔

اجیر ملازمت کے اوقات میں فرائض وواجبات ادا کرے گا

مسئلہ(۳٤٦): فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے، کہ اجیر کیلئے ضروری ہے کہ وہ ملازمت کے اوقات میں فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ، جیسے پانچوں نمازوں وغیرہ کے لئے وقت نکالے، اوراس کا التزام کرے، اوران فرائض کی انجام دہی میں جو وقت صرف ہو، موجر کے لئے جائز نہیں کہ اس وقت کی اجرت کم کرے، کیوں کہ یہ چیزیں ملازمت کے اوقات میں خود بخود مستثنیٰ ہوں گی، جیسے کھانے پینے کے اوقات مستثنیٰ ہوتے ہیں، اس لئے کہ شریعتِ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ دین بہرحال مقدم ہوگا، اس میں کسی طرح کی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔(۲)

---

(۱) ما فی " **بدائع الصنائع** " : وقالوا فیمن تکاری دابة یحمل علیها حنطة إلی منزله، فلما انتهی إلیه أراد صاحب الحنطة أن یحمل المکاري ذلك فیدخله منزله وأبی المکاري، قالوا: قال أبو حنیفة: علیه ما یفعله الناس ویتعاملون علیه ، وإن أراد أن یصعد بها إلی السطح والغرفة فلیس علیه ذلك إلا أن یکون اشترطه، ولو کان حمالاً علی ظهر ه فعلیه إدخال ذلك ولیس علیه أن یصعد به إلی علو البیت إلا أن یشترطه.

(٥٣/٦، کتاب الإجارة ، فصل في حکم الإجارة)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **فتاوی عبد الحی**" : لو استأجر یوماً کان للأجیر أن یعمل کل الیوم ولا یشتغل بشيء سوی الصلاة المکتوبة . انتهی. (سراج منیر) إذا استأجر رجلاً یوماً بعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلك العمل إلی تمام المدة ولا یشتغل بشيء آخر سوی المکتوبة انتهی. (نصاب الاحتساب) وقد قال بعض مشائخنا: له أن یؤدي السنة أیضاً وأجمعوا علی أنه لا یؤدي " فتاوی سمرقند".

(۱/۳۰۸، کتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ: ١٥٢)

اوورٹائم یعنی اضافی کام کی اجرت

مسئلہ(۳۴۷): اوورٹائم (Over time) یعنی اضافی کام کی اضافی اجرت عاقدین کے طے کرنے کی صورت میں ادا کرنا لازم ہوگا۔(۱)

تنخواہ کے علاوہ دیگر سہولیات انعام اور تبرع ہے

مسئلہ(۳۴۸): بعض ادارے تنخواہ کے علاوہ دیگر سہولیات مثلاً: رہائش، مکان، بیماری میں علاج ومعالجہ وغیرہ کی سہولت اپنے ملازمین کو دیتے ہیں، تو یہ اجرت کا حصہ نہیں، بلکہ انعام اور تبرع ہے، لہذا اجیر کا اس میں کوئی استحقاق نہ ہوگا، مگر پھر بھی بوقتِ اجارہ جانبین کے درمیان معاملات واضح اور صاف ہوکر طے ہونے چاہیے، تاکہ جھگڑے فساد کا امکان باقی نہ رہے۔(۲)

رخصتِ اتفاقیہ اور ایامِ غیر حاضری کی اجرت

مسئلہ(۳۴۹): رخصتِ اتفاقیہ اور رخصتِ علالت کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اجیر کو رخصت لینے کا پورا حق ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رخصت مع الاجرت ہوگی یا بدون الاجرت؟

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**عمدة القاری شرح صحيح البخاری**": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**إخوانكم خولكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبسه ولا تكلفوهم ما يغلبهم فإن كلفتموهم فأعينوهم**".

(۱/۳۲۴، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية، اسلام کا قانون اجارہ:۲۵۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**": العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج لا تحسب من الإجارة. (۱/۶۵۳، كتاب الإجارة، الفصل الرابع في بيان الآدمي، اسلام کا قانون اجارہ:۲۲۷)

متقدمین کی رائے یہ ہے کہ یہ رخصت بدون الاجرت ہوگی، کیوں کہ اجرت کا استحقاق تسلیمِ منافع سے ہوتا ہے، اور رخصت کے زمانے میں تسلیمِ منافع نہیں ہوتا، لہذا اجرت بھی لازم نہ ہوگی، البتہ عرف یہ ہے کہ ادارے عقدِ ملازمت کے شروع میں ہی یہ بات بتادیتے ہیں، کہ سال بھر میں ایک ملازم اتنی رخصتِ اتفاقیہ اور اتنی رخصتِ علالت لے سکتا ہے، جانبین اس پر اتفاق کرتے ہیں، اس لئے اس میں بظاہر کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، نیز فقہاء معاصرین کا میلان بھی اسی جانب ہے۔(۱)

اجیر درمیان میں آرام کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۵۰): راحت اور آرام بھی انسان کا حق ہے، طویل وقت متواتر کام کرنے سے آدمی تھک کر نڈھال ہوجاتا ہے، شریعت نے اس کا بھی خیال رکھا ہے، حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" **إن لنفسک حقاً، ولأهلک حقاً**" بے شک تمہارے نفس اور تمہارے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال ابن عابدين: وفي القنية من باب الإمامة إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرساتيق أسبوعاً أو نحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لا بأس به ومثله عفو في العادة والشرع اهـ. وهذا مبني على القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر يوماً بلا عذر شرعي، لا يسقط معلومه، وقد ذكر في الأشباه والنظائر في قاعدة: العادة محكمة عبارة القنية هذه، وحملها على أنه يسامح أسبوعاً في كل شهر، واعترضه بعض محشيه بأن قوله في كل شهر ليس في عبارة القنية ما يدل عليه قلت: والأظهر ما في آخر شرح منية المصلي للحلبي أن الظاهر أن المراد في كل سنة.

(٦/٦٣٠، كتاب الوقف، مطلب فيما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة، اسلام کا قانون اجارہ:١٥٥)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**": بقاعدة فقهية : " العادة محكمة ".

(ص: ٧٩، القاعدة السادسة ، أحسن الفتاوى :٧/ ٢٨٤، كتاب الإجارة)

اہل کا بھی حق ہے، لہذا جانبین (اجیر ومستاجر) اس کے لئے وقت مقرر کردیں، تاکہ بعد میں کوئی شکایت نہ ہو، اور اگر جانبین (اجیر ومستاجر) بوقتِ اجارہ آرام کا وقت متعین نہ کریں تو عرف اور عادت کے مطابق اجیر راحت اور آرام کے لئے وقت نکال سکتا ہے، مستاجر کو کوئی حقِ اعتراض نہیں ہوگا۔(۱)

اجیر کے لیے ملازمت کے اوقات میں دیگر کام کرنا

مسئلہ(۳۵۱): اجیر خاص اس اجیر کو کہتے ہیں، جو کسی فرد کا، یا کسی ادارہ میں ملازم ہو، جیسے فیکٹری کا ورکر (Worker) یا یونیورسٹی کا استاذ یا پروفیسر وغیرہ، ایسے اجیر کیلئے اپنے اوقاتِ ملازمت میں اپنی مفوضہ ذمہ داری کا کام چھوڑ کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا یا وقت سے پہلے ہی کام چھوڑ دینا درست نہیں، اکثر ملازمین حضرات کا یہی حال ہے کہ وہ کام کے اوقات میں دفتر یا ادارہ میں رہتے ہیں، لیکن جو کام انہیں سپرد کیا گیا اسے انجام نہیں دیتے، بلکہ ادھر ادھر وقت ضائع کرتے ہیں،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح البخارى** " : لقوله عليه السلام : "**وإن لنفسک حقاً، ولأهلک حقاً**".

(ص: ۲۱۱، کتاب التهجد ، رقم الحديث:۱۱۵۳)

ما فی " **فتح الباري لإبن حجر العسقلاني** " :قال الإمام الحافظ ابن حجر العسقلاني: أي تعطيها ما تحتاج إليه ضرورة البشرية مما أباحه الله للإنسان من الأكل والشرب والراحة التي يقوم بها بدنه ، قوله: (ولأهلك عليك حقاً) أي تنظر لهم فيما لا بد لهم منه من أمور الدنيا والآخرة والمراد بالأهل الزوجة أو أعم من ذلك ممن تلزمه نفقته. (۵۰/۳،کتاب التهجد)

ما فی " **عمدة القاري** ": كأنه قال له : اجمع بين المصلحتين فلا تترك حق العبادة ولا المندوب بالكلية، ولا تضيع حق نفسك وأهلك وزورك. (۳۰۸/۷، کتاب التهجد، اسلام کا قانون اجاره:۱۵۲)

یا باتوں اور گپ شپ میں لگے رہتے ہیں، یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

وقتِ میعاد پر کام نہ کرنے کی بناء پر اجرت میں کٹوتی

مسئلہ(۳۵۲): اجیرِ خاص یعنی یومیہ یا ماہنامہ اجرت پر کام کرنے والا اگر تاخیر سے حاضر ہو، اور وقتِ میعاد میں کام پر نہ پہنچے تو اس کی اجرت میں کٹوتی جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": والثاني: (وهوالأجير الخاص) ويسمى أجير واحد، وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص.............. وليس للخاص أن يعمل لغيره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل. فتاوى النوازل." درمختار"

قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة .... قال في التاترخانية: وفي فتاوى الفضلي: وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة ، وفي فتاوى سمرقند وقد قال بعض مشائخنا: له أن يؤدي السنة أيضاً ، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلاً، وعليه الفتوى . وفي غريب الرواية: قال أبوعلي الدقاق: لا يمنع في المصر من إتيان الجمعة ، ويسقط من الأجر بقدر اشتغاله إن كان بعيداً وإن قريباً لم يحط شيء، فإن كان بعيداً واشتغل قدر ربع النهار يحط عنه ربع الأجرة.

قوله : (ولو عمل نقص من أجرته) قال في التاترخانية : نجار استؤجر إلى الليل فعمل لآخر دواة بدرهم وهو يعلم فهو آثم، وإن لم يعلم فلا شيء عليه وينقص من أجر النجار بقدر ما عمل في الدواة.

(۹/۹۴ـ۹۶، كتاب الإجارة، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة، الفتاوى الهندية: ٤/٤١٦، كتاب الإجارة، الباب الثالث في الأوقات.الخ، فتاوى حقانيه:۲۴۹/۶، فتاوى محموديه:۵۷۲/۱۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة.

(۴۵۸/۱، المادة:٤٢٥) =

اجیر کے علاج ومعالجہ کی سہولت آجر کے ذمہ

مسئلہ(۳۵۲): بعض کمپنیاں علاج ومعالجہ کی سہولت (Madical Facility) بھی اپنے ادارے کے ملازمین کو دیتی ہیں، لیکن علاج وغیرہ کی حیثیت ایک سہولت کی ہونی چاہیے، کیوں کہ اگر علاج کی حیثیت سہولت کی ہو، اور اجرت کے ساتھ مشروط نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ علاج ومعالجہ آجر کے ذمہ لازم نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ اس میں ایک ایسی چیز کا التزام ہے، جس کو شریعت نے لازم نہیں کیا، اگر کوئی شخص یا ادارہ علاج ومعالجہ کو اجرت کا جزء قرار دے تو پھر عقدِ اجارہ باطل ہوجائے گا، کیوں کہ اس میں جہالت ہے، وہ اس طرح کہ علاج کی ضرورت کبھی پیش آتی ہے اور کبھی نہیں، کبھی اس کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور کبھی کم ہوتی ہے، غرضیکہ اس میں جہالت ہوتی ہے، اس لیے اس کو اجرت کا جزء بنانے سے عقدِ اجارہ باطل ہوجائے گا۔(۱)

= ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** " : (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير واحدٌ (وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهراً للخدمة أو) شهراً (لرعي الغنم) المسمى بأجرٍ مسمى .... وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل .(۹/۹۴۔۹۶، باب ضمان الأجير، اسلام کا قانون اجارہ:۲۲۹)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **درر الحکام شرح مجلة الأحکام** " : يشترط في الإجارة أن تكون المنفعة معلومة بوجه يكون مانعاً للمنازعة فعليه إذا كانت المنفعة مجهولة بحيث تؤدي إلى المنازعة تكون فاسدة.

(۱/۵۰۴، الفصل الثالث في شروط صحة الإجارة)

ما فی " **درر الحکام شرح مجلة الأحکام** " : يشترط لصحة الإجارة أي لعدم فسادها أولاً أن تكون الأجرة معلومة تماماً قدراً و نوعاً، أي لا يكون شيء منها مجهولاً كلاً أو بعضاً لأن جهل الأجرة يفضي إلى المنازعة .... وإذا كانت الأجرة كلها أو بعضها مجهولة تكون الإجارة فاسدة سواء كانت من المثليات أو القيمات أو منفعة أخرى . (۱/۵۰۳، کتاب الإجارة، الفصل الثالث في شروط الإجارة =

پراویڈنٹ فنڈ (Provident Fund)

مسئلہ (۳۵٤): پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے ملازمین کی تنخواہوں میں سے کچھ رقم ہر مہینہ کاٹی جاتی ہے، اس رقم کی کٹوتی کی دو صورتیں ہوتی ہیں:...... جبری کٹوتی۔ اختیاری کٹوتی۔

۱-...... جبری کٹوتی یہ ہے کہ ہر ملازم کیلئے اپنی تنخواہ کا ایک حصہ لازماً کٹوانا پڑتا ہے، اور ملازمت کے اختتام پر حکومت اس پر سود بھی ادا کرتی ہے، وہ شرعاً سود نہیں بلکہ تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہے جو اسے ریٹائر (Retire) ہونے کے بعد ملتا ہے، لہذا اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے(۱)۔

۲-...... اختیاری کٹوتی یہ ہے کہ ملازم کو کٹوتی پر مجبور نہیں کیا جاتا، بلکہ ملازم خود اپنے اختیار سے رقم

= الفتاوى الهندية: ٤/ ٤١١، كتاب الإجارة، وأما شرائط الصحة، الفقه الإسلامي وأدلته: ٣٨٠٩/٥، شروط صحة الإجارة)

ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم: " **من استأجر أجيراً فليعلمه أجره** ".

(١٩٨/٦، رقم الحديث: ١١٦٥١، كتاب الإجارة، باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة وتكون الاجارة معلومة)

ما في " **الهداية** " : ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة لما روينا، ولأن الجهالة في المعقود عليه وفي بدله تفضي إلى المنازعة كجهالة الثمن والمثمن في المبيع.

(٢٩٣/٣، كتاب الإجارة، اسلامی قانون اجارہ: ١٥١)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **البحر الرائق** ": قوله: (بل بالتعجيل أو بشرط أو بالاستيفاء أو بالتمكن) يعني لا يملك الأجرة إلا بواحدة من هذه الأربعة، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك كما أشار إليه القدوري في مختصره لأنها لو كانت ديناً لا يقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس عليها وحبس العين عنه وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر كذا في المحيط، لكن ليس له بيعها قبل قبضها. (٥١١/٧، كتاب الإجارة) =

کٹواتا ہے، یہ رقم بھی ملازمت سے ریٹائر (Retire) ہونے کے بعد اسی ملازم کو واپس مل جاتی ہے، تو اس میں سود کا بھی شبہ ہے اور سود کا ذریعہ بنا لینے کا اندیشہ ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے(۱)۔

پینشن اور گریجویٹی

مسئلہ(۳۵۵): پینشن اور گریجویٹی (Pension & Gratuity) کے بارے میں فقہائے معاصرین کی رائے یہ ہے، کہ اس کی حقیقت کو جاننے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ اجرت کا حصہ

= ما فی " **الفتاوی الهندية** ": ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في شرح الطحاوي.

(٤/٤١٣، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به من الملك وغيره، كذا في الهداية مع الدراية:٣/٢٩٤، كتاب الإجارة، باب الأجر متى يستحق)

(١) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالی : ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:٢٧٥)

ما في " **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن الحلال بيّنٌ، وإن الحرام بيِّنٌ، وبينهما أمورٌ متشابهاتٌ.(وفي حديث).لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ دينَه وعِرضَه ، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام** ".

ويدخل في هذا الباب معاملة من كان في ماله شبهة أو خالطه رباً، فإن الاختيار تركها إلى غيرها، وليس بمحرم عليه ذلك ما لم يتيقن أن عينه حرام، أو مخرجه من حرام.

(١١/١١-١٤، كتاب البيوع ، رقم الحديث: ٣٣٢٩-٣٠)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** ": بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ".(ص:٤٦)

ما فی " **اعلام المؤقعين** " : " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (٣/١٧٥)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز".

(٩/٥١٨، الحظروالإباحة، فصل في اللبس، اسلام کا قانون اجارہ:٢١٠، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/٢١٢،٢٢٥)

نہیں بلکہ ادارے کی جانب سے ایک انعام ہے، جو اجیر کی خدمت کے اعتراف میں دیا جاتا ہے، لہذا اس کا لینا اور دینا دونوں جائز ہیں، البتہ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پینشن موت کے بعد ترکہ میں شمار نہ ہوگی، بلکہ حکومت یا کمپنی جس وارث کو دے وہی اس کا مالک ہوگا، دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا، اور رہا مسئلہ گریجویٹی کا تو وہ ریٹائرمینٹ (Retirement) کے وقت ہی مل جاتی ہے، لہذا موت کے واقع ہونے کی صورت میں وہ ترکہ میں شمار کی جائے گی، اور اس پر ترکہ کے احکام جاری ہوں گے۔(۱)

اجیر کا کمیشن ایجنٹ بننا

مسئلہ(۳۵۶): اگر کوئی شخص کسی کمپنی، ادارے، یا کسی شخص کا ملازم ہو، اور وہ اپنی کمپنی، ادارے، یا اپنے مالک کو، اپنے کمیشن کی اطلاع دیئے بغیر کمیشن پر خرید وفروخت کرتا ہے، تو اس کا یہ کمیشن (Commission) لینا، اور دوکاندار یا کسی فرد کا کمیشن دینا دونوں ناجائز ہیں (۲)۔ اور

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوی الهندية** ": ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في الطحاوي.

(٤/ ٤١٣، كتاب الإجارة ، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به من الملك وغيره ، خلاصة الفتاوى : ٣/ ١٠٣، كتاب الإجارة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (٩/ ٢٩١، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، وكذا في درر الحكام: ١/ ٩٦، المادة: ٩٦)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": " يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان". (١/ ٨٤، المادة:٨٣)

اگر کمیشن ایجنٹ آزاد ہے، کسی کا ملازم نہیں ہے، یا وہ شخص ملازم تو ہے لیکن ملازمت کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی کمیشن لے کر کام کرتا ہے، تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

اول:......اگر اس کمیشن ایجنٹ نے کسی دوکاندار، ادارے، یا کسی فرد سے کمیشن طے نہیں کیا، تو ایسی صورت میں اس کمیشن ایجنٹ کا کمیشن طے کئے بغیر لینا دینا دونوں ناجائز ہیں، ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجارہ کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اجارہ میں اجرت کا متعین اور معلوم ہونا ضروری ہے، اور یہاں اجرت متعین نہیں ہے، اس لئے اس کا بغیر اجرت طے کئے کمیشن لینا اور دینا دونوں جائز نہیں(۱)۔

دوم:......اگر دوکاندار یا کوئی فرد اس ایجنٹ سے یہ طے کرلے کہ تمہیں فلاں کام پر اتنا فیصد کمیشن دوں گا، پھر یہ ایجنٹ وہ کام کردے، تو اب اس ایجنٹ کا یہ طے کردہ کمیشن لینا اور دوسرے شخص کا کمیشن دینا دونوں جائز ہیں(۲)، لیکن اس کا جواز چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

(الف)......کمیشن پر جو کام کیا جارہا ہے، وہ کام بنیادی طور پر جائز ہو(۳)۔

(ب)......کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) صحیح مال فراہم کرے، یا جو کام

---

(۱) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين، لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة. (۹/۷، درر الحكام:۱/۵۰۳، المادة:۴۵۰)

(۲) ما فی "**الفتح الربانی**": عن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره. (۱۵/ ۱۲۲)

(۳) ما فی "**الفقه الإسلامی وأدلته**": أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً: كاستئجار كتاب للنظر والقراءة فيه والنقل منه، واستئجار دار للسكنى فيها، وشبكة للصيد ونحوها. (۵/۳۸۱۷) =

اس کے سپرد کیا گیا ہے اس کو صحیح طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے (۱)۔

(ج)......کمیشن دینے والا اس چیز کی قیمت بڑھا کر وصول نہ کرے، بلکہ اپنی طرف سے کمیشن کی رقم ادا کرے۔

(د)......اسی طرح اس سلسلے میں یہ اصول بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فقہاء احناف کے یہاں کسی شئ کی فروخت (Sale) اسی وقت جائز ہوتی ہے، جب کہ وہ چیز بیچنے والے کے قبضہ میں آ گئی ہو، اگر فروخت کی جانے والی شئ فروخت کرنے والے کے قبضہ میں نہ آئی ہو تو پھر اس کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔اس کے جواز کی صورت یہ ہے، کہ وہ کمپنی سے پہلے خود یا کسی کو اپنا وکیل بنا کر مال پر قبضہ کر لے، اور پھر گاہک کو مال فراہم کرے (۲)۔

= ما فی " **الفوائد البهية في القواعد الفقهية للشيخ محمود حمزة** ": " الاستئجار على المعصية لا يجوز". (ص:۷٦، بحوالة الفقه الإسلامي وأدلته :۳۸۱۷/٥)

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال في التاتارخانية: وفي الدلال يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز فيجوز لحاجة الناس إليه كدخول الحمام."درمختار".(۸۷/۹، مطلب في أجرة الدلالة)

(۲) ما فی " **الهداية** ": ومن اشترى شيئاً مما ينقل ويحول لم يجز بيعه حتى يقبضه لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك.(۷٤/۳، كتاب البيوع، باب التولية والمرابحة)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه** ". قال ابن عباس: وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام .

(۵/۲،كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، سنن أبي داود:۱۳۷/۲، باب في بيع الطعام قبل أن يستوفي) =

ایجنٹ یعنی دلال کے لیے چند شرائط کا لحاظ ضروری ہے

مسئله(۳۵۷): بروکریج (Brokrage) یعنی دلالی کا کام کرنا، چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:
(۱)......دلال اپنی اجرت اور کمیشن بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) سے واضح طور پر طے کرلیں۔(۲)...... دلال خریدار (Purchasar) کو دھوکہ دیکر یعنی گھٹیا چیز اچھی اور معیاری ظاہر کرکے نہ بیچیں۔(۳)......بولی لگانے والا خریدنے کی نیت سے بولی لگائے، محض قیمت بڑھانے کے لئے اور دوسروں کو اس میں پھنسانے کی غرض سے نہ ہو، جیسا کہ آج کل بہت سی دوکانوں میں ایجنٹ آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں، اس طرح کام کرکے اگر کوئی دلال اجرت حاصل کرتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔(۴)......اگر دلال اجرتِ مثلی وصول نہ کرے، بلکہ بیع کی قیمت پر فیصد کے تناسب سے اجرت وصول کرے تو یہ بھی جائز ہے۔(۱)

= ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": للمستأجر إيجار المأجور لآخر قبل القبض إن كان عقاراً وإن كان منقولاً فلا. فمنهم من قال بعدم جواز بالاتفاق لأنه إذا تلفت المنفعة المعقود عليها في الإجارة بهلاك المأجور يحصل غرر الانفساخ فما لا يجوز بيعه قبل القبض لا يجوز إجارته لأن الإجارة هي بيع المنفعة.

(۶۷۱/۱،المادة:۵۸٦، الفصل الثاني، اسلامی قانون اجاره:۱۱٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال في البزازية: إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ، ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل. (۶۴/۹،كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی " **عمدة القاري للعيني** " :وقال أبو حنيفة: إن دفع له ألف درهم يشتري بها بزاً بأجر عشر دراهم فهو فاسد، وكذلك لو قال : اشتر مائة ثوب فهو فاسد، فإن اشترى فله أجر مثله، ولا يجاوز ما سمى من =

دلالی کی اجرت متعین کرنا

مسئلہ(۳۵۸): دلالی (Commision Agent) کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ بائع دلال سے کہے کہ تو جوسامان بیچے گا، اس کی قیمت کا دو فیصد یا ایک فیصد تجھے ملے گا، اس طرح کی دلالی، اجرت متعین کرکے کیجاوے تو مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہوگی۔(۱)

= الأجر. (۱۲/۱۳۲، کتاب الإجارة، باب أجر السمسرة)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": قال في التاتارخانية : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير فذاك حرام عليهم، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام.

(۹/۸۷، كتاب الإجارة، مطلب في أجرة الدلال، كذا في خلاصة الفتاوى:۳/۱۱۶، وكذا في الفتاوى الهندية: ٤/٤٥٠)

ما في " **الهداية** ": قال: ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النجش وهو أن يزيد في الثمن ولا يريد الشراء ليرغب غيره. (٤/٦٦، باب بيع الفاسد ، فصل فيما يكره، اسلامی قانون اجارہ:۱۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **عمدة القاری شرح صحیح البخاری** " : قال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لك ، علقه البخاري ، ووصله ابن أبي شيبة عن هشيم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس نحوه وهذا سند صحيح.(۱۱/٤۰۳)

ما فی " **اعلاء السنن** " : وشرط جوازها عند الجمهور أن تكون الأجرة معلومة ، قلت: والحاصل أن أجرة السمسار ضربان: إجارة وجعالة، فالأول يكون مدة معلومة يجتهد فيها للبيع ، وهذا جائز بلا خلاف، فإن باع قبل ذلك أخذ بحسابه، وإن انقضى الأجل أخذ كامل الأجرة .(١٦/ ٢٤٤،٢٤٥)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": قال في التاترخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل =

جعالة کی تعریف اور اس کے جواز کی شرطیں

مسئله(۳۵۹): لغت میں......جعالة اس کو کہا جاتا ہے، کہ کوئی انسان کسی دوسرے کیلئے کسی کام کے عوض کچھ مال مقرر کردے(۱)۔

اصطلاح میں......جعالة کہتے ہیں، کسی متعین عوض کو، کسی معلوم یا مجہول عمل کے کرنے پر لازم کرنا(۲)۔

جعالة کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ کوئی شخص یہ اعلان کردے کہ جو شخص میرا گمشدہ سامان لادے گا، میں اس کو اپنی طرف سے اتنا اتنا انعام دوں گا(۳)۔

= وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا ، فذاك حرام عليهم ، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار؟ قال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز، فجوزه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .(۸۷/۹)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل.

(٤٥١/٤، خلاصة الفتاوی:۱۱٦/۳، مکتبه رشیدیه، اسلامی قانون اجاره:۱۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": تعريف الجعالة : الجعالة أو الجعل أو الجعلية لغة : هي ما يجعل للإنسان على فعل شيء أو ما يُعطاه الإنسان على أمر يفعله ، وتسمى عند القانونيين الوعد بالجائزة (أي المكافأة أو الجعل أو الأجر المعين) فهي عقد أو التزام بإرادة منفردة. (۳۸٦٤/٥، الفصل الرابع الجعالة)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وشرعاً : التزام عوض معلوم على عمل معين ، أو مجهول ، عسر عمله. (۳۸٦٤/٥)

(۳) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** " :مثل قول القائل : من رد عليّ دابتي الشاردة ، أو متاعي الضائع ، أو بنى لي هذا الحائط أو حفر لي هذا البئر حتى يصل إلى الماء ، أو خاط لي قميصاً أو ثوباً ، فله كذا.(۳۸٦٤/٥) =

اس کے جواز کیلئے چار شرطیں ہیں:

۱-...... جعالہ کے درست ہونے کے لئے صیغۂ جعالہ ضروری ہے، جیسے کوئی شخص یہ کہے:" **من رد علي ضالّتي فله كذا**" جو شخص میرا گمشدہ سامان لادے گا اس کو اتنا ملے گا(۱)۔

۲-......صحتِ جعالہ کیلئے متعاقدین کا عاقل بالغ سمجھدار اور تصرف کا اہل ہونا ضروری ہے، لہٰذا نابالغ، مجنون اور سفیہ مجور کے اعلان کرنے سے جعالہ درست نہیں ہوگا (۲)۔

۳-...... جعالہ میں عمل خواہ معلوم ہو یا مجہول، دونوں صورتوں میں جعالہ درست ہوتا ہے(۳)۔

۴-......جعالہ جس کو انعام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا متعین اور مباح ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر جعالہ مباح نہ ہو بلکہ حرام ہوتو اس کا وصول کرنا جائز نہیں (۴)، جعالہ کی یہ صورتِ مذکورہ ائمہ

= (۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**" : الجعالة التزام بإرادة واحدة فلا تتحقق إلا بصيغة من الجاعل من الصيغ السابقة في تعريفها ونحوها ، تدل على إذن بالعمل بطلب صريح ، بعوض معلوم مقصود عادة ملتزم به.(۳۸٦٧،۳۸٦٦/٥)

(۲) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**" : أولاً : أهلية التعاقد : يشترط عند الشافعية والحنابلة في الجاعل مالكاً كان أو غيره أن يكون مطلق التصرف (بالغاً عاقلاً رشيداً) ، فلا يصح من صبيٍ ومجنون ومحجور سفه.(۳۸٦۸/٥)

(۳) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**": ثانياً : أن الجعالة عقد يحتمل الغرر، وتجوز جهالة العمل والمدة بخلاف الإجارة، فالعمل في الجعالة قد يكون معلوماً أو مجهولاً غير معلوم كرد بهيمةٍ ضالةٍ وحفر بئر حتى يخرج منها الماء وكما تصح الجعالة على عمل مجهول أو معلوم تصح جهالة المدة.

(۳۸٦۸،۳۸٦٧/٥)

(٤) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**": ثالثاً : أن تكون المنفعة معلومة حقيقة، مباحاً الانتفاع بها شرعاً، فلا تجوز الجعالة على إخراج الجن من شخص، ولا على حل سحر مثلاً، لأنه يتعذر معرفة كون الجن خرج=

ثلاثہ(امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک جائز ہے(۱)،فقہائے احناف نے جعالہ کو بوجہ عمومِ بلویٰ وضرورت استحساناً جائز کہا ہے، ورنہ قیاساً جعالہ جائز نہیں ہے(۲)۔

= أم لا، أو انحل السحر أم لا، كما لا تجوز الجعالة على ما يحرم نفعه كالغناء والزمر والنواح وسائر المحرمات، والقاعدة في ذلك: أن كل ما جاز أخذ العوض عليه في الإجارة، جاز أخذ العوض عليه في الجعالة، وما لا يجوز أخذ العوض عليه في الإجارة، لا يجوز أخذ الجعل عليه. لقوله تعالى: ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(۳۸۶۹/۵)

(۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ":وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته : ﴿ **قالوا نفقد صواع الملک ، ولمن جاء به حمل بعير، وأنا به زعيم**﴾[يوسف:۷۲] . أي كفيل . وبدليل ما جاء في السنة من أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة (أم القرآن)، وهو ما رواه الجماعة إلا النسائي عن أبي سعيد الخدري: " أن ناساً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أتوا حياً من أحياء العرب، فلم يُقروهم (يضيفوهم)، فبينماهم كذلك إذ لدغ سيد أولئك، فقالوا: هل فيكم راقٍ؟ فقالوا: لم تقرونا، فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلاً، فجعلوا لهم قطيع شاءٍ، فجعل رجل يقرأ بأم القرآن، ويجمع بزاقه، ويتفل، فبرأ الرجل، فأتوهم بالشاء، فقالوا: لا نأخذها حتى نسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فضحك، وقال: **وما أدراک إنها رقية خذوها واضربوا لي فيها بسهم**".

(۳۸۶۶/۵، كذا في بذل المجهود:۶۲۶/۱۱، رقم الحديث: ۳۸۹۹، وكذا في الترمذي:۲۶/۲، أبواب الطب عن رسول الله)

(۲) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر أي جهالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التي يشترط لها معلومية العمل والمأجور والأجرة والمدة، وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق . (۳۸۶۵/۵، اسلام کا قانون اجارہ:۸۲، ۱۰۶)

اسلامی بینک کا قرض داروں سے سروس چارج لینا

مسئلہ(۳۶۰): اسلامی بینک (Islamic bank) کے لئے اپنے قرض داروں سے بطور سروس چارج (Service charge) کے کچھ رقم وصول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱-......قرض دار سے جو رقم وصول کی جائے وہ ان اخراجات سے تجاوز نہ کرے، جو اس منصوبہ پر قرض کے اجراء کے لئے لازم آتے ہوں۔

۲-......اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اگر اخراجات کی تحدید ممکن ہو تو یہ صورت احکامِ شریعت کے زیادہ موافق ہوگی، اور اس کے بارے میں کوئی کلام نہ ہوگا، اور اگر ہر منصوبہ کے الگ الگ اخراجات کی تحدید ممکن نہ ہو تو اس صورت میں بینک کے لئے اس سے واقعی اخراجات طلب کرنے کے بجائے، قرض جاری کرنے سے پہلے اور بعد میں کیجانے والی دفتری کارروائی کی اجرت وصول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اجرت اس قسم کے کاموں پر لیجانے والی اجرتِ مثل سے زیادہ نہ ہو۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": يستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما يجوز لغيره كالمفتي فإنه يستحق أجر المثل على كتابة الفتوى لأن الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان، ومع هذا الكف أولى احترازاً عن القيل والقال وصيانة لماء الوجه عن الابتذال. بزازية. "درمختار".

قوله : (قدر ما يجوز لغيره) قال في جامع الفصولين: للقاضي أن يأخذ ما يجوز لغيره ، وما قيل في كل ألف خمسة دراهم لا نقول به ولا يليق ذلك بالفقه، وأي مشقة للكاتب في كثرة الثمن؟ وإنما أجر مثله بقدر مشقته أو بقدر عمله في صنعته أيضاً كحكاك وثقاب يستأجر بأجر كثير في مشقة قليلة اهـ . قال بعض الفضلاء: أفهم ذلك جواز أخذ الأجرة الزائدة وإن كان العمل مشقته قليلة ونظرهم لمنفعة المكتوب له.اهـ. =

اصلاح ومرمت کی ذمہ داری مالک کی ہوگی

مسئلہ(۳٦۱): وہ کام جن کا تعلق مکان کی تعمیر اور عمارت سے ہے، ان کی اصلاح ومرمت کروانے کی ذمہ داری مالک کی ہے، جیسے رنگ وروغن کروانا، دیوار یا فرش وغیرہ کہیں سے خراب ہوجائے تو اس کی مرمت کرنا وغیرہ۔

چنانچہ جن کاموں کی ذمہ داری مالکِ مکان پر ہے، اور وہ ان کاموں کو انجام نہ دے، تو اس کی وجہ سے اگر کرایہ دار مکان یا دکان خالی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، البتہ اگر کرایہ دار کرایہ کا معاملہ کرنے سے پہلے، یا کرتے وقت ان عیوب کو دیکھے جن کی اصلاح ومرمت مالک کی ذمہ داری ہے، اور اس پر راضی رہے اور اس کو ٹھیک کروانے کا مطالبہ نہ کرے، تو اس صورت میں کرایہ دار کو مکان خالی کرنے کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر عقد کے وقت کرایہ دار نے ان خرابیوں کو دیکھ کر مرمت کروانے کا مطالبہ کردیا تھا، تو اس صورت میں کرایہ دار کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان خرابیوں کی مرمت نہ

= قلت: ولا يخرج ذلك عن أجرة مثله، فإنه من تفرغ لهذا العمل كثقاب اللآلي مثلاً لا يأخذ الأجر على قدر مشقته فإنه لا يقوم بمؤنته ولو ألزمناه ذلك لزم ضياع هذه الصنعة فكان ذلك أجر مثله.

(۱۲۷/۹، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب في صك القاضي والمفتي)

ما فی " **الفتاوى البزازية على هامش الهندية** ": وفي الدلال والسمسار أجر المثل وما تواضعوا أن من كل عشرة كذا حرام عليهم، يجوز للمفتي أخذ الأجرة على كتبه الجواب بقدره لأن اللازم عليه الجواب باللسان لا الكتابة. (فإن قلت) إذا كان الواجب عليه الجواب فقد حصل بالكتابة ووقع عن الواجب كما في خصال الكفارة أيّ فرد يوجد يقع عن الواجب فلا يجوز أخذ الأجرة كما في سائر الواجبات. (قلت:) الوجوب مقصور على الجواب والكتابة زائدة عليه بخلاف الخصال لأن الواجب ثمة واحد غير معين يتعين بالفعل. (۴۹/۵، كتاب الإجارة، في الأعمال التي لا تصح الإجارة بها وتصح)

ہونے کی وجہ سے عقدِ اجارہ فسخ کرکے دکان یا مکان خالی کردے۔(۱)

مال کا ضمان (Risk) کب منتقل ہوتا ہے؟

مسئلہ (۳۶۲): عام طور پر سامان کی شپ مینٹ (Shipment) یعنی سامان کو جہاز کے ذریعہ امپورٹر (Importer) کی طرف منتقل کرنے کے تین طریقے ہوتے ہیں:

پہلا طریقہ:......ایف،او،بی (F.O.B) جس میں ایکسپورٹر (Exporter) کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرادے، آگے انکا کرایہ اور دوسرے مصارف خود امپورٹر یعنی درآمد کرنے والا ادا کرتا ہے،اس صورت میں شپنگ کمپنی (Shiping company) امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان پر قبضہ کرلے گی تو اس کا قبضہ امپورٹر کا قبضہ سمجھا جائے گا، اور اس سامان کا ضمان (Risk) اسی وقت خریدار یعنی امپورٹر کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

دوسرا طریقہ :...... سی اینڈ ایف (C.&.F) کے طریقے سے مال روانہ کرنا، یعنی جس

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوی الهندية** ": وفي إجارة الدار وعمارة الدار وتطيينها وإصلاح الميزاب وما كان من البناء يكون على صاحب الدار، وكذلك كل سترة تركها يخل بالسكنى يكون على رب الدار، فإن أبى صاحب الدار أن يفعل ذلك كان للمستأجر أن يخرج منها إلا أن يكون استأجرها وهي كذلك وقد رآها فحينئذ يكون راضياً بالعيب.

(۴/۴۵۵، كتاب الإجارة، الباب السابع عشر فيما يجب على المستأجر وفيما يجب على الآجر)

ما فی " **خلاصة الفتاوى** ": وعمارة الدار وتطيينها وإصلاح ميزابها على الآجر.

(۳/۱۴۸، كتاب الإجارة، الفصل التاسع فيما على الآجر وفيما على المستأجر)

میں سامان کو بھیجنے کا کرایہ، ایکسپورٹر (برآمد کرنے والا) ادا کرتا ہے، اس صورت میں بھی تاجروں کے درمیان موجودہ عرف یہی ہے کہ سی اینڈ ایف (C.&.F) کی صورت میں بھی شپنگ کمپنی (Shipping company) کو امپورٹر (درآمد کرنے والا) کا ہی ایجنٹ سمجھا جاتا ہے، جب کہ کرایہ ایکسپورٹر ادا کر رہا ہے، تو جس وقت ایکسپورٹر نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالہ کر دیا، اسی وقت اس سامان کا رسک (ضمان) امپورٹر کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

تیسرا طریقہ:......سی آئی ایف (C.I.F) کے ذریعہ سامان روانہ کرنا، چوں کہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے ہی کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر، امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے، اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا، گویا عرفِ عام کی وجہ سے ایف، او، بی۔ سی اینڈ ایف۔ اور سی، آئی، ایف، تینوں طریقوں میں شپ مینٹ کے بعد مال کا ضمان (رسک) امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہو جاتا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**فابعثوا أحدكم بورقكم هذه المدينة فلينظر أيها أزكى طعاماً فليأتكم برزقٍ منه**﴾. (سورة الكهف:۱۹)

ما في " **الحديث**": عن حكيم بن حزام أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث حكيم بن حزام ليشترى له أضحية بدينار فاشترى أضحية فأربح فيها ديناراً فاشترى أخرى مكانها فجاء بالأضحية والدينار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: " **ضح بالشاة وتصدق بالدينار**".

(السنن الترمذي: ۲۳۸/۱، أبواب البيوع، السنن لأبي داود: ۴۸۰/۲، كتاب البيوع، باب في المضارب يخالف) =

تالا بندی یا کارخانہ بندی (Capitalism)

مسئلہ(۳۶۳): سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے ظلم کی وجہ سے، کبھی تنخواہ بڑھانے کے لیے ہڑتال (Tradeunion)، یا تالا بندی کا سہارا لیا جاتا ہے، مگر شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں، اگر اسلامی قانونِ اجارہ کو نافذ کیا جائے، تو ان شاء اللہ اس طرح کی صورتِ حال ہی پیدا نہ ہو۔(۱)

= ما فی " **الهداية** ": قال: كل عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يؤكل به غيره لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال، فيحتاج إلى أن يؤكل به غيره فيكون بسبيل منه دفعاً للحاجة ، وقد صح أن النبي عليه السلام وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزوج عمرو بن أم سلمة .... وقال : ويجوز الوكالة بالخصومة في سائر الحقوق، وكذا قالوا بإيفائها واستفائها.

(۱۷۷/۳، كتاب الوكالة)

وفيه أيضاً: فإن هلك المبيع في يده قبل حبسه هلك من مال المؤكل ولم يسقط الثمن لأن يده كيد المؤكل فإذا لم يحبسه يصير المؤكل قابضاً بيده.(الهداية :۱۸۳/۳ ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : مؤنة التسليم أي كلفته النفقات التي تلزم المشتري هي:۱ -...... نفقة التسليم في بيع المجازفة ۲ -...... النفقة التي تتعلق بالثمن ۳ -...... أجرة كتابة الصك ٤ -...... النفقات التي يلزمه أداء ها في بعض الأحوال بمقتضى العرف والعادة ، النفقات التي تلزم البائع هي:۱ -...... نفقة تسليم المبيع ۲ -...... النفقة التي يكون مكلفاً بأدائها في بعض الأحيان حسب العرف والعادة.(۲۷۱/۱، البيوع ، الفصل الرابع في مؤنة التسليم ولوازم اتمامه)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": يلزم تعيين المأجور. (۲۰۵/۱، المادة: ٤٤٩)

وأيضاً: يشترط أن تكون الأجرة معلومة. (۵۰۳/۱، المادة: ٤٥٠)

وأيضاً: تكون المنفعة معلومة في استئجار أهل الصنعة ببيان العمل يعني بتعيين ما يعمل الأجير.

(۵۰۷/۱، المادة: ٤٥٥) =

ناجائز کاموں پر اجرت وصول کرنا

حرام طریقے سے حاصل ہونے والی چیز کرایہ پر لینا

مسئلہ (۳٦٤): ایسی چیز کو اجرت اور کرایہ پر لینا جس کے متعلق یہ معلوم ہو، کہ اس کے حصول میں حرام مال استعمال ہوا ہو جائز نہیں ہے۔(۱)

گانا بجانا یا موسیقی پر اجرت لینا

مسئلہ (۳٦٥): گانا بجانا، نوحہ، طبلہ، موسیقی وغیرہ پر اجرت لینا شرعاً جائز نہیں، اس لیے کہ گانا بجانا موسیقی وغیرہ اسلام میں حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اور گناہ پر اجرت لینا جائز نہیں (۲)۔

= ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** ": أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع من المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة لا يصح العقد، لأن هذه الجهالة تمنع من التسليم والتسلم، فلا يحصل المقصود من العقد. (۳۸۰۹/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو.(٤٤٩/٤، كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر، الفصل الرابع)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": رجل اكتسب مالاً من الحرام ثم اشترى فهذا على خمسة أوجه: أما إن وقع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها.........أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم أواشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم .... قال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب، قال أبوبكر: لا يطيب في الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس....... لكثرة الحرام .

(٤٩٠/٧، كتاب البيوع ، باب المتفرقات ، مطلب : إذا اكتسب حراماً ثم اشترى فهو على خمسة أوجه)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **المبسوط للسرخسي** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو لأنه معصية والاستئجار على المعاصي باطل فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود =

اسی طرح نرکو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا بھی حرام ہے(۱)۔

= عليه شرعاً ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصياً شرعاً.

(١٦/٣٧، ٣٨، باب الإجارة الفاسدة، الاختيار لتعليل المختار:٣١٨/٢، فصل فساد الإجارة، ردالمحتار: ٧٥/٩،كتاب الإجارة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي، البحرالرائق:٨/ ٣٢۔٣٤،كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة، الفتاوى الولوالجية:٣٣٣/٣،كتاب الإجارة ، الفصل الأول فيما تجوز الإجارة وفيما لا تجوز إلى آخره، نصب الراية:٣٣١/٤، باب الإجارة الفاسدة)

(١) ما فی " **الحديث** ": وعن ابن عمر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل.

(السنن لأبي‌داود:ص٤٨٦،كتاب البيوع ، باب في عسب الفحل، صحيح البخاري :٣٠٥/١، كتاب الإجارة)

ما فی " **الجامع الصغير فی أحاديث البشير النذير للسيوطي** ": ست خصال من السحت: رشوة الإمام وهي أخبث ذلك كله، وثمن الكلب وعسب الفحل ومهر البغي وكسب الحجام وحلوان الكاهن .

(٢٨٦/٢، رقم الحديث:٤٦٥٤)

ما فی " **المبسوط للسرخسی** ": وإذا استأجر فحلاً لينزيه لم يجز للأثر الذي جاء به النهي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن التيس ، ولأن المقصود الماء ولا قيمة له وصاحب الفحل يلتزم إيفاء ما لا يقدر على تسليمه .

(١٦/ ٤١، باب الإجارة الفاسدة ، فتح القدير:١٠٠/٩، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": ولا تصح الإجارة لعسب التيس وهونزوه على الإناث."**درمختار**". قال ابن عابدين الشامي: قوله: (لا تصح الإجارة لعسب التيس) لأنه عمل لا يقدر عليه وهو الإحبال.

(٧٥/٩،كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، قبيل مطلب في الاستئجار على المعاصي، مجمع البحرين:٣٨٦، فصل فيما يجوز من الإجارة وما يفسد منها)

ما فی " **نصب الرأية** ": ولا يجوز أخذ أجرة عسب التيس وهو أن يؤجر فحلاً لينزو على الإناث لقوله عليه الصلاة والسلام:"**إن من السحت عسب التيس**". والمراد أخذ الأجرة عليه.

(٣٢٥/٤، باب الإجارة الفاسدة، الاختيار لتعليل المختار:٣١٨/٢، فصل فساد الإجارة، فتاوى محموديه:١٠٩/١٧)

اسٹیڈیم کے ٹکٹ خریدنا

مسئلہ(۳٦٦): اسٹیڈیم میں مختلف قسم کے کھیل اوران کے میچ وغیرہ ہوتے ہیں،ان میچوں کو دکھانے کیلئے اسٹیڈیم کی انتظامیہ داخلہ کا ٹکٹ وصول کرتی ہے،ٹکٹ لے کر اسٹیڈیم میں جانا اور میچ دیکھنا اس وقت جائز ہوگا،جبکہ اس میچ میں کھلاڑیوں کا پوشاک ایسا ہو جس سے ستر پوشی ہوتی ہو، کھیلنے والے نامحرم نہ ہوں، اوراسٹیڈیم میں کوئی خلافِ شرع امورانجام نہ دیئے جاتے ہوں، بے حیائی کے مظاہرے نہ ہوتے ہوں۔

اور اگر اسٹیڈیم میں نامحرم کھیل رہے ہوں، یا ان کے ستر ڈھکے ہوئے نہ ہوں، یا اس کے علاوہ کوئی اور خلافِ شرع امورانجام دیئے جارہے ہوں، یا اسٹیڈیم میں کھیل کے علاوہ کوئی اور خلافِ شرع پروگرام ہورہا ہو،تو پھر ایسی صورت میں اسٹیڈیم کے ٹکٹ لینا اور دینا دونوں جائز نہیں ہیں۔

لیکن چونکہ اب یہ سب ممکن نہیں، اس لئے کہ وہاں تالیاں بجائی جاتی ہیں، سیٹیاں کسی جاتی ہیں،مزاق اڑایا جاتا ہے، ایک دوسرے کی دل آزاری کی جاتی ہے،عورتیں اغل بغل میں نیم برہنہ لباس میں ہوتی ہیں،اورسب سے اہم بات یہ کہ وقت ضائع ہوتا ہے،جبکہ وقت سب سے قیمتی سامان ہے، لایعنی کام میں آدمی مصروف رہتا ہے، نیز وہاں فاسقوں اورفاجروں کا اجتماع ہوتا ہے،اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ”**من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه**“. آدمی کے عمدہ اخلاق میں یہ ہے کہ وہ لایعنی (فضول، بے سود، بے کار وغیرمفید) امورکوترک کردے،لہذا اولیٰ وبہتر یہ ہے کہ اسٹیڈیم میں نہ جائے۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في ” **الفتاوی الهندية** “: ولا تجوز الإجارة علی شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو وعلی هذا الحداء وقراءة الشعر وغيره، ولا أجر في ذلك، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالی. (۴/۴۴۹، كتاب الإجارة، الفصل الثالث) =

انشورنس کمپنی کا ایجنٹ بننا

مسئلہ(۳۶۷): انشورنس کمپنی کا ایجنٹ بننا تعاون علی الاثم کی بنا پر نا جائز ہے۔(۱)

دورِ حاضر میں وکالت کا پیشہ اختیار کرنا

مسئلہ(۳۶۸): دورِ حاضر میں وکالت کا پیشہ چونکہ جھوٹ، فریب اور چرب لسانی کا ذریعہ ہوتا ہے، اور حق وباطل میں کوئی لحاظ باقی نہیں رہتا، لہذا وکالت کا پیشہ ترک کر کے اور کوئی حلال روزی تلاش

= ما في " **المجموع شرح المهذب**": ولا تجوز على المنافع المحرمة لأنه يحرم فلا يجوز أخذ العوض عليه كالميتة والدم. (۳/۱۵)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** " : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ".(ص٤٦، اسلامی قانون اجاره:٤٢٧)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " :لقوله تعالى : ﴿**وتعاونوا على ا لبر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله إن الله شديد العقاب**﴾.(المائدة: ٢)

ما في " **روح المعاني** " : وأورد صاحب روح المعاني تحت قوله تعالى: ﴿ **فلن أكون ظهيراً للمجرمين** ﴾. حديثاً، ينادي مناد يوم القيامة : أين الظلمة وأشباه الظلمة ، وأعوان الظلمة ، حتى من لاق لهم دواة أو برى لهم قلماً ، فيجمعون في تابوت من حديد ، فيرمى بهم فى جهنم .

(روح المعاني :٨٥/١١، مكتبة زكريا)

ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.(البقرة: ٢٧٨، ٢٧٩)

ما في " **السنن لإبن ماجة** " : عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم " **لعن آكل الربوا ومؤكله وشاهديه وكاتبه** ". (١٦٥/١، باب التغليظ في الربا، السنن لأبي داود : ٤٧٣/٢، كتاب البيوع ، باب آكل الربا وموكله، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٢٥٨/٦)

کرنا چاہیے، ہاں اگر اس بات کا التزام ہو کہ جو حق پر ہوگا اسی کی وکالت کرے گا، اور خود کو اس پر پورا اطمینان بھی ہو، تو پھر پیشۂ وکالت جائز ہے۔(۱)

فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ملازمت اختیار کرنا

مسئلہ(۳۶۹): فائیو اسٹار(5-Star) ہوٹلوں میں اگر ملازمت کا تعلق حرام کاموں سے ہو، مثلاً شراب پیش کرنا وغیرہ، تو یہ ملازمت شرعاً ناجائز اور حرام ہے (۲)، ہاں اگر کوئی ملازمت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** ": قال تعالى :﴿ **وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾. [سورة المائدة :۲]............ وقوله تعالى : ﴿ **واتقوا يوماً ترجعون فيه إلى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون**﴾. [البقرة: ۱۸۱]............وقوله تعالى : ﴿ **هٰأنتم هؤلاء جادلتم عنهم في الحيوة الدنيا ، فمن يجادل الله عنهم يوم القيامة أم من يكون عليهم وكيلا**﴾.(النساء: ۱۰۹)

ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : والدليل على جواز التوكيل بالخصومة هو حاجة الناس، إذ ليس كل أحد يهتدي إلى وجوه الخصومات، وقد صح أن علياً وكل عقيلاً عند أبي بكر رضي الله عنهم ، وبعدما أسن وكل عبد الله بن جعفر عند عثمان رضي الله عنهما، وقال: إن للخصومة قُحَماً وإن الشيطان ليحضرها وإني لأكره أن أحضرها. (۵/۴۰۷۲)

وفيه أيضاً: الأصل في الوكالة الإباحة ، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب ، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام ، وقد تكون واجبة إن دفعت ضرراً عن الموكل. (۵/۴۰۶۱)

ما في " **اعلام الموقعين** " : بقاعدة فقهية : " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود".

(۳/۱۷۵)

(۲) ما في " **جامع الترمذی** ": " **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها** =

نہ ملے اور فائیو اسٹار (5-Star) ہوٹل میں کوئی غیر حرام کام ہو، یا حرام اور حلال دونوں ہوں مگر حلال غالب ہو تو جائز ہے، مگر ساتھ ہی دوسری جگہ ملازمت کی فکر جاری رکھنی چاہیے، اور تنخواہ حلال یا غالب حلال آمدنی سے ہونی چاہیے(۱)۔

طاعات پر اجرت وصول کرنا

تعلیمِ قرآن وغیرہ پر اجرت لینا

مسئلہ(۳۷۰): اجرت علی الطاعات یعنی تعلیمِ قرآن ، فقہ، اذان ، تدریس وحج بدل وغیرہ پر اجرت وصول کرنا جائز نہیں، مگر فقہائے متاخرین نے ضرورۃً (اندیشۂ ضیاع دین کی بناء پر) تعلیمِ قرآن وفقہ، اذان وتدریس وغیرہ پر اجرت وصول کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔(۲)

= **ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبايعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة له**".

(۲۴۲/۱، أبواب البيوع، باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك، سنن أبي داود:۵۱۷/۲، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، وكذا في سنن ابن ماجة: كتاب الأشربة باب لعنة الخمر على عشرة أوجه)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**قواعد الفقه**": "الأصل في الأشياء الإباحة". (ص: ۵۹)

(۲) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": ولا لأجل الطاعات مثل الأذان والجمع والإمام وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان . " درمختار"........... قال ابن عابدين : قوله: (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن) قال في الهداية : وبعض مشايخنا رحمهم الله استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى.....................وقد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعده ما علمته ، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز =

تراویح سنانے پر اجرت لینا

مسئلہ (۳۷۱): (۱) محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے، اجرت دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے، اور اجرت لینے والا قرآن سنانے کے ثواب سے محروم رہے گا، اور اگر بلا اجرت تراویح سنانے والا نہ ملے تو" **ألم تر کیف**" سے تراویح پڑھیں۔

(۲)......اگر کسی جگہ کا یہ رواج ہو کہ سنانے والے کو کچھ نہ دیا جاتا ہو، اور وہ محض ثواب کی نیت سے سناتا ہو، یا صاف طور پر تصریح کردی جاتی ہو کہ یہاں سے کچھ نہیں دیا جائے گا، اور سنانے والے کے ذہن میں بھی یہ بات نہ ہو کہ یہاں سے کچھ ملے گا، اور کچھ نہ دینے کے باوجود بھی وہ آئندہ سنانے سے پہلوتہی نہیں کرے گا، پھر اگر کوئی شخص ازخود قرآن کریم سنانے والے کی کوئی خدمت کرے، تو اس کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔(۱)

=الاستئجار على كل طاعة، بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة تبيح الخروج عن أصل المذهب من طرو المنع .

(۷۶/۹، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة فيه)

ما في " **الاختيار لتعليل المختار** ": ولا تجوز الإجارة على الطاعات كالحج والأذان والإمامة وتعليم القرآن والفقه وبعض أصحابنا المتأخرون قال: يجوز على التعليم والإمامة في زماننا وعليه الفتوى لحاجة الناس إليه وظهور التواني في الأمور الدينية ، وكسل الناس في الاحتساب فلو امتنع يضع حفظ القرآن.

(۳۱۸/۲، كتاب الإجارات، فصل فساد الإجارة، المبسوط للسرخسي: ۳۷/۱۶، باب الإجارة الفاسدة، نصب الراية: ۳۳۱/٤، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة ، البحر الرائق :۳٤/۸، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، فتاوى محموديه: ۸٦/٦۸/۱۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : لقوله تعالى:﴿ **ولا تشتروا بآياتي ثمناً قليلاً**﴾. (البقرة:٤۱)

ما في " **المصنف لإبن أبي شيبة** ": عن زاذان قال: سمعته يقول : " **من قرأ القرآن يأكل به ، جاء يوم** =

....

....

....

= **القيامة ووجهه عظمٌ ليس عليه لحم**". (٢٣٨/٥، رقم الحديث:٧٨٢٤)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال .

(٧٧/٩، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة)

ما فی "**الهداية**": والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا .... لقوله عليه السلام: "**اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به**" .

(٣٠٣/٣، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی "**المصنف لإبن أبى شيبة**" : عن عبد الله بن شبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **اقرؤوا القرآن ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به، ولا تجفوا عنه، ولا تغلوا فيه**".

(٢٣٨/٥، كتاب الصلوة، باب في الرجل يقوم بالناس في رمضان فيعطى، رقم الحديث:٧٨٢٥، مجموعة رسائل ابن عابدين :١٦٦/١، الرسالة السابعة ، شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل، مكتبة دار احياء التراث العربي بيروت)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وما في الخانية من أنه يجوز للإمام والمفتي قبول الهدية، وإجابة الدعوة الخاصة، ثم قال: إلا أن يراد بالإمام إمام الجامع .... والأولى في حقهم إن كانت الهدية لأجل ما يحمل منهم من الإفتاء والوعظ والتعليم عدم القبول ليكون علمهم خالصاً لله تعالى، وإن أهدى إليهم تحبباً وتودداً لعلمهم وصلاحهم فالأولى القبول .... وهذا إذا لم يكن بطريق الأجرة بل مجرد هدية.(٤٩/٧، ٥٠، كتاب القضاء، مطلب في حكم الهدية للمفتي)

تعویذات پر اجرت لینا

مسئلہ (۳۷۲): تعویذات بھی ایک قسم کا معالجہ ہے، اگر کوئی شخص اس سلسلے میں اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہ کرتا ہو، اور نہ کسی غلط کام کے لئے تعویذ دیتا ہو، تو اس پر اجرت لینا درست ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن لأبي داود** " : عن أبي سعيد الخدري أن رهطاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم انطلقوا في سفرة سافروها فنزلوا بحي من أحياء العرب فقال بعضهم : إن سيدنا لدغ فهل عند أحد منكم شيء ينفع صاحبنا؟ فقال رجل من القوم : نعم والله إني لأرقى ولكن استضفناكم فأبيتم أن تضيفونا ما أنا براق حتى تجعلوا لي جعلاً فجعلوا له قطيعاً من الشاء فأتاه فقرأ عليه أم الكتاب ويتفل حتى برأ كأنما انشط من عقال قال : فأوفاهم جعلهم الذي صالحوهم عليه فقالوا : اقتسموا فقال الذي رقى : لا تفعلوا حتى نأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فنستأمره فغدوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من أين علمتم أنها رقية أحسنتم اقتسموا واضربوا لي معكم بسهم** ". (ص٥٤٤، كتاب الطب ، باب كيف الرقى)

ما في " **شرح معاني الآثار** " : ولا بأس بالاستئجار على الرقى والعلاجات كلها وإن كنا نعلم أن المستأجر على ذلك قد يدخل فيما يرقى به بعض القرآن لأنه ليس على الناس أن يرقى بعضهم بعضاً فإذا استوجروا فيه على أن يعملوا ما ليس عليهم أن يعملوا جاز ذلك .

(ص٢٤٦، كتاب الإجارات ، باب الاستئجار على تعليم القرآن)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي.

(٩/٦٨، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز التلاوة والتهليل ونحوه)

ما في " **تكملة فتح الملهم** " : إن الرقية ليست بقربة محضة فجاز أخذ الأجرة عليها.

(٤/٣٣٠، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن، فتاوى حقانيه:٦/٢٥٩، فتاوى محموديه:١٧/١٠٠)

کتاب الحظر والإباحة

(مباحات ومحظورات کا بیان)

حظر، اباحت، استحسان اور کراہیت کی تعریف

حظر: ......جس کا ارتکاب باعثِ گناہ اور جس سے بچنا باعثِ ثواب ہے۔

اباحت: ......شریعت کا ایسا حکم جس میں نہ تو کرنے کا مطالبہ ہو اور نہ ہی باز رہنے کا، بلکہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار ہو، فقہ کا اصول ہے: " **الأصل في الأشياء الإباحة حتی یدل الدلیل علی عدم إباحته**". اشیاء میں اصل اباحت ہے، یہاں تک کہ اس کے عدمِ اباحت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

نوٹ: ...... اس اصول کا تعلق معاملات خصوصاً مالی امور سے ہے، عبادات میں اصل حرمت وممانعت ہے، جب تک کہ شارع کی طرف سے اس کے ثبوت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، اور معاملات واشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک اس کی حرمت پر کوئی نص صراحۃً یا اشارۃً وارد نہ ہو۔

استحسان: ......لغۃً ......کسی چیز کو اچھا اور بہتر سمجھنا، خواہ علم کی بنیاد پر ہو یا جہالت کی بنیاد پر۔

کراھت: ......"کراہت" کرہ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی انکار اور مشقت کے ہیں، اسی نسبت سے ایسی چیز کو مکروہ کہا جاتا ہے جو ناپسندیدہ ہو۔ "مکروہ" یہ فقہاء کی ایک اہم اصطلاح ہے، جو کراہت سے ماخوذ ہے۔

حرام:...... جس چیز کو شریعت نے تاکید وقوت سے منع کیا ہو، اس کو حرام کہتے ہیں۔

مکروہ:...... جس کی ممانعت اس درجہ شدید نہ ہو، اسے مکروہ کہتے ہیں، پھر مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہ تحریمی:......جو حرام کے قریب ہو وہ مکروہِ تحریمی۔

(۲) مکروہ تنزیہی:...... جو جائز وحلال کے قریب ہو وہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ (قاموس الفقہ)

کتبِ فقہیہ میں اس باب کو " **الحظر والإباحة** " کے علاوہ اور بھی دیگر ناموں سے موسوم کیا گیا ہے مثلاً: " **کتاب الاستحسان**" اور " **کتاب الکراھیة/ الکراھة** "۔

(بدائع الصنائع: ٤/ ٢٨٨)

" **كتاب الحظر والإباحة** " نام رکھنا اس کے مقتضاء کی طرف مشیر ہے کہ اس کتاب میں معاشرتی، معاملتی اور عبادتی، محرمات ومحللاتِ شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

" **كتاب الكراهية/ الكراهة** " سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب میں عموماً محرمات کا بیان ہوتا ہے، اور ہر محرم شرعاً مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہوتی ہے، اس لیے کراہت محبت اور رضاء کی ضد ہے۔

" **كتاب الاستحسان** " سے موسوم اس وجہ سے کیا جاتا ہے، کہ اس کتاب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو عقل وشرع مستحسن اور بہتر سمجھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

مباح وممنوع مسائل

اجنبی مردوں اورعورتوں کے مادۂ منویہ کا اختلاط

مسئلہ(۳۷۳): استقرارِ حمل کی غیر فطری مصنوعی صورت یعنی ٹیسٹ بے بی ٹیوب (Testbabytube) کو اپنا کر، عورت کے رحم میں اس کے شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے مادۂ منویہ کو داخل کرنا، اگر چہ شوہر کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو شرعاً حرام ہے۔(۱)

میاں بیوی کا مادۂ منویہ ٹیوب میں بارآور کرنا

مسئلہ(۳۷۴): اگر کسی خاتون کو فطری طریقہ پر استقرارِ حمل نہ ہو، تو ٹیسٹ بے بی ٹیوب (Testbabytube) کے ذریعہ شوہر کا نطفہ اور عورت کا بیضہ لے کر ٹیوب میں اسے بار آور کرنے کے بعد، اسی خاتون کے رحم میں ڈالنا شرعاً جائز ہوگا، بشرطیکہ بے پردگی وغیرہ سے بچنے میں پوری احتیاط برتی جائے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **السنن لأبي داود** ": عن حنش الصنعاني عن رويفع بن ثابت الأنصاري قال: قام فينا خطيباً قال: أما إني لا أقول لكم إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم حنين قال: " **لا يحل لإمرئٍ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسقى ماء ه زرع غيره** ". (۲۹۳/۱، باب في وطي السبايا)

ما فی " **حجة الله البالغة** ": منها: معرفة براءة رحمها من مائه لئلا تختلط الأنساب، فإن النسب أحدّ ما يتشاح به، ويطلبه العقلاء، وهو من خواص نوع الإنسان، ومما امتاز به من سائر الحيوان.

(۲۴۸/۲، باب العدة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿**فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم**﴾.(سورة المائدة:۳) =

ضبطِ ولادت ومنعِ حمل اور ''ہم دو ہمارے دو'' کا نعرہ

مسئلہ(۳۷۵): کوئی ایسا عمل جس کا مقصد نسلِ انسانی کو منقطع کرنا، یا محدود کرنا ہو، اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اورنا جائز ہے۔

بطور فیشن خاندان کو مختصر کرنا جیسے آج کل یہ نعرہ دیا جارہا ہے ''ہم دو اور ہمارا ایک'' ''ہم دو ہمارے دو'' دو بچوں میں ہے خوشحالی، روز مناؤ عید دیوالی، اور یہ بہانہ بنا کر، کہ بچوں کی کثرت مشغولیتوں کو متاثر کرنے اور سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ کا ذریعہ ہوا کرتی ہے، آپریشن کروانا اور ولادت کے سلسلے کو روک دینا بھی کسی حال میں جائز نہیں۔(۱)

= ما فی '' **الأشباه والنظائر لإبن نجیم**'' : '' الضرورات تبیح المحظورات ''.(۳۰۷/۱)

ما فی '' **تحفة الفقهاء**'': ولا يباح المس والنظر إلى ما بين السرة والركبة إلا في حالة الضرورة بأن كانت المرأة ختانة تختن النساء .

(۳۳٤/۳، الحظر والإباحة، المبسوط للسرخسي: ۱۰/ ۱۵٦، كتاب الاستحسان، خلاصة الفتاوی: ۳٦۳/٤، الفصل الخامس، نوع منه)

والحجة علی ما قلنا:

ما فی '' **الکتاب** '': لقوله تعالی: ﴿ **یـآیها الذین آمنوا لا تحرموا طیبٰت ما أحل الله لکم ولا تعتدوا إن الله لا یحب المعتدین**﴾. (سورة المائدة:۸۷)

ما فی '' **الکتاب** '': لقوله تعالی:﴿ **ولا تقتلوا أولادکم من إملاق نحن نرزقکم وإیاهم**﴾.[سورة الأنعام :۱۵۲]...........وقوله تعالی : ﴿**ولا تقتلوا أولادکم خشیة إملاق نحن نرزقهم وإیاکم، إن قتلهم کان خطأً کبیراً**﴾. [سورة بني اسرائیل:۳۱]........... **وأیضاً** : ﴿**ولآمرنهم فلیبتکن آذان الأنعام ولآمرنهم فلیغیرن خلق الله**﴾. (النساء:۱۱۹)

ما فی '' **مشکوٰة المصابیح** '': وعن معقل بن یسار قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :'' **تزودوا** =

....

....

الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم". رواه أبوداود.(ص: ٢٦٧، كتاب النكاح)

ما فی " **الجامع الصغير فی أحاديث البشير النذير للسيوطی** ": (عن النبي صلى الله عليه وسلم :) " **تناكحوا تكثُروا فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة** ". (عن سعيد بن أبي هلال مرسلاً) (ص: ٢٠٢، حرف التاء، رقم الحديث: ٣٣٦٦)

ما فی " **السنن إبن ماجة** ": عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني وتزوجوا (وفي نسخة: فتزوجوا) فإني مكاثرٌ بكم الأمم**".

(ص: ١٣٣، باب فضل النكاح)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن سعيد قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العزل، فقال:" ما من كل الماء يكون الولد، وإذا أراد الله خلق شيء لم يمنعه شيء.رواه مسلم. (ص: ٢٧٥،٢٧٦)

ما فی " **الكتاب** ": قوله تعالى : ﴿ **لله ملك السموات والأرض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور، أو يزوجهم ذكراناً وإناثاً ويجعل من يشاء عقيماً إنه عليم قدير**﴾.

(سورة الشورىٰ:٤٩،٥٠)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": أما خصاء الآدمي حرام .(٩/٥٥٧، الحظر والإباحة)

ما فی " **حجة الله البالغة** ": وفي حجة الله البالغة : اعلم أن الله تعالى لما خلق الإنسان مدنياً بالطبع ، وتعلقت إرادته ببقاء النوع بالتناسل وجب أن يرغب الشرع في التناسل أشد رغبة، وينهى عن قطع النسل وعن الأسباب المفضية إليه أشد نهي، وكان أعظم أسباب النسل وأكثر ها وجوداً وأفضاها إليه وأحثها عليه هو شهوة الفرج، فإنها كالمسلط عليهم منهم يقهرهم على ابتغاء النسل أشاء وا أم أبوا . وفي جريان الرسم بإتيان الغلمان ووطء النساء في أدبارهن تغيير خلق الله حيث منع المسلط على شيء من إفضائه إلى ما قصد له وأشد ذلك كله ، وطء الغلمان فإنه تغيير لخلق الله من الجانبين وتأنث الرجال أقبح الخصال، وكذلك جريان الرسم بقطع أعضاء النسل واستعمال الأدوية القامعة للباء ة والتبتل وغيرها تغيير لخلق الله عز وجل وإهمال لطلب النسل. (٢/٢٣٤، آداب المباشرة)

بحالتِ مجبوری عارضی مانعِ حمل تدابیر کا اختیار کرنا

مسئلہ(۳۷۶): موجود بچہ کی پرورش، رضاعت، اورنشو نما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں بچوں میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کے لیے، عارضی مانعِ حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔(۱)

عام حالت میں منعِ حمل ادویہ کا استعمال

مسئلہ(۳۷۷): عارضی منعِ حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لیے دو صورتوں میں درست ہے۔

ا-...... عورت بہت زیادہ کمزور ہو، اور ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہوسکتی،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان ، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها اهـ.

(۳۳۵/٤، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها الهلاك وليس لأبى هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوماً.

(۳۵٦/٥، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)

ما فی " **فقه النوازل** ": أما إذا كان منع الحمل لضرورة محققة، ككون المرأة لا تلد ولادة عادية وتضطر معها إلى إجراء عملية جراحية لإخراج الولد، أو كا ن تأخيره لفترة ما لمصلحة يراها الزوجان، فإنه لا مانع حينئذ من منع الحمل أو تأخيره؛ عملاً بما جاء في الأحاديث الصحيحة، وما روي عن جمع من الصحابة رضوان الله عليهم من جواز العزل، وتمشياً مع ما صرح به بعض الفقهاء من جواز شرب الدواء لإلقاء النطفة قبل الأربعين ، بل قد يتعين منع الحمل في حالة ثبوت الضرورة المحققة.

(١٦/٤، وثيقة رقم: ۲۲۰، منع الحمل وتحديد النسل)

اور استقرارِ حمل سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

۲/...... ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں، نا قابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہو(۱)۔

نوٹ:......ان دوصورتوں کے علاوہ عام حالات میں (بلاضرورتِ شدیدہ) کسی مرد وعورت کے لیے، منعِ حمل کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں (۲)، بلکہ ایسا کرنا قتلِ اولاد کے زمرے میں داخل ہے (۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوی الهندية** ": رجل عزل عن امرأته بغير إذنها لما يخاف من الولد السوء في هذا الزمان فظاهر جواب الكتاب أن لا يسعه وذكر هنا يسعه لسوء هذا الزمان كذا في الكبرى. (٣٥٦/٥)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله في الأعذار مسقطاً لإذنها. (٣٣٥/٤)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الضرورات تبيح المحظورات ".(ص: ٣٠٨)

وأيضاً: " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها ".(ص: ٣٠٨)

(۲) ما فی " **الصحيح المسلم** ": ثم سألوه عن العزل: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **"ذلک الوأد الخفي، وهي: ﴿وإذا الموؤودة سئلت﴾**.

(٤٦٦/١، كتاب النكاح ، باب جواز الغيلة وهي وطى المرضع وكراهة العزل ، كذا في التفسير المظهري : ١٧٦/١٠)

ما فی " **فقه النوازل** ": ونظراً إلى أن القول بتحديد النسل أو منع الحمل مصادم للفطرة الإنسانية التي فطر الله الخلق عليها وللشريعة الإسلامية التي ارتضاها الرب تعالى لعباده.(١٦/٤)

وأيضاً : أما الدعوة إلى تحديد النسل أو منع الحمل بصفة عامة فلا تجوز شرعاً. (١٨/٤)

(۳) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى: ﴿ **ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم كان خِطأً كبيراً**﴾.[الإسراء: ٣١]﴿**ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق**﴾. (الإسراء:٣٣)

پوسٹ مارٹم کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۷۸): پوسٹ مارٹم میں میت کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین ہوتی ہے، لہذا شرعاً یہ ممنوع ہوگا، اگر قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری ہو تو بر بنائے مجبوری اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى:﴿ **ولقد كرمنا بني آدم وحملنٰهم في البر والبحر** ﴾.

(سورة الإسراء : ۷۰)

ما فی " **المؤطا للإمام مالک**": قال مالك : إنه بلغه أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول :" **كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي**". قال مالك : نعني في الإثم .

(ص: ۸۳، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الاختفاء النبش)

ما فی " **أوجز المسالک إلى مؤطا مالک** ": قال الباجي : تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته وقد أخرج أحمد وأبوداود وابن ماجة عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**كسر عظم الميت ككسره عظم الحي**" .... ثم قال الباجي: يريد مالك أنهما لا يتساويان في القصاص وغيره ، وإنما يتساويان في الإثم. (٤/ ٥٨٧، ٥٨٨، كتاب الجنائز)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العفو عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر.

(۲٤٥/۷، كتاب البيوع، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً ، الفتاوى الهندية: ٣٥٤/٥، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي)

اعداءِ اسلام کی سازش اور حقانیتِ اسلام

مسئلہ(۳۷۹): آج کل اسلام کے خلاف ایک عجیب وغریب سازش زور پکڑتی جارہی ہے، اور وہ ہے تہذیبی وثقافتی انضمام اور وحدتِ ادیان کا تصور، جب دشمنِ اسلام کی اسلام کے مخالف تمام تدابیر ناکام ہوئیں، تو اس نے مایوس ہوکر یہ گھناؤنی سازش اپنائی اور نعرہ لگایا کہ تمام مذاہب کا معبود ایک ہی ہے، صرف نام کا فرق ہے وغیرہ وغیرہ، قرآن وحدیث کی رو سے یہ تصور باطل اور عملی طور پر غیر مفید ہے، بلکہ ایمان وعقیدہ کے لیے انتہائی مضر ہے، اس سے اسلامی تشخص باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام حق ہے، اور اس کے مقابل سب ادیان باطل ہیں، اسی لئے قرآن نے اعلان کردیا:...... ﴿**ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه**﴾. ترجمہ:...... اور جوکوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔

(البقرۃ:۸۵)

اور ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿**إن الدين عند الله الإسلام**﴾ ترجمہ:...... یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آل عمران:۱۹)

یہ دونوں آیتیں اور ان جیسی اور بھی دیگر آیات اس پر شاہد ہیں، لہذا مسلمانوں کو اس معاملہ میں کشادہ دلی جتلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اللہ ہم سب کو تادمِ اخیر دینِ اسلام پر ثابت قدم، اور ہر طرح کی باطل سازشوں سے محفوظ رکھے۔ (۱)

---

(۱) ما في " **مختصر تفسير ابن كثير** ": قال تعالى: ﴿**ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه**﴾، أي من سلك طريقاً سوى ما شرعه الله فلن يقبل منه ﴿وهو في الآخرة من الخاسرين﴾، كما قال النبي صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح : "**من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد**".

(۲۹۶/۱، آل عمران:۸۵، تفسير القشيري : ۱۵۷/۱) =

....

....

= ما فی " **التفسیر المظهری** ": ﴿**ومن یبتغ غیر الإسلام**﴾ غیر التوحید والانقیاد لحکم الله، أو المراد غیر دین محمد صلی الله علیه وسلم الناسخ لجمیع الأدیان ﴿**دیناً فلن یقبل منه**﴾ لأنه غیر ما أمر الله به وارتضاه ﴿**وهو في الآخرة من الخٰسرین**﴾ لأنه معرض عن الإسلام وطالب لغیره فهو فاقد للنیع واقع في الخسران بإبطال الفطرة السلیمة. (۸۶/۲)

ما فی " **التفسیر الکبیر للإمام الرازی** ": اعلم أنه تعالی لما قال في آخر الآیة المتقدمة ﴿**ونحن له مسلمون**﴾ [آل عمران:۸٤] أتبعه بأن بین في هذه الآیة أن الدین لیس إلا الإسلام، وأن کل دین سوی الإسلام فإنه غیر مقبول عند الله، لأن القبول للعمل هو أن یرضی الله ذلك العمل، ویرضی عن فاعله ویثیبه علیه .... ثم بین تعالی أن کل من له دین سوی الإسلام فکما أنه لا یکون مقبولاً عند الله، فکذلك یکون من الخاسرین، والخسران في الآخرة یکون بحرمان الثواب وحصول العقاب. (۲۸۲/۳)

ما فی " **التفسیر القشیری** ": قوله جل ذکره: ﴿**إن الدین عند الله الإسلام**﴾........... ....والإسلام هو الإخلاص والاستسلام، وما سواه فمردود، وطریق النجاة علی صاحبه مسدود. (۱۳۸/۱)

ما فی " **التفسیر الکبیر للإمام الرازی** ": الأول أن التقدیر شهد الله أنه لا إلٰه إلا هو إن الدین عند الله الإسلام وذلك لأن کونه تعالی واحداً موجب أن یکون الدین الحق هو الإسلام لأن دین الإسلام هو المشتمل علی هذه الوحدانیة .... فإن الإسلام إذا کان هو الدین المشتمل علی التوحید، والله تعالی شهد بهذه الوحدانیة کان اللازم من ذلك أن یکون الدین عند الله الإسلام. (۱۷۱/۳)

ما فی " **مختصر تفسیر ابن کثیر** ": قوله تعالی: (إن الدین عند الله الإسلام) إخبار منه تعالی بأنه لا دین عنده یقبله من أحد سوی الإسلام وهو اتباع الرسل فیما بعثهم الله به في کل حین، حین ختموا بمحمد صلی الله علیه وسلم فمن لقي الله بعد بعثة محمد صلی الله علیه وسلم بدین علی غیر شریعته فلیس بمتقبل کما قال تعالی: ﴿**ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه**﴾.

(۲۷۲/۱، تفسیر المظهری: ۲۸/۲، صفوة التفاسیر: ۱۸٤/۱)

غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات

مسئلہ(۳۸۰): قرآن وحدیث کی بہت سی تعلیمات وہ ہیں جو مسلم معاشرہ کے پیش نظر دی گئی ہیں، لیکن معنوی لحاظ سے یہ عام ہدایات ہیں، ان سے غیر مسلم خارج نہیں ہیں، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے وہی سلوک غیر مسلم کے ساتھ بھی روا رکھنا چاہیے، خصوصاً اس معاملہ میں پڑوسی مقدم ہیں، کیوں کہ انسان کا عملاً سب سے قریبی تعلق اس کے پڑوسی سے ہوتا ہے، یہ تعلق جتنا مضبوط ہو وہ اتنا ہی سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے، اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ پڑوسی سے اس کو کوئی گزند، خطرہ اور نقصان نہیں پہونچے گا، بلکہ اس کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ رہیگی، اور وہ اس کے دکھ ودرد اور خوشی وغمی میں شریک رہیگا، تو وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کاروبارِ زندگی میں اپنی ذمہ داری ادا کرسکتا ہے، ورنہ اسے سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا، اسلام نے انسان کو بہترین پڑوسی بننے کی تعلیم دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے''(۱)۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی '' **السنن أبی داود** '': عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت''**.(۲/۷۰۱، كتاب الأدب، باب في حق الجوار)

ما فی '' **مشکوٰة المصابیح** '': عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:'' **والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن ، قيل : من يا رسول الله؟ قال:'' الذي لا يؤمن جاره بوائقه** ''.متفق عليه.

(۴۲۲، الفصل الأول، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ”جب سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں میں سے جس کے گھر ضرورت ہو اس میں سے کچھ بھیج دو“(۱)۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے یہاں بکری ذبح ہوئی تو آپؓ نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ ہمارے فلاں یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے؟ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے پڑوسی کے سلسلے میں اس قدر تاکید کرتے تھے، کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ اسے وارث نہ بنادیں (۲)۔

قرآن کریم میں پڑوسی کی ایک قسم ”**الجار الجنب**“ بتائی گئی ہے، بعض علماء نے اس سے یہودی اور نصرانی کو مراد لیا ہے، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

---

(۱) ما فی ” **الصحیح المسلم** “ : عن عبد الله بن الصامت عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :” **یا أبا ذر إذا طبخت مرقةً فأكثر ماء ها وتعاهد جیرانک**“.

(۲/۳۲۹، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه)

(۲) ما فی ” **السنن لأبي داود** “: عن عبد الله بن عمرو أنه ذبح شاة فقال: أهديتم لجاري اليهودي ؟ فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ” **ما زال جبرائيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**“. (۲/۷۰۱، کتاب الأدب، باب في حق الجوار)

ما فی ” **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی** “ : ﴿**والجار ذي القربى والجار الجنب**﴾........ أي والجار ذي الجنب أي ذي الناحية ، وقال نوف الشامي : ” الجار ذي القربى“ المسلم ”والجار الجنب“ اليهودي والنصراني، قلت: وعلى هذا فالوصاة بالجار مأمور بها مندوب إليها مسلماً كان أو كافراً، وهو الصحيح .... وروي عن أبي شريح أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:” **والله لا يؤمن والله لايؤمن والله لا يؤمن ، قيل : يا رسول الله ومن؟ قال: الذي لا يأمن بوائقه**“ . وهذا عام في كل جارٍ وقد أكد عليه السلام ترك إذابته بقسمه ثلاث مرات. (۵/۱۸۳، ۱۸۴)

مندوب اور پسندیدہ ہے، خواہ پڑوسی مسلمان ہو یا کافر(۱)۔مزید فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں مسلم وکافر کی کوئی قید نہیں، لہذا اس کا بھی اکرام واحترام کرنا چاہیے۔

مذکورہ احادیث اور فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات عام ہیں، اس کا تعلق صرف مسلمانوں سے نہیں ہے، ان پر عمل جس طرح اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ ہوگا، اسی طرح دیگر مذاہب والوں کے ساتھ بھی ہوگا۔

غیر مسلموں کے علاقوں میں رہائش اختیار کرنا

مسئلہ(۳۸۱): مسلمانوں کو مخلوط آبادی میں رہائش پذیر ہونا مناسب نہیں، بلکہ مسلمانوں کی اپنی الگ آبادی ہونی چاہیے، یا مسلم اکثریتی علاقوں میں رہنا بہتر ہے، تاکہ مسجد کی وجہ سے نماز کا اہتمام، اور مکتب کی وجہ سے اپنی اولاد کی بنیادی تعلیم کا نظم ہو سکے، مخلوط علاقے میں رہنے سے پڑوس کی وجہ سے تہذیب کا اثر پڑتا ہے، جیسا کہ ماضی میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے، ان کے درمیان رہنے سے نفع کم اور مضرت

---

(۱) ما في "**الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**" : قال العلماء : الأحاديث في إكرام الجار جاء ت مطلقة غير مقيدة حتى الكافر كما بينا، وفي الخبز قالوا: يا رسول الله! أنطعمهم من لحوم النسك؟ قال: "**لا تطعموا المشركين من نسک المسلمين**" ونهينا عن إطعام المشركين من نسك المسلمين يحتمل النسك الواجب في الذمة الذي لا يجوز للناسك أن يأكل منه ولا أن يطعمه الأغنياء، فأما غير الواجب الذي يجزيه إطعام الأغنياء فجائز أن يطعمه أهل الذمة، قال النبي صلى الله عليه وسلم لعائشة عند تفريق لحم الأضحية :"**أبدى بجارنا اليهودي**". وروي أن شاة ذبحت في أهل عبد الله بن عمر فلما جاء قال: أهديتم لجارنا اليهودي ؟ ثلاث مرات سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :"**ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**". (۱۸۸/۵)

وخطرات زیادہ ہیں، اور مزید یہ کہ غیر مسلموں میں رہنے کی وجہ سے ان کی تہذیب کے اثرات سے نئی نسل کا متاثر ہو جانا بھی یقینی ہے، جس سے عقائد، عادات وعبادات پر زد پڑ سکتی ہے، اور ملک کے حالات کے پیش نظر، اور آئے دن ہونے والے فسادات کی وجہ سے جانی ومالی نقصان سے بچنے کی تدبیر بھی یہ ہے کہ ان علاقوں میں نہ رہا جائے۔

مولانا ابوبکر قاسمی نے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے حوالے سے غیر مسلموں کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی پانچ صورتیں لکھی ہیں، جن میں سے تین صورتوں میں رہائش اختیار کرنا جائز اور دو صورتوں میں ناجائز لکھا ہے، جواز کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں جان ومال کو تحفظ حاصل نہ ہو، یا یہ کہ ہمہ وقت بلا کسی جرم کے گرفتار ہو جانے یا قتل کر دیے جانے کا شدید خطرہ لاحق ہو، اور غیر مسلموں کی مخلوط آبادی میں رہائش اختیار کرنے کے علاوہ بچنے کی کوئی صورت نہ ہو۔

دوسری صورت یہ کہ مسلمانوں کی آبادی میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں، اس کے برعکس غیر مسلموں کی آبادی میں رہنے سے جائز ملازمت مل جائے یا کسی مسلمان کو حلال روزی کے حصول کے خاطر غیر مسلموں کی آبادی میں رہنا پڑ جائے۔

تیسری صورت یہ کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے اور ان کو مسلمان بنانے کی نیت، یا جو مسلمان پہلے سے غیر مسلموں کے ساتھ مقیم ہیں، ان کو دینِ اسلام پر جمے رہنے کی تلقین کرنے کی غرض سے رہائش اختیار کی جائے، لیکن یہ تینوں صورتیں اس وقت جائز ہیں، جب کہ ان میں دو شرطیں پائی جائیں، ایک یہ کہ احکامِ اسلام پر مکمل طور پر کاربند رہیں، اور دوسرے یہ کہ مروجہ منکرات ومحظورات سے بالکل محفوظ رہیں۔

عدمِ جواز کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بقدرِ کفاف معاشی وسائل حاصل

ہونے کے باوجود، خوش حالی وخوش عیشی کی نیت سے غیرمسلموں کے ساتھ رہائش اختیار کی جائے۔

اور دوسری صورت یہ کہ سماج وسوسائٹی میں معزز بننے، یا دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑائی کے اظہار، یا اپنی عملی زندگی میں غیرمسلموں کا طرز اختیار کرکے، ان جیسا بننے کی نیت سے رہائش اختیار کی جائے، تو شرعاً یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال تعالى: ﴿ **لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تقٰة**﴾. (سورة آل عمران:۲۸)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح** ": عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان**". رواه أبوداود والترمذي.

(۱/۱٤، كتاب الإيمان، الفصل الأول)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه كذا في السراجية. (۵/۳٤۸، كتاب الكراهية، الباب الرابع)

ما فی " **مجمع الزوائد** ": عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **اطلبوا الرزق في خبايا الأرض**".

(٤/۷۲، كتاب البيوع، باب الكسب والتجارة ومحبتها والحث على طلب الرزق، رقم الحديث:٦۲۳۷)

ما فی " **بدائع الصنائع** ": لا بأس بحمل الثياب والمتاع والطعام ونحو ذلك إليهم لانعدام معنى الإمداد والإعانة، وعلى ذلك جرت العادة من تجار الأنصار أنهم يدخلون دارالحرب للتجارة من غير ظهور الرد والإنكار عليهم إلا أن الترك أفضل لأنهم يستخفون بالمسلمين ويدعونهم إلى ما هم عليه، فكان الكف والإمساك عن الدخول من باب صيانة النفس عن الهوان والدين عن الزوال فكان أولىٰ.

(۹/٤۰۲، كتاب السير، فصل في بيان ما يكره حمله إلى دارالحرب)

ما فی " **الفتاوى البزازية على هامش الهندية** ": تعليم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس وبيان =

غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی اور حسنِ سلوک

مسئلہ(۳۸۲): انسانی ہمدردی کے تحت شرعی حدود میں رہتے ہوئے، مسلمانوں کا غیر مسلم برادری کے ساتھ حسنِ سلوک، مالی تعاون، مظلوموں کی مدد، بایں طور جائز ہے کہ وہ اسلام کے قریب ہوں ،اورنفرت کی بنیادیں ختم ہوں، تاکہ دعوتِ اسلام ان تک پہونچانا آسان ہو، نیز ان کو اسلامی تعلیمات کے اعلیٰ اخلاق اور کردار بتائے جائیں، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " إنـــمـــا

= خـصـائـص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور وعلى الذين تصدوا للوعظ أن يلقنوا الناس في مجالسهم على منابرهم ذلك قال الله تعالى: ﴿**وذكر فإن الذكرىٰ تنفع المؤمنين**﴾ وعلى الذين يؤمّون في المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلاة وشرائع الإسلام وخصائص مذهب الحق وإذا علموا في جماعتهم مبتدعاً أرشدوه.

(٣٢٠/٦، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الباب الثاني فيما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون)

ما فى " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم**" : بقاعدة فقهية :" الأمور بمقاصدها". (١١٣/١)

ما فى " **الكتاب**": قال تعالى : ﴿ **الـذين يتخذون الكافرين أولياء من دون المومنين ، أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعاً**﴾. (سورة النساء: ١٣٩)

ما فى " **السنن لأبي داود** ": قال عليه الصلاة والسلام :" **من تشبه بقوم فهو منهم**". (ص: ٥٥٩)

ما في " **مـرقاة المفاتيح** " : قـولـه : (مـن تشبه بقوم) أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار.

(٢٢٢/٨، كتاب اللباس، رقم الحديث:٤٣٤٧)

ما فى " **المقاصد الشرعية** ": وبقاعدة فقهية سداً للذرائع:" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ". (ص:٤٦)

ما فى " **اعلام المؤقعين** ": " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (١٧٥/٣)

بعثت لأتمم مكارم الأخلاق“ ، کہ میں عمدہ اخلاق کے اتمام ہی کی غرض سے دنیا میں بھیجا گیا ہوں (۱)۔ لیکن ان کو اپنا دوست اور راز دار نہ بنائے ، اور نہ ہی انہیں مسلمانوں پر کسی اعتبار سے فوقیت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی ” **مشکوٰة المصابیح** “: عن مالك بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :” بعثت لأتمم حسن الأخلاق“. رواه أحمد عن أبي هريرة. (ص: ٤٣٢)

ما فی ” **الحديث** “: عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”**الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء**“.

(السنن الترمذی: ۱٤/۲، مشكوة المصابيح: ص٤٢٣)

ما فی ” **مشکوٰة المصابیح** “: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ” **الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**“. روى البيهقي في شعب الإيمان. (ص٤٢٥)

وأيضاً: عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ” **خالق الناس بخلق حسن** “. رواه أحمد والترمذي . (ص: ٤٣٢)

ما فی ” **السنن الترمذی** “: عن جرير بن عبد الله قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم:” **من لم يرحم الناس لا يرحمه الله**“. هذا حديث حسن صحيح. (۱٤/۲)

ما فی ” **شرح كتاب السير الكبير** “: عن سلمة بن الأكوع قال : صليت الصبح مع النبي صلى الله عليه وسلم فوجدت مس كف بين كتفي فالتفت فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : هل أنت واهب لي ابنة أم فرقة ؟ قلت : نعم ؛ فوهبتها له فبعث بها إلى خاله حزن بن أبي وهب وهو مشرك وهي مشركة وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفع ذلك إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ليفرقا على فقراء أهل مكة، فقبل ذلك أبو سفيان وأبو صفوان ، وقال : ما يريد محمد بهذا إلا أن يخدع شباننا، ولأن صلة الرحم محمود عند كل عاقل وفي كل دين ، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق ، وقال صلى الله عليه وسلم :” **بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**“. فعرفنا أن

دے، نیز ان کی طرف قلبی میلان بھی نہ ہو(۱)۔

غیر مسلموں کو ان کے تہواروں کے موقع پر مبارکباد دینا

مسئلہ(۳۸۳): غیر مسلموں کو ان کے تہواروں کے موقع پر مبارکباد دینا درست نہیں ہے، البتہ خیر سگالی کی غرض سے مبارکباد کے بدلہ بدھائی کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورۃً گنجائش ہے، بشرطیکہ یہ دو باتیں پیش نظر ہوں: ۱...... مذہب کی بنیاد پر منافرت کا ماحول ختم ہوگا۔ ۲...... غیر مسلموں کے سماج میں مسلمانوں کے لیے محبت وہمدردی کے جذبات پیدا ہونگے۔(۱)

ذلك حسن في حق المسلمين والمشركين جميعاً. (۱/ ٦٩، باب صلة المشرك)

(۱) ما فی " **الكتاب** " : قوله تعالى : ﴿**لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولیآء من دون المؤمنين**﴾.

ما فی " **مختصر تفسير ابن كثير** " : قال الإمام الحافظ عماد الدين في تفسير هذه الآية : نهى تبارك وتعالى عباده المؤمنين أن يوالوا الكافرين ، وأن يتخذوهم أولياء يسرون إليهم بالمودة من دون المؤمنين ثم توعدوهم على ذلك فقال تعالى: ﴿**ومن يفعل ذلک فليس من الله في شيء**﴾، أي ومن يرتكب نهى الله من هذا فقد برئ من الله ، كما قال الله تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولیآء تلقون إليهم بالمودة**﴾ إلى أن قال: ﴿**ومن يفعله منكم فقد ضل سواء السبيل**﴾، وقال تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض، ومن يتولهم منكم فإنه منهم**﴾ الآية، وقوله تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الكافرين أولياء من دون المؤمنين أتريدون أن تجعلوا لله عليكم سلطاناً مبيناً**﴾. (۱/ ۲۷٦، آل عمران:۲۸)

ما فی " **التفسير الكبير للإمام الرازی** ": قال الإمام الرازي في تفسير هذه الآية : الحكم الثالث للتقية: أنها إنما تجوز فيما يتعلق بإظهار الموالاة والمعاداة، وقد تجوز أيضاً فيما يتعلق بإظهار الدين ، فأما ما يرجع ضرره إلى الغير كالقتل والزنا وغصب الأموال، والشهادة بالزور وقذف المحصنات ، وإطلاع الكفار على عورات المسلمين فذلك غير جائز البتة. (۸/ ۱۹٤، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/ ٦٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى التاتارخانية** ": وفي التخيير: واتفق مشايخنا أن من رأى أمر الكفار حسناً فهو كافر =

قدرتی آفات کے موقع پر مسلم وغیر مسلم کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

مسئلہ(۳۸٤): قدرتی آفات مثلاً: زلزلہ، سیلاب، متعدی امراض اور طوفان وغیرہ جب آتے ہیں، تو اس کا اثر سماج میں بسنے والے تمام ہی لوگوں پر پڑتا ہے، ایسے موقع پر مسلم تنظیموں کو حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اور ہمارا رویہ برادرانِ وطن کے ساتھ ہمدردانہ ہونا چاہیے، اگرچہ وہ لوگ ایسے موقع پر بھی تنگ نظری سے کام لیں، مگر ہمیں اس کے جواب میں وسعتِ ظرفی اور وسعتِ نظری کا ثبوت دینا چاہیے، اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ کو اپنانا چاہیے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قحط کے موقع پر جانی دشمنوں کی بھی مالی امداد فرمائی، البتہ عام حالات میں مسلمانوں کی ضرورتوں کو ترجیح دینا چاہیے۔(۱)

= ....اجتمع المجوس يوم النيروز فقال مسلم:" خوب رسمی نهاده اند"، أو قال:" نيك آئين نهاده اند" يخاف عليه الكفر.

(٤/ ٢٧٠، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الخروج إلى النشيدة والذهاب إلى ضيافة)

ما فی " **شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام الأعظم**": وفي التتمة : من اشترى يوم النوروز ما لا يشتريه غيره من المسلمين كفر، حكي عن أبي حفص الكبير البخاري: لو أن رجلاً عبد الله خمسين عاماً ثم جاء يوم النوروز فأهدى إلى بعض المشركين يريدتعظيم ذلك اليوم فقد كفر بالله العظيم وحبط عمله خمسين عاماً، ومن خرج إلى الشدة أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر، لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه وعلى قياس مسألة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر.(ص٣٠٦، فصل في الكفر صريحاً وكناية)

ما فی " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**" : وبقاعدة فقهية :" الضرورات تبيح المحظورات" ...**أيضاً**: " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها" . (١/ ٣٠٧، ٣٠٨) **وأيضاً**: " إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما ".(١/ ٣١٩، فتاوى محموديه:١٩/ ٥٦٧)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى : ﴿**وما تنفقوا من خير فلأنفسكم ، وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله،** =

....

....

= **وما تنفقوا من خير يوف إليكم وأنتم لا تظلمون**﴾.(البقرة:٢٧٢)

ما فی " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی**": روي عن سعيد بن جبير مرسلاً عن النبي صلى الله عليه وسلم في سبب نزول هذه الآية ان المسلمين كانوا يتصدقون على فقراء أهل الذمة فلما كثر فقراء المسلمين، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا تصدقوا إلا على أهل دينكم**". فنزلت هذه الآية مبيحة للصدقة على من ليس من دين الإسلام .... وروى ابن عباس قال: انه كان ناس من الأنصار لهم قرابات في بني قريظة والنضير، وكانوا لا يتصدقون عليهم رغبةً منهم في أن يسلموا إذا احتاجوا، فنزلت هذه الآية بسبب أولئك .... قال علمائنا: هذه الصدقة أبيحت لهم حسب ما تضمنته هذه الآثار هي صدقة التطوع، وأما الفريضة فلا يجزئ دفعها لكافر.

(٣٣٧/٢، مكتبة الغزالي دمشق، وكذا في روح المعاني:٧٢/٣)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**". روى البيهقي في شعب الإيمان.(ص٤٢٥، باب النفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثالث)

ما فی " **شرح كتاب السير الكبير** ": وبه نأخذ فنقول: لا بأس بأن يصل المسلم المشرك قريباً كان أو بعيداً محارباً كان أو ذمياً لحديث سلمة بن الأكوع قال: صليتُ الصبح مع النبي صلى الله عليه وسلم، فوجدت مس كف بين كتفي، فالتفت فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: هل أنت واهب لي ابنة أم قرفة؟ قلت: نعم؛ فوهبتها له، فبعث بها إلى خاله حزن بن أبي وهب وهو مشرك وهي مشركة، وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفع ذلك إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ؛ ليفرقا على فقراء أهل مكة، فقبل ذلك أبو سفيان، وأبو صفوان، وقال: ما يريد محمد بهذا إلا أن يخدع شباننا، ولأن صلة الرحم محمود عند كل عاقل وفي كل دين، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق، وقال صلى الله عليه وسلم: "**بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**".

(٦٩/١، ٧٠، باب صلة المشرك ، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت)

غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرنا

مسئلہ (۳۸۵): غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات جن میں شرکیہ افعال انجام دیئے جاتے ہوں، مثلاً: رام لیلا دسہرہ، دیوالی، جنم دن گرو گوبند سنگھ، جنم دن گرو بابا نانک وغیرہ میں، مسلمانوں کا شرکت کرنا، کفار کے اجتماعات کی زینت ورونق بننے کے مترادف ہے، جو ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی '' **الکتاب** '': لقوله تعالیٰ: ﴿**وقد نزل عليكم في الكتٰب أن إذا سمعتم آيٰت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذاً مثلهم**﴾. ترجمہ: ......اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے، تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں، نہیں تو تم بھی انہیں جیسے ہوگئے۔(النساء: ۱۴۰)

ما فی '' **روح المعاني** '': وهذا يقتضي الانزجار عن مجالستهم في تلك الحالة القبيحة، فكيف بموالاتهم والاعتزاز بهم ؟.......... والمعنى لا تقعدوا معهم وقت كفرهم واستهزائهم بالآيات ... .(معهم) كان المنافقون يجلسون إلى أحبار اليهود فيسخرون من القرآن فنهى الله تعالى المسلمين عن مجالستهم .... وهو مبني على أن الرضا بكفر الغير كفر من غير تفصيل ، وهي رواية عن أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه ، واستدل بعضهم بالآية على تحريم مجالسة الفساق والمبتدعين من أي جنس كانوا، وإليه ذهب ابن مسعود وإبراهيم وأبو وائل وبه قال عمر بن عبد العزيز.

(۲۵۵_۲۵۳/٤)

ما فی '' **كنز العمال** '': عن عبد الله بن مسعود قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: '' **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً فی عمله** ''.

(۱۱/۹، رقم الحديث: ۲٤۷۳۰، كفاية المفتي:۹/ ٦٦)

ما فی '' **شرح كتاب الفقه الأكبر** '': وفي التتمة : من اشترى يوم النوروز مالا يشتريه غيره من المسلمين كفر، حكي عن أبي حفص الكبير البخاري: لو أن رجلاً عبد الله خمسين عاماً ثم جاء يوم النوروز فأهدى =

غیر مسلم پارٹیوں سے معاہدہ کرنا

مسئلہ(۳۸۶): ملی وقومی مفاد کے تحت ایسی غیر مسلم پارٹیوں سے معاہدہ کرنا چاہیے، جو متعصب، اسلام دشمن اور اسلام مخالف نہ ہو، اور اس معاہدہ میں کوئی ایسی شق نہ ہو جو اسلام یا مسلم مخالف ہو، یا جس سے اسلامی عقائد پر کوئی زد پڑتی ہو، اسی طرح وہ پارٹی مسلمانوں کے حق میں اچھی رائے رکھتی ہو، اور ساتھ ہی ساتھ معاہدہ شرعی حدود میں رہ کر ہو، ناجائز مطالبات کی تائید اس میں نہ کی جائے، ان آداب اور شرطوں کے ساتھ معاہدہ کرنا جائز ہے، ورنہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں الگ ہوجانا ضروری ہوگا۔(۱)

= إلی بعض المشرکین یرید تعظیم ذلك الیوم فقد کفر باللہ العظیم وحبط عمله خمسین عاماً، ومن خرج إلی الشدة أي مجتمع أهل الکفر في یوم النیروز کفر، لأن فیه إعلان الکفر، وکأنه أعانهم علیه وعلی قیاس مسألة الخروج إلی النیروز المجوسي الموافقة معهم فیما یفعلون في ذلك الیوم یوجب الکفر .
(ص۳۰۶، فصل في الکفر صریحاً وکنایةً، مکتبة دارالکتب العلمیة بیروت، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۶۸)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": لقوله تعالی :﴿ **وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ، إنه هو السمیع العلیم**﴾ . ترجمہ:......اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورة الأنفال:۶۱)

ما فی " **أحکام القرآن للجصاص** " : قال أبوبکر الجصاص : قد کان النبي صلی اللہ علیه وسلم عاهد حین قدم المدینة أصنافاً من المشرکین ، منهم النضیر وبنو قینقاع وقریظة ، وعاهد قبائل من المشرکین ، ثم کانت بینه وبین قریش هدنة الحدیبیة إلی أن نقضت قریش ذلك العهد بقتالها خزاعة حلفاء النبي صلی اللہ علیه وسلم. (۳/۹۰، باب الهدنة والموادعة)

ما فی " **اعلاء السنن** ": عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحکم أنهم اصطلحوا علی وضع الحرب عشر سنین یأمن فیهن الناس وعلی أن بیننا عیبة مکفوفة وإنه لا إسلال ولا إغلال. رواه أبوداود . =

مسلم مخالف کو ووٹ دینا

مسئلہ(۳۸۷): ایسے امیدوار کو ووٹ دینا، یا ایسی جماعت میں شامل ہو کر الیکشن میں حصہ لینا جو اسلام اور مسلم دشمن ہو جائز نہیں (۱)، اس لیے کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان ہوگا، اور جرم وسرکشی پر

= قـال العـلامة المحدث الشيخ ظفر أحمد العثماني التهانوي : وفي الهداية : ولأن الموادعة جهاد معنى إذا كـان خيـرا لـلـمسـلمين؛ لأن المقصود وهو دفع الشر حاصل به ولا يقتصر الحكم على المدة المروية لتعـدي الـمعنى إلى ما زاد عليها ، بخلاف ما إذا لم يكن خيراً لأنه ترك الجهاد صورة ومعنى اهـ . قلت : دلالة الحديث على معنى الباب ظاهرة ، وقد بسطت الكلام في تحقيق صلح الحديبية وأنه صلى الله عليه وسـلـم لـم يصالحهم بإبطال شعائر الإسلام ولا رضي بشيء من الغضاضة في الدين المتين وإنما اصطلح معهم على شروط عدها بعض الصحابة غضاضة في دنياهم ظاهراً، وكان فيها غلبة الإسلام وعزته معنى. (۳٦/۱۲، أبـواب الـموادعة ومن يجوز أمانه، باب جواز الموادعة مع العدو إذا كان خيراً، سنن أبي داود: ۲/۳۸۰ ،۳۸۱، كتاب الجهاد، باب في صلح العدو، الهداية: ۱/۵٤۳، كتاب السير، باب الموادعة ومن يجوز أمانه)

ما فی " **تبيين الحقائق**" : قـال رحمه الله : (ويصالحهم ولو بمال إن خيراً) أي يصالح الإمام أهل الحرب إن كان الصلح خيراً للمسلمين لقوله تعالى: ﴿**وإن جنحوا للسلم فاجنح لها**﴾. (سورة الأنفال:٦١) أي مـا لوا للصلح وصالح رسول الله صلى الله عليه وسلم أهل مكة عشر سنين على أن يضعوا الحرب بينهم ، وكـان فـي ذلك نـظـر للمسلمين لمواطأة كانت بينهم وبين أهل خيبر ، ولأن الصلح جهاد في المعنى إذا كـان فيه مصلحة إذ المقصود من الجهاد دفع الشر ولا يقتصر الحكم على المدة المذكورة بل يجوز أكثر مـن ذلك إذا تـعيـن فيـه الـخيـرية لإطـلاق الـنص بـخـلاف مـا إذا لم يكن فيه خير حيث لا يجوز، لقوله تعالى:﴿**فلا تهنوا وتدعوا إلى السلم وأنتم الأعلون**﴾.[محمد:۳۵] ولأنه لما لم يحصل فيه دفع شرهم كان الصلح تركاً للجهاد صورةً ومعنىً ، وهو فرض فلا يجوز تركه من عذر. (٤/۹۱، كتاب السير)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**" : قـال تعالى :﴿ **ومـن يشـفـع شفاعةً حسنةً يكن له نصيب منها، ومن يشفع شفاعة** =

تعاون کرنا جائز نہیں ہے(۲)، البتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مصلحت کے پیش نظر اس جماعت کے نظریہ سے متفق نہ ہوتے ہوئے، اپنے ایمان کی حفاظت کی شرط کے ساتھ، مسلمانوں کے مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شمولیت کی گنجائش نکل سکتی ہے(۳)۔

= **سيئة يكن له كفل منها**﴾.(النساء:٨٥)

ما فی " **جمع الجوامع** ": قال عليه الصلاة والسلام : " **المستشار مؤتمن** ". (٣٢٦/٧)

ما في " **الكتاب** " : ﴿**فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به**﴾.(سورة الحج:٣٠،٣١)

ما فی " **السنن النسائی** " : قال عليه الصلاة والسلام : " **لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف**". (١٦٦/٢، كتاب البيعة)

ما فی " **كنز العمال** ": عن ابن سيرين أن عمران بن حصين قال للحكم الغفاري : أسمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول :" **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق** . ؟ قال : نعم ؛.

(٣١٥/٥، كتاب الخلافة مع الإمارة، رقم الحديث:١٤٣٩٧)

ما في " **كنز العمال** " : " **من أمركم من الولاة بمعصية فلا تطيعوه** ".

(٢٧/٦، كتاب الإمارة، رقم الحديث : ١٤٨٦٩، الفرع الثالث في جواز مخالفته)

(٢) ما فی " **الكتاب** ": ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(سورة المائدة:٢)

(٣) ما فی " **المبسوط للسرخسی** ": لما قال الإمام شمس الدين السرخسي: ولأن رسول الله صلى الله عليه وسلم صالح أهل مكة عام الحديبية على أن وضع الحرب بينه وبينهم عشر سنين فكان ذلك نظراً للمسلمين لمواطئة كانت بين أهل مكة وأهل خيبر وهي معروفة ولأن الإمام نصب ناظراً ومن النظر حفظ قوة المسلمين أولاً فربما ذلك في الموادعة إذا كانت للمشركين شوكة.

(٨٦/١٠، كتاب السير، باب صلح الملوك والموادعة)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** ": وقال الإمام أبوبكر الجصاص في تفسير هذه الآية ﴿**وإن جنحوا للسلم فاجنح لها**﴾ قال أبو بكر: قد كان النبي صلى الله عليه وسلم عاهد حين قدم المدينة أصنافاً من المشركين منهم النضير وبنو قينقاع وقريضة وعاهد قبائل من المشركين. (٩٠/٣، سورة الأنفال:٦١)

غیر مسلم کا فیصلہ مسلم کے حق میں ، اور غیر مسلم حکومت میں مسلم قاضی

مسئلہ(۳۸۸): مسلمانوں کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی عدالتوں میں لے جائیں ، کیوں کہ غیر مسلم قاضی (جج) کا فیصلہ مسلمان کے حق میں قابل قبول نہیں(۱)، اس لیے فقہائے کرام نے واجب قرار دیا ہے کہ اگر مسلمان ایسے ملک میں آباد ہوں ، جہاں غیر مسلموں کا غلبہ ہو وہاں مسلمان، بادشاہِ وقت (جو کہ غیر مسلم ہے) سے مطالبہ کریں کہ مسلمانوں کے معاملات کے نفاذ کے لیے مسلم قاضی مقرر کرے،اوراس غیر مسلم بادشاہ کا مقرر کردہ مسلمان قاضی ،شرعی قاضی ہوگا، بشرطیکہ قاضی کوتنفیذِ احکام کا اختیار بھی دیا گیا ہو،اوراحکامِ شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے سے نہ روکا جائے ، ورنہ مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر مسلم حکومت میں رہتے ہوئے خود سے اپنا ایک امیر مقرر کریں ، پھر وہ امیر مسلمانوں کے باہمی مقدمات کے فیصلہ کے لیے کسی کو قاضی مقرر کرے(۲)، یہ بات ذہن نشین رہے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى:﴿ **ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً**﴾.

(النساء: ۱۴۱)

ما فی " **بدائع الصنائع** ": وأما بيان من يصلح للقضاء فنقول : الصلاحية للقضاء لها شرائط: منها العقل، ومنها البلوغ ، ومنها الإسلام، ومنها الحرية. (۸۵/۹،كتاب آداب القاضي، فصل في من يصلح للقضاء)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (ويشترط كونه مسلماً) أي لأن الكافر لا يلي على المسلم .

(۲۸۰/۲، كتاب الصلوة، مطلب شروط الإمامة الكبرى، وكذا في الفتاوى الهندية: ۳۰۷/۳، كتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء)

(۲) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافراً إلا إذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم) .درمختار. قوله: ولو كافراً، في التاتارخانية: الإسلام =

کہ شرعی قاضی وہی ہوگا جس کو بادشاہِ وقت مقرر کرے گا، اور یہ جو باہمی مقدمات کے حل کے لیے مسلمانوں نے قاضی مقرر کیا ہے، اس پر شرعی قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا، یعنی غیر مسلم حکومت کے قوانین کے خلاف شرعی حد اور قصاص وغیرہ جاری نہیں کرسکتا، لیکن نجی قوانین جیسے نکاح، طلاق، فسخِ نکاح، حلال، حرام، قیامِ جمعہ وعیدین اور دیگر روزمرہ معاملات کے احکام جاری کرسکتا ہے، تاکہ مسلمان خلفشار وانتشار سے بچ سکیں (۱)۔

= ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد.

(۸/٤٣، كتاب القضاء، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى)

وما في" **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الفتح: وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن، يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولى قاضياً، ويكون هو الذي يقضي بينهم، وكذا ينصبوا إماماً يصلي بهم الجمعة، وهذا هو الذي تطمئن النفس إليه فليعتمد. نهر. والإشارة بقوله: وهذا إلى ما أفاده كلام الفتح من عدم صحة تقلد القضاء من كافر على خلاف ما مر عن التاتارخانية، ولكن إذا ولى الكافر عليهم قاضياً ورضيه المسلمون صحت توليته بلاشبهة. تأمل.

(۸/٤٣، ٤٤، كتاب القضاء، مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر، ولكن إنما يجوز تقلد القضاء من السلطان إذا كان يمكنه من القضاء بحق ولا يخوض في قضاياه بشر ولا ينهاه عن تنفيذ بعض الأحكام كما ينبغي، أما إذا كان لا يمكنه من القضاء بحق وبخوض في قضاياه بشر ولا يمكنه من تنفيذ بعض الأحكام كما ينبغي لا يتقلد منه، وفي السغناقي: ولا يجوز طاعته في الجور.

(۳/۳۰۷، كتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** ": وإذا اجتمع أهل بلدة على رجل وجعلوه قاضياً يقضي فيما بينهم لا يصير قاضياً. (۳/۳۱٥، كتاب أدب القاضى، الباب الخامس في التقليد والعزل) =

غیر مسلم کو شادی بیاہ کی دعوت دینا

مسئلہ(۳۸۹): غیر مسلم کو مجلسِ نکاح کیلئے مسجد میں بلانا مناسب نہیں (۱)، البتہ شادی وغیرہ میں کھانے کی دعوت دے سکتے ہیں (۲)۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر میں پیسہ دینا

مسئلہ(۳۹۰): غیر مسلموں کے مذہبی کام مثلاً مندر کی تعمیر وغیرہ میں چندہ دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر یا پوجا پاٹ میں چندہ دینا صراحۃً کفر وشرک میں تعاون ہے اور تعاون فی الشرک گناہِ عظیم ہے، لیکن اگر ایسی اضطراری حالت پیش آجائے کہ نہ دینے کی صورت میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو، تو مانگنے والے کو یہ کہہ کر دے، کہ میں تم کو اس رقم کا مالک بناتا ہوں، اب تم جہاں چاہو خرچ کرو، یہ اس لیے تاکہ کم از کم براہِ راست فعلِ شرک میں تعاون نہ ہو۔(۳)

= ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ، ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين ، فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً عنهم اهـ.

(۸/۴۳، كتاب القضاء ، مطلب: أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** ": ﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام**﴾.(سورة التوبة:۲۸)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** ": ولا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة ،كذا في الملتقط . وفي التفاريق: لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابةٍ أو حاجةٍ ،كذا في التمرتاشي.

(۵/۳۴۶، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة التي تعود إليهم)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(المائدة:۲)

ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " : نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله .(۲/۳۸۱) =

روٹی اور گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا

مسئلہ(۳۹۱): روٹی، گوشت وغیرہ جو آج کل شادی بیاہ میں چھری سے کاٹ کر کھایا جاتا ہے، تو مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان روٹی اور پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھائیں، اس لیے کہ روٹی کا ادب اور احترام ضروری ہے، لیکن شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے مواقع پر ضرورۃً ایسا کرنا جائز ہے۔(۱)

= ما في " **تفسير المظهري** " : يعني لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات ولا على الظلم لتشفى صدوركم بالانتقام .(۳/ ٤٨)

ما في " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي** " : وهو أمر لجميع الخلق بالتعاون على البر والتقوى ، أي ليعن بعضكم بعضاً وتحاثوا على أمر الله تعالى واعملوا به ، وانتهوا عما نهى الله عنه وامتنعوا منه ، وهذا موافق لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : " الدال على الخير كفاعله ".(٦/ ٤٦)

ما في " **التفسير لإبن كثير** " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم .(١/ ٤٧٨)

ما في " **كنز العمال** " : عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من نصر قوماً على غير الحق فهو كالبعير الذي تردى فهو ينزع بذنبه** ".

(٣/ ٢٠٤، رقم الحديث :٧٦٥٣)

وفيه أيضاً : عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله** ".(٩/ ١١، رقم الحديث : ٢٤٧٣٠)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** " : بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً ".(ص: ٤٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل:١/ ٦٦)

والحجة على ما قلنا :

(١) ما فى " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي المجتبى : لا يكره قطع الخبز واللحم بالسكين اهـ.

(٥٥٢/٩)

ہندؤوں کو پوجا کے لیے پیسے دینا اور پوجا کی مٹھائی کھانا

مسئلہ(۳۹۲): ایسی جگہ جہاں ہندؤوں کا غلبہ ہواور مسلمان تعداد میں کم ہوں، تو اگر یہ اپنی پوجا وغیرہ کے لئے مسلمانوں سے پیسہ مانگیں تو اگر پیسہ دیئے بغیر چھٹکارا نہ ہواور نہ دینے کی وجہ سے دشمنی بڑھ جانے کا خوف ہو، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ جولوگ مانگنے آتے ہیں ان کو مالک بنانے کی نیت سے دیدیں، پھر وہ اپنی طرف سے جہاں چاہیں خرچ کریں، نیز مٹھائی اور کھوپرا بھی اگر لینا ضروری ہوتو اس کو لے لیں پھر کسی جانور کوکھلا دیں، اسی طرح پوجا کی مٹھائی وغیرہ بھی خود نہ کھائیں۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في "**الکتاب**": ﴿**إنما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل به لغیر الله**﴾.

(البقرة:۱۷۳)

ما في " **الدرالمنثور**" : أخرج ابن جریر عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله: ﴿**وما أهل به لغیر الله**﴾ یعني ما أهل للطواغیت، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن العالیة : ﴿**وما أهل به لغیر الله**﴾ یقول ما ذکر علیه إسم غیر الله. (۱/۳۸)

ما فی " **الکتاب** ": وقال تعالی: ﴿**وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**﴾.

(المائدة :۲)

ما في " **الجامع لأحکام القرآن للقرطبي**": وهو أمر لجمیع الخلق بالتعاون علی البر والتقوی، أي لیعن بعضکم بعضاً وتحاثوا علی أمر الله تعالی واعملوا به، وانتهوا عما نهی الله عنه وامتنعوا منه، وهذا موافق لما روي عن النبي صلی الله علیه وسلم أنه قال: "**الدال علی الخیر کفاعله**". (٦/٤٦)

ما في " **التفسیر لابن کثیر**": یأمر تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر وترک المنکرات وهو التقوی وبینما هم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المأثم والمحارم. (۱/ ٤٧٨)

ما في " **کنز العمال** ": عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:" **من** =

بتوں کے چڑھاوے اور مندر کا پرساد کھانا

مسئله(۳۹۳): بتوں پر چڑھائے ہوئے کھانے اور مٹھائیوں کا کھانا جسے ''پرساد'' کہا جاتا ہے درست نہیں ہے، البتہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو قبول کرلے، لیکن اسے کھائے نہیں بلکہ کسی غیر مسلم ہی کو دیدے(۱)۔اسی طرح غیر مذہبی تقریبات کے کھانے اور تحفے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں،

= **نصر قوماً على غير الحق فهو كالبعير الذي تردي فهو ينزع ذنبه**".

(۲۰٤/۳، رقم الحديث :۷٦۵۳)

وأيضاً: وعن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله**".(۹/ ۱۱، رقم الحديث : ۲٤۷۳۰)

ما في " **شرح الفقه الأكبر**": من أهدى بيضة إلى المجوس يوم النيروز كفر، أي لأنه أعانه على كفره وإغوائه ، أو تشبه بهم في إهدائه ، ومن أهدى يوم النيروز إلى إنسان شيئاً وأراد به تعظيم النيروز كفر ، ومن خرج إلى السدة ، أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر، لأنه إعلان الكفر ، وكأنه أعانهم عليه.

(ص١٨٦)

ما في " **الفتاوى الهندية**": ذمي سأل مسلماً على طريقة البيعة لا ينبغي للمسلم أن يدله على ذلك لأنه إعانة على المعصية. (۲/ ۲۵۰)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي**": بقاعدة فقهية سداً للذرائع :" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً ".

(ص:٤٦، فتاوى محموديه :۱/۲۹۹، كتاب الفتاوى :۱/ ۳۰۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **فتاوى عبد الحی**" : لا ينبغي للمؤمن أن يقبل هدية كافر في يوم عيدهم، ولو قبل لا يعطيهم ولا يرسل إليهم .ذخيره. (ص:۴۰۳، الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**" : والإعطاء بإسم النيروز والمهرجان لا يجوز أي الهدايا بإسم =

بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز نہ ملی ہو(۱)۔

اگر غیر مسلم کی غالب کمائی حرام ہے مثلاً: سود، جوا، رشوت، ڈکیتی اور حرام چیزوں کا کاروبار وغیرہ تو کوئی معقول عذر پیش کردے، یا لے کر کسی غیر مسلم ہی کو دیدے یا ضائع کردے، مگر خود اپنے استعمال میں نہ لائے اور نہ کسی مسلمان کو دے(۲)۔

نیز کسی بھی مسلم کا غیر مسلم کی مذہبی تقریبات میں، اسی طرح غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی

= هذين اليومين حرام ، إن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون يكفر.

(۱۰/ ٤٨٥، كتاب الخنثى، مسائل شتى)

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة.

(٣٤٧/٥،كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": لو اتخذ مجوسي لحلق رأس ولد فحضر مسلم دعوته ، فأهدى إليه شيئاً لا يكفر ...... إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقة في الشرع .(۱۰/٤٨٦)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام .... وحكي عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أن ابتلي به مسلم مرة أو مرتين فلا بأس به وأما الدوام عليه فيكفر كذا في المحيط.

(٣٤٧/٥، كذا في المحيط البرهاني:١٠٣/٦، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل السادس عشر)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه وأضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل. (٣٤٣/٥ ،كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما فی " **الفتاوى الهندية والمحيط البرهاني** ": أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال لابأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضه من رجل .

(٣٤٢/٥، كذا في المحيط البرهاني:١١٠/٦،كتاب الاستحسان) =

تعمیرات میں تعاون کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔

تصویر والے اخبارات ورسائل کی خرید وفروخت

مسئلہ(۳۹۴): بہت سے رسائل جو فلم اسٹاروں اور کھلاڑیوں کی رنگ برنگ تصاویر شائع کرتے ہیں، اور لوگ اسی وجہ سے ان کو خریدتے بھی ہیں، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ روزنامہ اخبار میں ہفتہ میں ایک کوئی بڑی تصویر ہوتی ہے، تو بعض لوگ اسی تصویر کی وجہ سے اس کو خریدتے ہیں، تو چونکہ ان رسائل واخبار کے خریدنے میں تصاویر ہی مقصود ہوتی ہیں، لہذا ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔(۲)

= (۱) ما فی " **الکتاب** ": قال الله عز وجل: ﴿ **وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان** ﴾.(سورة المائدة:۲)

ما فی " **مختصر تفسير ابن كثير** ": قال الإمام الحافظ عماد الدين في تفسيره: يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (۴۷۸/۱)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي: ولا يصح وقف مسلم أو ذمي على بيعة أو حربي، قيل: أو مجوسي ."**در مختار**". قال العلامة ابن عابدين: أما في المسلم فلعدم كونه قربة في ذاته. (۵۲۶/۶، كتاب الوقف، مطلب في وقف المرتد والكافر)

وفيه أيضاً: "كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز".

(۵۱۸/۹، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷۱/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الصحيح البخاري** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ﴿ **إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون** ﴾. (۸۸۰/۲، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما فی " **فتح الباری شرح صحيح البخاري** ": تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد، وسواء صنعه لما يمتهن أم لغيره فصنعه حرام بكل حال، =

اخباروں اور پرچوں کے معمے حل کر کے بھیجنا

مسئلہ(۳۹۵): آج کل پرچوں اور اخباروں میں معمے آتے ہیں، انہیں بھر کر بھیجا جاتا ہے اور صحیح نکلنے پر بڑے بڑے انعام دیئے جاتے ہیں، اور اس کے لئے صرف فیس بھرنی پڑتی ہے، یہ شرعاً قمار یعنی جوا ہے، جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

=وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيره.

(فتح الباري لابن حجر: ۱۰/۴۷۱، با ب عذاب المصورين يوم القيامة)

وما في " **فتح الباری شرح صحيح البخاري**": عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أنها أخبرته أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهة ، فقلت : يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسوله صلى الله عليه وسلم ما ذا أذنبت؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مابال هذه النمرقة ؟ قلت: اشتريتها لك لتقعد عليها وتوسدها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن أصحاب هذه الصور يوم القيامة يعذبون ، فيقال لهم : أحيوا ما خلقتم ، وقال: إن البيت الذي فيه الصور لا تدخل الملائكة**".

(فتح الباري لابن حجر: ۴/۴۱۱، كتاب البيوع، باب التجارة فيما يكره لبسه للرجال والنساء)

ما في " **فقه وفتاوى البيوع**": لا يجوز إصدار المجلات التي تشتمل على نشر الصور النسائية أو الدعاية إلى الزنا والفواحش أو اللواط أوشرب المسكرات أو نحو ذلك مما يدعوا إلى الباطل ويعين عليه.

(ص: ۲۹۸)

ما في " **الأشباه والنظائر**": بضابطة فقهية : " الأمور بمقاصدها" .(۱/۱۱۳، كتاب الفتاوى:۵/۲۷۷، فتاوى رحيميه:۹/۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب**" : قال تعالى : ﴿**إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾. (سورة المائدة: ۹۰)

ما في " **أحكام القرآن للجصاص** ": وأما الميسر فقد روي عن علي أنه قال: " الشطرنج من الميسر " =

بچوں کے کھیلنے کے لیے مجسم گڑیاں خریدنا

مسئلہ(۳۹۶): بچوں کے کھیلنے کیلئے جاندار کی مجسمہ نما گڑیاں وغیرہ لانا جائز نہیں ہے۔(۱)

نائک(NIKE) لکھی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا

مسئلہ(۳۹۷): جس سویٹر، جوتے، پینٹ، ٹی شرٹ اور ٹوپی وغیرہ پر نائک(NIKE) لکھا ہوا ہو، اور اس کے ساتھ نائک کی علامت بنی ہوئی ہو، تو حتی الامکان ایسی چیز کی خرید وفروخت سے احتراز کیا

= وقال عثمان و جماعة من الصحابة والتابعين: " النرد " وقال قوم من أهل العلم: " القمار كله من الميسر "، وأصله من تيسير أمر الجزور بالاجتماع على القمار فيه، وهو السهام التي يجيلونها فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم فربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشيء وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر وحقيقته تمليك المال على المخاطرة. (۵۸۲/۲)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص.(۵۷۷/۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح البخاری**": لقوله عليه السلام : "**إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون**".

(۸۸۰/۲)

ما فی " **تكملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": لقوله عليه السلام : " **لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة**". قوله : (لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيت ممنوع شرعاً واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۵۵/۴)

و فيه **أيضاً**: عن عمر رضي الله عنه أنه قال للنصارى : " **إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور**"......... ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل أو كانت غير مجسمة ليس لها ظل۔ (۱۵۸،۱۵۷/۴)

جائے ، کیوں کہ نائک کا فل فارم ہے ''نو اسلام کنگ ڈم اون ارتھ'' (No islamic kingdom on earth) یعنی زمین پر کوئی اسلامی حکومت نہیں ہونی چاہیے۔

اور ''دَ گارلیئر انٹرنیشنل ڈکشنری'' (The gorlier international dictionary) کے مطابق ''یونانیوں کی کامیابی کی دیوی'' کا نام ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک شرکیہ نام ہے، درحقیقت کفار ومشرکین ابتداءً غیر محسوس طریقے سے، مسلمانوں کے درمیان شرکیہ عقائد پر مشتمل اس قسم کے الفاظ وعلامت کی اشاعت کرتے رہے ہیں، جو عام فہم نہیں ہوا کرتے تھے، انہیں میں سے ایک نائک ہے، کہ بہت سی اشیاء پر یہ الفاظ وعلامات مشاہدہ میں آتی ہیں، اگر ان کی خرید وفروخت سے احتراز ناممکن ودشوار ہو جائے تو ان کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے، مگر ان الفاظ یا علامات کو مٹانا لازم ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی '' **الکتاب** '': لقوله تعالی:﴿ **ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾.(هود:۱۱۳)

ما فی '' **تفسیر المظهری** '': قال ابن عباس: أي لا تميلوا، الركون المحبة والميل بالقلب، وقال أبو العالية: لا ترضوا بأعمالهم، وقال عكرمة: لا تطيعوهم ، قال البيضاوي: لا تميلوا إليهم أدنى ميل فإن الركون هو الميل اليسير كالتزين بزيهم وتعظيم ذكرهم .

(۴/ ۴۲۰، معارف القرآن:۴/ ۶۶۸، الدرالمنثور في التفسيرالمأثور:۳/ ۶۳۶، ۶۳۷، تفسيرالنسفي:۲/ ۸۸)

ما فی '' **مرقاة المفاتيح** '': ولقوله عليه السلام:'' **من تشبه بقوم فهو منهم**'' . أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس. (۸/ ۲۲۲)

ما فی '' **الأشباه والنظائر** '': وبقاعدة فقهية: '' المشقة تجلب التيسير''. (۱/ ۲۷۶)

ریڈیو کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۹۸): ریڈیو کا استعمال قرآن پاک کی تلاوت وتفسیر، دینی تقاریر، خبروں اور حالاتِ حاضرہ پر مطلع ہونے کی غرض سے جائز ہے(۱)، البتہ گانے سننے، سنانے یا فحش مکالموں کو سننے سنانے کے لئے اس کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور اس سے کلی اجتناب لازم ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": قال تعالی:﴿ **خلق لكم ما في الأرض جميعاً**﴾.(البقرة:۲۹)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": والقاعدة الفقهية: "الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم إباحته". [۱/۲۵۲، ۲۵۳] **وفيه أيضاً**: " الأمور بمقاصدها". (۱/۱۱۳)

ما فی " **انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ** ": فيما لا يعلم فيه تحريم يجري على حكم الحل .(الغياثي لإمام الحرمين)

ما فی " **فتاوی معاصره للدكتور يوسف القرضاوی** ": إن "التليفزيون" كالراديو و كالصحيفة وكالمجلة، كل هذه الأشياء أدوات ووسائل لغايات ومقاصد، لا تستطيع أن تقول: هي خير، ولا تستطيع أن تقول: هي شر، كما لا تستطيع أن تقول : إنها حلال ، أو إنها حرام ، ولكنها بحسب ما توجه إليه، وبحسب ما تتضمنه من برامج ومن أشياء .... كالسيف ، فهو في يد المجاهد أداة من أدوات الجهاد ، وهو في يد قاطع الطريق أداة من أدوات الإجرام...... فالشيء بحسب استعماله والوسائل دائماً بحسب مقاصدها . ممكن أن يكون "التليفزيون" من أعظم أدوات البناء والتعمير الفكري والروحي، والنفسي ، والأخلاقي، والاجتماعي، و"الراديو" و"الصحيفة" كذلك.

وممكن أيضاً: أن يكون من أعظم أدوات التخريب والإفساد ، فهذا راجع إلى ما يتضمنه من مناهج وبرامج ومؤثرات. (۱/٦۹٤، مشاهدة التليفزيون، مكتبة دار القلم)

(۲) ما فی " **الکتاب** ": قال الله تعالی:﴿ **ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾. (لقمان :٦) =

دینی ودنیوی تعلیم کے مثبت ومنفی نتائج

مسئلہ (۳۹۹): دینی اوردنیوی تعلیم کے مثبت ومنفی دونوں نتیجے نکلتے ہیں،اچھانتیجہ اور برانتیجہ،دینی تعلیم کااچھانتیجہ،تخلیقِ انسانیت کے مقصد کی تکمیل،جب کہ اس پرعمل ہو (۱)اوردینی تعلیم کا برانتیجہ ذلتِ دوام

= ما في " **التفسير روح المعاني** ": قال العلامة الآلوسي رحمه الله: لهو الحديث على ماروي عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها.

(۱۰۲/۱۲)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي رحمه الله : وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود رضي الله عنه : صورة اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات ، قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر ". أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع ، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه." درمختار". (۵۰۲/۹ـ ۵۰٤، كتاب الحظر والإباحة)

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**﴾.(الذاريات : ٥٦)

ما في " **التفسير الكبير** " : فالمقصود من إيجاد الإنسان العبادة .(۱۹۲/۱۰)

ما في " **التفسير المنير** " : والخلاصة ؛ أنه تعالى خلق العباد ليعبدوه وحده لا شريك له فمن أطاعه جازاه أتم الجزاء ومن عصاه عذبه أشد العذاب.(۵۲/۱٤)

ما في " **فتح القدير للشوكاني** " في تفسير ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾: قال مسروق : كفى بخشية الله علماء وكفى بالاغترار جهلاً ، فمن كان أعلم بالله كان أخشاهم له ، قال الربيع : ما لم يخش الله فليس بعالم .(٤٦٧/۲) =

اوراسی کے خلاف حجت ہونا جبکہ اس پر عمل نہ ہو(۱)، دنیوی تعلیم کا اچھا نتیجہ خدمتِ خلق اور کسبِ

= ما في " **الحاشية على بيان القرآن** " : معنى قوله : (ليعبدون) ليعرفون ،...... إن المعرفة بدون العبادة و كذا العبادة بدون المعرفة لا يعتد بها.(٦٣/٢)

ما في " **جمع الجوامع** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن الحكمة تزيد الشريف شرفاً وترفع العبد المملوك حتى تجلسه مجالس الملوك** ".(٢٠٤/٢، رقم الحديث : ٥٠١٩)

ما في " **إحياء علوم الدين للغزالي** ": بعد إيراد هذا الحديث : وقد نبه بهذا على ثمراته في الدنيا ومعلوم أن الآخرة خير وأبقى.(٥/١، كتاب العلم ، الباب الأول ، فضيلة العلم ، دار المعرفة بيروت ، لبنان)

وما فيه أيضاً : قال أبو الأسود : ليس شيء أعز من العلم ، الملوك حكام على الناس والعلماء حكام على الملوك............... وقال بعض الحكماء : إذا مات العالم بكاه الحوت في الماء والطير في الهواء ، ويفقد وجهه ولا ينسى ذكره.(١/ ٧، ٨)

(١) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**واتل عليهم نبأ الذي اٰتينه اٰيٰتنا فانسلخ منها فأتبعه الشيطٰن فكان من الغاوين . ولو شئنا لرفعناه بها ولكنه أخلد إلى الأرض واتبع هواه فمثله كمثل الكلب**﴾.(الأعراف :١٧٥، ١٧٦)

ما في " **روح المعاني** " : (فانسلخ منها) أي من تلك الآيات ، (فكان من الغاوين) فصار من زمرة الضالين الراسخين في الغواية بعد أن كان مهتدياً ، (أخلد إلى الأرض) أي ركن إلى الدنيا (واتبع هواه) في إيثار الدنيا، وأعرض عن مقتضى تلك الآيات الجلية ، (يلهث) أي أنه دائم اللهث على كل حال .... (اللهث) ادلاع اللسان بالنفس الشديد.(١٦٣/٦، ١٦٤)

ما في " **روح المعاني** " : (فمثله كمثل الكلب) فكذلك العالم الفاجر فإن بلعام أوتي كتاب الله فأخلد إلى الشهوات فشبه بالكلب أي سواء أوتي الحكمة أو لم يؤت فهو يلهث إلى الشهوات .... فهذه الأخبار والآثار تبين أن العالم الذي هو من أبناء الدنيا أحسن حالاً وأشد عذاباً من الجاهل. (١/ ٦٠)

ما في " **كنز العمال** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " العلم علمان : علم في القلب فذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذلك حجة على ابن آدم .(٧٩/١٠) =

حلال(۱) اور برانتیجہ مقصدِ حیات کے پورا کرنے میں رکاوٹ ، جبکہ اس قدر انہماک ہو کہ فرائض

= (۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تنس نصيبك من الدنيا وأحسن كما أحسن الله إليك**﴾.

(القصص :۷۷)

ما في " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي** " : (ولا تنس) قال حسن وقتادة : معناه ؛ لا تضيع حظك من دنياك في تمتعك بالحلال وطلبك إياه. (۳۱٤/۱۳)

ما في " **التفسير المنير**" : أحسن إلى خلقه كما أحسن الرب إليك ، وهذا أمر بالإحسان مطلقاً بعد الأمر بالإحسان بالمال ، ويدخل فيه الإعانة والجاه .... أي أنه جميع بين الإحسان المادي والإحسان الأدبي أو الخلقي .(۵۲۹/۱۰)

ما في " **الجامع الترمذي** " : عن زيد بن ثابت قال : " **أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتعلم له كلمات من كتاب يهود ، قال : إني والله ما آمن على يهود على كتابي . قال : فما مر بي نصف شهر حتى تعلمته له ، قال : فلما تعلمته كان إذا كتب إلى يهود كتبت إليهم ، وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم** "......... وفي رواية قال :" **أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتعلم السريانية** ".

(۴۹۵/۳ ، ٤۹٦، رقم الحديث : ۲۷۱۵، كتاب الاستئذان)

ما في " **بذل المجهود** " : لئلا يلبس عليه في الكتاب ، ويخون فيه ، فيكتب ما لم يقله ، أو لم يكتب ما يقوله .(۳۷۹/۱۱)

ما في " **إحياء علوم الدين** " : ولا ينبغي للتاجر أن يشغله معاشه عن معاده ، فيكون عمره ضائعاً وصفقته خاسرة .... **وإنما تتم شفقة التاجر على دينه بمراعاة سبعة أمور** : .... وكف الطمع عن الناس استغناء بالحلال عنهم .... ولينو النصح للمسلمين ، وأن يجب لسائر الخلق ما يجب لنفسه ، ولينو اتباع طريق العدل والإحسان في معاملته .... فإن الصناعات والتجارات لو تركت بطلت المعايش وهلك أكثر الخلق.

(۸۳/۲ ، كتاب آداب الكسب والمعاش ، الباب الخامس في شفقة التاجر على دينه فيما يخصه ويعم آخره) =

سے بھی غافل کردے(۱)۔

= (۱) ما في " **القرآن الکریم** " : ﴿**یعلمون ظاهراً من الحیاة الدنیا وهم عن الآخرة هم غٰفلون**﴾.

(سورة الروم : ۷)

ما في " **فتح القدیر للشوکاني** " : ﴿یعلمون ظاهراً من الحیوة الدنیا﴾ أي یعلمون ظاهر ما یشاهدونه من زخارف الدنیا وملاذها وأمر معاشهم وأسباب تحصیل فوائدهم الدنیویة ﴿وهم عن الآخرة﴾ التي هي النعمة الدائمة ، واللذة الخالصة ﴿هم غافلون﴾ لا یلتفتون إلیها ولا یعدون لها ما یحتاج إلیه .

(۳۶۱/۲ ، بیروت)

ما في " **القرآن الکریم** " :﴿ **إن الذین یشترون بعهد الله وأیمانهم ثمناً قلیلاً ، أولئک لا خلاق لهم في الآخرة ولا یکلمهم الله ولا ینظر إلیهم یوم القیٰمة ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم**﴾.

(آل عمران : ۱۷)

ما في " **أحکام القرآن لإبن العربي** " : قیل نزلت في رجل حلف یمیناً فاجرة لینفق سلعته في البیع .

(۲۷۷/۱)

ما في " **إحیاء علوم الدین** " : ولیجتنب صناعة النقش والصیاغة وتشیید البنیان بالجص وجمیع ما تزخرف به الدنیا، فکل ذلک کرهه ذوو الدین ، فأما عمل الملاهي والآلات التي یحرم استعمالها فاجتناب ذلک من قبیل ترک الظلم .

(۸۳/۲ ، کتاب آداب الکسب والمعاش ، الباب الخامس في شفقة التاجر علی دینه فیما یخصه ویعم آخره، فتاوی محمودیه :۳۸۶/۳)

مسائل الجوالة والإنترنت

(مسائلِ موبائل وانٹرنیٹ)

موبائل پر ہیلو سے گفتگو کا آغاز

مسئله(٤٠٠): لفظ ''ہیلو'' (Hello) کے معنیٰ کسی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہے، عام فہم زبان میں اس کے معنی ''سنو'' ہوتے ہیں اور یہ کلام میں داخل ہے، اس لئے ٹیلیفون پر '' **السلام علیکم** '' کے بجائے ''ہیلو'' سے کلام کا آغاز کرنا خلافِ سنت ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کلام سے پہلے سلام کی تعلیم فرمائی۔(۱)

مسجد میں موبائل کھلا رکھ کر آنا

مسئله(٤٠١): مسجد میں موبائل کھلا رکھ کر آنا یہ احترامِ مسجد کے خلاف ہے، کیونکہ اگر گھنٹی بجی تو شور وغل ہوگا، جو کہ ممنوع ومکروہ ہے، ابوداؤد کے حاشیہ میں ''باب کراهية انشاد الضالة '' کے تحت مکتوب عبارت:'' ویلحق به ما في معناه من البیع والشراء والإجارة ونحوها من العقود وكراهية رفع الصوت في المسجد''. كراهية رفع الصوت في المسجد کی صراحت سے موبائل کی گھنٹی کا شور وغل مکروہ وممنوع قرار پائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) مافی '' **السنن الترمذی** '': عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : '' **السلام قبل الكلام** ''. (۹۹/۲، أبواب الاستیذان والاداب، باب السلام قبل الكلام)

والحجة على ما قلنا:

(۲) (سنن أبي داود: ٦٨/١، كتاب الصلوٰة، باب كراهية انشاد الضالة في المسجد، رقم الحاشية: ۱) =

موبائل پرمیوزک یا گانے کا سننا، نیز گانے وغیرہ کا لوڈ کرنا

مسئلہ(۴۰۲): موبائل پرمیوزک یا گانے سننا، اسی طرح موبائل میں ان چیزوں کولوڈ کرنا ، اوررنگ ٹون میں گانے کی میوزک یا گانے سیٹ کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہے۔(۱)

موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ قرآنی آیات وکلماتِ اذان کے فیڈ کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۰۳): موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ آیاتِ قرآنیہ، یا کلماتِ اذان وغیرہ کے فیڈ **(Feed)** کرنے میں ابتذال وامتہان ، یعنی تحقیر وتذلیل لازم آتی ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے، اورفقہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے: کہ امور مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔(۲)

= ما فی " **الفتاوی الهندية** ": والسادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله.

(الفتاویٰ الهندية:۵/۳۲۱، کتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **القرآن الكريم** ": ﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾.(سورة لقمان:٦)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وجاء في التفسير أن المراد الغناء.........قلت : وفي التاتارخانية عن العيون ، إن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء.

(۹/۵۰۲،۵۰۳، الحظر والإباحة)

وفيه **أيضاً**: قلت : وفي البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام ، لقوله عليه الصلاة والسلام :" **استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر**". أي بالنعمة.الخ . "درمختار". (۹/۵۰٤، الحظر والإباحة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفی** ": " الأمور بمقاصدها " وكذا =

موبائل پر بذریعۂ میسیج کسی اجنبیہ سے گفتگو کرنا

مسئلہ(۴۰۴): موبائل پر کسی اجنبیہ سے میسیج کے ذریعہ گفتگو کرنا ایسا ہی ہے جیسے آمنے سامنے گفتگو کرنا، اس لئے یہ ناجائز ہے۔(۱)

دورانِ نماز موبائل بند کرنا

مسئلہ(۴۰۵): ایسا کام جس کے کرنے والے کو دیکھ کر یہ یقین ہو، کہ وہ نماز میں نہیں ہے، وہ عملِ کثیر ہے، اور جس کام کے کرنے والے کو دیکھ کر یہ شک ہو، کہ وہ نماز میں نہیں ہے، یہ عملِ قلیل ہے۔(درمختار)

اگر دورانِ نماز موبائل بجنا شروع ہوا، اور اسے عملِ قلیل یعنی جیب کے اوپر ہی سے محض بٹن دبا کر بند کرنا ممکن ہو تو بند کردے، نماز کراہیت کے ساتھ صحیح ہوگی، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو نماز توڑ کر بند کرنا مباح ہونا چاہیے، تاکہ دیگر مصلیوں کے خشوع وخضوع میں خلل واقع نہ ہو، اور مسجد کا ادب بھی ملحوظ رہے، پھر دوبارہ تحریمہ سے امام کی اقتداء کرلے، جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لے، اور جو چھوٹ جائے اس کو پوری کرلے۔ (۲)

= الحارس إذا قال في الحراسة "لا إله إلا الله" يعني لأجل الإعلام بأنه مستيقظ.(۱/۱۱۳/ ۱۱۶)

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً."درمختار". ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية .... وفي الحديث دليل أنه لا بأس بأن يتكلم مع النساء بما لا يحتاج إليه وليس هذا من الخوض فيما لايعنيه ،إنما ذلك في كلا م فيه إثم، فالظاهر أنه قول آخر أو محمول على العجوز. (۹/ ۵۳۰، الحظروالإباحة، فصل في النظر والمس)

(۲) ما في " **السنن الترمذی** ": عن أبي هريرة قال : " **أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتل الأسودين في الصلوٰة، الحية والعقرب** ". (۱/ ۸۹، الصلاة، باب ماجاء في قتل الأسودين في الصلاة) =

موبائل میں گیم ڈاؤن لوڈ کرنا

مسئلہ(۴۰۶): موبائل میں جاندار یا غیر جاندار کی تصویر والے گیم ڈاؤن لوڈ کرکے کھیلنا، جیسے کرکٹ، فٹبال، کیرم بورڈ وغیرہ، اس میں ضیاعِ وقت لازم آتا ہے، بالخصوص جب کہ اس میں تصاویر بھی موجود ہوں، تو اس کی برائی اور بڑھ جاتی ہے، لہذا اس سے اجتناب لازم ہے۔(۱)

ایک موبائل سے دوسرے موبائل پر تصویری میسیج، یا فلم، یا گانے بھیجنا

مسئلہ(۴۰۷): کسی شخص کے کہنے پر یا ازخود کسی دوسرے کے موبائل پر، جانداروں کی تصویر والے میسیج بھیجنا، اسی طرح ایک موبائل سے دوسرے موبائل میں فلم، یا گانا بھیجنا، شرعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے۔(۲)

= ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": "ویباح قطعها لنحو قتل حیة وند دابة وفور قدر". "درمختار". (۲/ ۴۲۵، الصلاة ، مایفسد الصلاة ومایکره فیها،مطلب في بیان السنة والمستحب.الخ)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **جمع الجوامع** ":"مِن حُسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه".

(۶/۳۹۳، المیم مع النون من الجامع الصغیر وزوائده، رقم الحدیث: ۱۹۹۹۷۰)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": قال ابن عابدین الشامي رحمه الله : کل لعبٍ وعبثٍ حرامٌ.

(۵۶۶/۹، الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **الصحیح البخاري** ": " إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون".

(۸۸۰/۲،کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة)

ما فی " **المعجم الکبیر للطبرانی** ": وعن ابن عباسؓ قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: =

غلط ریچارج پر حقِ مطالبہ حاصل ہوگا

مسئلہ(۴۰۸): اگرکوئی شخص اپنے موبائل میں ریچارج کررہا تھا،لیکن غلط نمبر ڈائل کرنے کی وجہ سے کسی اور کے موبائل میں ریچارج ہوگیا،تو اسے اس شخص سے جس کے موبائل میں یہ ریچارج ہوگیا،اپنی ریچارج کردہ رقم کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا،اور شخصِ آخر کیلئے اس ریچارج کا استعمال اس وقت تک حلال نہیں ہوگا،جب تک اتنی رقم شخصِ اول کوادا نہ کردے۔(۱)

= " **لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار، يقول لهم الرحمٰن: قوموا إلى ما صورتم، فلا يزالون يعذبون حتىٰ تنطق الصورة ولا تنطق** ".

(۱۱/۱۵۷، رقم الحديث:۱۱۴۷۸، مجمع الزوائد:۵/۲۲۶، اللباس، باب ما جاء في التماثيل والصور، رقم الحديث :۸۸۹۵)

ما فی " **الكتاب** ": ﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾.

(سورة لقمان:۶)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وجاء في التفسير أن المراد الغناء. (۹/۵۰۲، الحظر والإباحة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال الحصكفي: وفي السراج : ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام .... قال ابن مسعودؓ: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب ،كما ينبت الماء النبات. "درمختار".

قال **الشاميؒ**: والحاصل أنه لا رخصة في السِّماع في زماننا،لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السِّماع في زمانه. الخ. (۹/۵۰۲/۵۰۳، الحظروالإباحة، قبيل فصل في اللبس)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **القرآن الحكيم** ": ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم**﴾. (سورة النساء :۲۹)

ما فی " **جمع الجوامع** ": قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **لايحل لإمرئٍ من مال أخيه شئٌ إلا بطيب نفس منه** ". (۹/۷، تتمة حرف اللام الألف، رقم الحديث:۲۶۷۵۹)

موبائل میں کسی کی تصویر فیڈ کرنا

مسئلہ(۴۰۹): موبائل میں کسی شخص کی تصویر فیڈ (Feed) کرنا، کہ جب بھی فون کیا جائے تو بجائے نمبر کے اس شخص کی تصویر آئے درست نہیں ہے۔(۱)

خراب موبائل، عیب بتلائے بغیر فروخت کرنا

مسئلہ(۴۱۰): بہت سے لوگ موبائل خراب ہونے پر اسے کم قیمت میں فروخت کردیتے ہیں، اور خریدار کو موبائل میں موجود عیوب اور خرابیوں پر آگاہ نہیں کرتے، اس طرح کی بیع دھوکہ دہی ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا۔(۲)

اس بیع کے بعد خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو پوری قیمتِ خرید پر رکھ لے، اور اگر چاہے تو واپس کردے، لیکن یہ اختیار نہیں ہے کہ موبائل رکھ لے، اور عیب کی وجہ سے کچھ قیمت کے واپسی کا مطالبہ کرلے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) **ما في " الصحيح البخاري":** " **إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون**".

(۲/ ۸۸۰، اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": " لا تمثالَ إنسان أو طير". "درمختار". قوله: (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .(۹/ ۵۱۹، الحظروالإباحة، فصل في اللبس)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **جمع الجوامع** ": عن ابن عباس رضی قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم : "**من غشنا فليس منا، ومن رمانا بالنبل فليس منا** ". (۷/ ۲۱۳، رقم الحديث:۲۲۴۹۷)

(۳) ما فی " **جامع الترمذی** ": عن أبي هريرة رضی أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام =

کیمرے والے موبائل کے استعمال سے احتیاط برتیں

مسئلہ(۴۱۱): کیمرے والے موبائل سے گفتگو کرنا ناجائز نہیں ہے، بلکہ اس کا غلط استعمال ناجائز ہے، علماء، ائمہ، ومقتدیانِ کرام کیلئے تہمت سے بچنے کیلئے احتیاط اسی میں ہے، کہ وہ کیمرے والے موبائل کے بجائے سادہ موبائل استعمال کریں۔(۱)

= فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللا، فقال:"يا صاحب الطعام! ما هذا ؟ قال: أصابته السماء يارسول الله صلى الله عليه وسلم ؛ قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال:" من غشّ فليس منا ". حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام .

(۱/ ۲٤٥، البيوع، ماجاء في كراهية الغش في البيوع)

ما فی " **العرف الشذى على هامش الترمذى** ": ذكر في الفتح أن البيع ذا غرر قولي يجب فسخه قضاءً، وذا غرر فعلي يجب فسخه ديانة، وكل بيع مكروه تحريما يجب فسخه ديانة.

(العرف الشذي على هامش الترمذي:۱/ ۲٤۷، رقم الحديث:۱۳۱٥)

ما فی " **السنن الترمذى** ": عن أبي هريرةؓ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر وبيع الحصاة". (۱/ ۲۳۳، البيوع، ماجاء في كراهية بيع الغرر، الصحيح لمسلم :۲/ ۲،كتاب البيوع)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** " : من وجد بمشريه ماينقص الثمن ولو يسيراً ـ جوهرة ـ عند التجار، المراد بهم المعرفة بكل تجارة وصنعة ، قاله المصنف: أخذه بكل الثمن أو رَدّه مالم يتعين إمساكه."درمختار".(۷/ ۱٦۹/ ۱۷۰ كتاب البيوع ، باب خيارالعيب)

والحجة على ما قلنا:

(۱) لقوله عليه السلام : " **اتقوا مواضع التهم**". (كشف الخفاء ومزيل الإلباس:۱/ ۳۷)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الأمور بمقاصدها ". (۱/ ۱۱۳)

انٹرنیٹ کا استعمال

مسئلہ(۴۱۲): انٹرنیٹ ایک ایسا جدید مواصلاتی نظام ہے، جس کے ذریعے دنیا ایک چھوٹی سی آبادی کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے، انسان گھر بیٹھے دنیا کے چپے چپے اور مختلف الاجناس افراد کی سیر کرتا ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے انسان دین واسلام کو گھر بیٹھے دنیا کے ہر طبقے میں متعارف کراسکتا ہے، اور پورے عالم کو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں غور کرنے، توحید ورسالت اور آخرت کی دعوت دینے میں استعمال کرسکتا ہے، اسی طرح تعصب وعناد، اختلاف وانتشار اور بداخلاقی وغیرہ کی بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ دعوت دی جاسکتی ہے، جس سے افرادِ انسانی میں اختلاف وانتشار کی فضاء آخری حد تک عام کی جاسکتی ہے۔

اگر انٹرنیٹ کا استعمال پہلے مقصد کیلئے ہے تو اس کا استعمال جائز ہے، اور اگر دوسرے مقصد کیلئے ہے تو اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، اس لیے کہ فقہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے: ''امور اپنے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں''۔

انٹرنیٹ پروگرامس کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۱۳): انٹرنیٹ میں کچھ پروگرامس ہوتے ہیں، جیسے یاہو میسینجر (Yahoo Massenger)، ایم، ایس، این میسینجر (MsnMassenger)، ریڈیفبال (Redifbol)

والحجة علی ما قلنا:

ما في " **الأشباه والنظائر**": " الأمور بمقاصدها ". (۱/ ۱۱۳)

ما فی " **المقاصد الشرعية**": وبقاعدة فقهية سدا للذرائع: " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا ". (ص۴۶)

ما فی " **اعلام المؤقعين** ": "وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (۳/ ۱۵۷)

وغیرہ، یہ پروگرامس ای میل (E-mail) اور چیٹنگ (Chating) کیلئے مخصوص ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ دنیا میں کسی بھی فرد سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے، بہت سے نوجوان انٹرنیٹ چیٹنگ (Internet,Chating) کے ذریعے اجنبی لڑکیوں سے فرینڈشپ (Friendship) اور عشق ومحبت کی باتیں کرتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کو فحش اور عریاں تصاویر ای میل (E-mail) کرتے ہیں، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

انٹرنیٹ پر گیم کھیلنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (**٤١٤**): انٹرنیٹ، موبائل اور کمپیوٹر پر گیم کھیلنے سے اگر فرائض کا ترک لازم آتا ہے، تو یہ کھیل ناجائز اور حرام ہوگا، اور اگر ترکِ واجب لازم آتا ہو تو مکروہ تحریمی ہوگا، اور اگر ترکِ سنن ومستحبات لازم آتا ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا، کیوں کہ ہر وہ کام جو ترکِ فرض کا ذریعہ بنے وہ حرام، اور جو ترکِ واجب کا ذریعہ بنے وہ مکروہِ تحریمی، اور جو ترکِ سنن ومستحبات کا ذریعہ بنے وہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **لعن الله الناظر والمنظور إليه** ".(ص ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً . "درمختار".

(۹/ ۵۳۰، الحظر والإباحة)

ما فی " **الصحيح البخاری** ": " **إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون** ".

(۲/ ۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": "لاتمثالَ إنسان أو طير". "درمختار". قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (رد المحتار:۹/ ۵۱۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

مکروہِ تنزیہی ہوگا۔(۱)

انٹرنیٹ کے ذریعہ رازدارانہ معاملات کی جاسوسی کرنا

مسئلہ(۴۱۵): اگرکوئی شخص، یاادارہ، یا کمپنی، یاحکومت اپنے رازدارانہ معاملات کو،کوڈورڈ (Codeword/password) کے ذریعہ انٹرنیٹ یاکمپیوٹر پر فائلوں میں محفوظ کرلے، تو کسی دوسرے شخص کا جاسوسی کرکےکوڈورڈ (Code word) کوحاصل کرنا،اورفائلوں میں محفوظ رازدارانہ معلومات سےفائدہ اٹھاناشرعاًناجائزہے،اس لیےاس سےبچناواجب ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": لقوله تعالیٰ : ﴿**ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغيرعلم**﴾. (سورة الأنعام:۱۰۹)

ما فی " **الکتاب** ": ﴿**ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت**﴾. (سورة البقرة:۶۵)

ما فی " **الحدیث** ": لقوله علیه السلام :" **قاتل الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فباعوها وأكلوا أثمانها**". (صحيح البخاري:ص۳۸٤، البيوع، باب لايذاب شحم الميتة ولايباع ودكه، رقم الحديث:۲۲۲٤، موسوعة فتح الملهم :۵۲۷/۷، كتاب المساقات، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير الخ)

ما فی " **الفروق للإمام القرافی** ": فذمهم لكونهم تذرعوا للصيد يوم السبت المحرم عليهم بحبس الصيد يوم الجمعة. وبقوله عليه السلام: " لعن الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فباعوها وأكلوا أثمانها".

وبإجماع الأمة على جواز البيع والسلف مفترقين وتحريمهما مجتمعين لذريعة الربا، ....فإنها تدل على اعتبار الشرع سدًّا للذرائع في الجملة وهذا مجمع عليه .

(الفروق للإمام القرافي :۴۳۷/۳،الفرق الرابع والتسعون بين قاعدة ما يسدمن الذرائع وبين قاعدة مالايسد منها)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب** ": ﴿**ولا تجسّسوا**﴾. اورتم جاسوسی نہ کرو. (سورة الحجرات:۱۲) =

انٹرنیٹ کے ذریعہ تبلیغ واشاعت

مسئلہ(٤١٦): انٹرنیٹ کے ذریعہ قرآنِ کریم ،حدیثِ نبویؐ، عقائدِ اسلام ،احکامِ اسلام ونظریاتِ شرع پر غیروں کی طرف سے جو یلغار کی جارہی ہے،اوراسلام واہلِ اسلام کی جو غلط شبیہ پیش کی جارہی ہے،اس کا جواب انٹرنیٹ کے ذریعہ ہی دینا ممکن ہے،اس لئے اس مقصد کے خاطرانٹرنیٹ کا استعمال جائز ہی نہیں بلکہ بعض اوقات لازم ہے۔(۱)

انٹرنیٹ پرخرید وفروخت

مسئلہ(٤١٧): اگرانٹرنیٹ پر بائع اور مشتری دونوں موجود ہوں،اورایجاب کے فوراً بعد دوسرے کی طرف سے قبول ظاہر ہوجائے تو بیع منعقد ہوجائے گی،اوراس صورت میں عاقدین کو متحدالمجلس تصورکیا جائے گا،کیوں کہ اتحادِ مجلس کا مقصد ایک ہی وقت میں،ایجاب کا قبول سے مربوط ہونا ہے۔(۲)

= ما فی " **الصحیح المسلم** ": " **ولا تحسّسوا ولا تجسّسوا** ". (کہ تم دوسروں کی ٹوہ میں اور جاسوسی میں نہ رہو). (۲/۳۱۶،کتاب البر والصلة والأدب، باب تحریم التحاسد.الخ)

ما فی " **فقه النوازل** ": " ان ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب ". (۳/۲۲۵)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": ﴿**وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة**﴾. (سورة الأنفال:٦٠)

ما فی " **السنن لأبي داود** ": " **جاهدوا المشرکین بأموالکم وأنفسکم وألسنتکم** ".

(ص۳۳۹، کتاب الجهاد، باب کراهة ترك الغزو)

اورخالدبن ولیدؓ کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول :"حاربهم بمثل ما یحاربونك ، السیف بالسیف، والرُّمح بالرُّمح".

ما فی " **فقه النوازل** ": " ان ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب". **کے عموم میں (مذکورہ حکم) داخل ہے۔**

(۳/۲۲۵)

ما فی " **اعلام المؤقعین** ": " وسیلة المقصود تابعة للمقصود و کلاهما مقصود " . (۳/ ۱۷۵)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب** ": ﴿**أحل الله البیع وحرم الربوا**﴾ . (سورة البقرة:۲۷۵)

انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی دوسرے کا کریڈٹ کارڈ نمبر، اور اس کا پاس ورڈ حاصل کرکے خفیہ طور پر خرید وفروخت کرنا

مسئلہ(٤١٨): انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی کا کریڈٹ کارڈ(Credit Card) نمبراور اس کا پاس ورڈ(Password) حاصل کرکے، اس کے کھاتے سے خفیہ طور پر خرید وفروخت کرنا، جس کا بل، کریڈٹ کارڈ والے کو آتا ہو، شرعاً ناجائز وحرام ہے، اور اس طرح کے مال کے استعمال پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔(۱)

ای - میل(E-Mail) کے ذریعہ بیع وشراء(خرید وفروخت) کرنا

مسئلہ(٤١٩): اگر کسی شخص نے کسی شخص کو، ای۔میل(E-Mail) کے ذریعہ بیع (بیچنے) کی پیشکش کی، تو جب وہ شخص جسے یہ پیشکش کی گئی، اس ای۔میل(E-Mail) کو پڑھے، اسی

ما فی " **السنن لأبي داود**": " **المتبايعان بالخيار ما لم يفترقا** ".

(٤٨٩/٢، كتاب البيوع ، باب في خيار المتبايعين)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الأمور بمقاصدها " . (١١٣/١)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالىٰ: ﴿**لا تأكلو أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم**﴾. (سورة النساء: ٢٩)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": " **كل المسلم على المسلم حرام ، عرضه وماله ودمه** ".

(٣١٧/٢، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره إلخ، السنن للترمذي: ١٤/٢، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم)

ما في " **الحديث النبوي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه** ". (السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ١٦٦، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح :ص٢٥٥)

وقت اس کی جانب سے قبولیت کا اظہار صحتِ بیع کے لئے ضروری ہوگا، اور یہ صورت تحریر وکتابت کے ذریعہ بیع (بیچنے) کی ہوگی، اور بیع بصورتِ تحریر وکتابت درست وجائز ہے۔(۱)

انٹرنیٹ کے ذریعہ عقدِ نکاح کا حکمِ شرعی

مسئلہ(**٤٢٠**): عقدِ نکاح بمقابلۂ عقدِ بیع نازک ہے، اس میں عبادت کا بھی پہلو ہے، اور دو گواہ بھی شرط ہے، اس لئے براہِ راست انٹرنیٹ، ویڈیو کانفرنسنگ اور فون پر نکاح کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں ہوگا، ہاں اگر ان ذرائع ابلاغ پر کسی کو نکاح کا وکیل بنایا جائے، اور وہ دو گواہوں کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کر لے تو نکاح درست ہوگا، بشرطیکہ گواہ مؤکل غائب کو جانتے ہوں، یا بوقتِ ایجاب وقبول اس کا نام مع ولدیت لیا گیا ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": بقاعدة فقهية :" الكتاب كالخطاب".

(۱/٦٩، "المادة:٦٩"، قواعد الفقه :ص٩٩، رقم القاعدة:٢١٩)

ما فی " **فتح القدير** ": " فلما بلغه الكتاب وفهم ما فيه قال: قبلت في المجلس انعقد". (٦/٢٣٦، الفتاوىٰ الهندية:٣/٩، الباب الثاني فيما يرجع إلى انعقاد البيع وفي حكم المقبوض على سوم الشراء وغيره)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **خلاصة الفتاوى** ": " امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه، فقال الوكيل: اشهدوا اني قد تزوجت فلانة من نفسي إن لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها". (٢/١٥، كتاب النكاح، الفصل السادس في الشهود)

ما فی " **نصب الراية تخريج أحاديث الهداية** ": "رُوي أنه عليه السلام وكل بالتزوج عمر بن أبي سلمةؓ". (٤/١٩٢، كتاب الوكالة)

تبلیغِ دین کی خاطر ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی وغیرہ کا استعمال

مسئلہ(۴۲۱): آج ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی ، اور سافٹ ویئر وغیرہ کا استعمال عام ہو چکا ہے، اس لئے تبلیغِ دین اور اشاعتِ حق کے خاطر ایسی کیسٹیں، سیڈیاں اور سافٹ ویئر بنانا، جس میں اخلاقی وتربیتی تعلیمات کو ریکارڈ کیا گیا ہو (خواہ صرف آواز یا آواز کے ساتھ حروف ہوں) جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ذی روح کی تصاویر نہ ہوں۔

والحجة علی ما قلنا:

ما فی " **الکتاب** ": ﴿**خلق لکم ما في الأرض جمیعا**﴾. (سورة البقرة: ۲۹)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": وبقاعدة فقهیة :"إن الأصل في الأشیاء الإباحة، حتی یدل الدلیل علی عدم إباحته".(۲۵۲/۱)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": " لا تمثالَ إنسان أو طیر"."درمختار". قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذي الروح. (۵۱۹/۹، الحظروالإباحة، فصل في اللبس)

كتاب اللباس والزينة

(لباس اور زینت کا بیان)

زینت:......ہر اس شئ کا نام ہے جس کے ذریعے تزیّن ہو۔"**الزينة إسم جامع لكل شيء يتزين به**".
(لسان العرب:۱۳/۱/۲۰۱)

لغۃً:......زینت کا اطلاق اصل خلقت پر معنی زائد پر ہوتا ہے۔

جمال:......تناسب، اعتدال اور استواء خلقت کو کہتے ہیں۔"**وقد قيل عن الجمال انه تناسب الخلقة واعتدالها واستوائها**".(أحكام تجميل النساء:ص۵۶)

زینت و جمال میں فرق:

جمال اصلی وفطری خوبصورتی کو کہتے ہیں، جب کہ زینت کا اطلاق اصلی واضافی دونوں خوبصورتیوں پر ہوتا ہے۔"**الجمال يختص بالجمال الأصلي في الخلقة والزينة تشتمل ما كان في أصل الخلق وما كان مضافاً إليه**".

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون**﴾

ترجمہ:......اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت (گھر) لاتے ہو اور جبکہ (انہیں) صبح کے وقت (چرنے) چھوڑ دیتے ہو۔[سورۂ نحل:۶]

﴿**والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة**﴾. ترجمہ:......اور بڑی بوڑھیاں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو ان کو کوئی گناہ نہیں (اس بات میں) کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں (بشرطیکہ) زینت کو دکھلانے والیاں نہ ہوں[سورۂ نور:۶۰]

محمد بن ابی بکر الدمشقی معروف با بن القیم نے جمال کی دو قسمیں فرمائی:(۱) جمالِ ظاہری، (۲) جمالِ باطنی۔
جمالِ باطنی کا اطلاق علم، عقل، عفت اور شجاعت پر ہوتا ہے، اور جمالِ ظاہری سے وہ خوبصورتی مراد ہے جس

کے ذریعے اللہ رب العزت نے بعض صورتوں کو بعض سے مختص فرمایا ہے، اور یہی زیادتیٔ خلق ہے، ارشاد ہے:﴿يزيد في الخلق ما يشاء﴾. ترجمہ:……وہ پیدائش میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔

(سورۂ فاطر:۱)

معلوم ہوا کہ جمال فطری وخلقی ہے جو اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے،اور زینت کسبی اور اصلِ خلقت پر اضافہ ہے،شریعتِ اسلامی نے زینت کو مطلقاً ناجائز وحرام نہیں قرار دیا، بلکہ اس کو حدِ اعتدال میں رکھنے کے لیے حدود وقیود متعین کی ہے۔

اگر مسلمان مرد وعورت ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اور ان قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے زیب وزینت اختیار کرتے ہیں تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے،اور اگر ان حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں تو نہ صرف ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام بھی ہوتا ہے۔

انسان کا زیب وزینت کو پسند کرنا امرِ طبعی بلکہ فطری ہے، ہر انسان اس کی تمنا وآرزو کرتا ہے، کہ وہ خوبصورت ترین دکھائی دے، اسلام نے اس جذبہ وخواہش کو دبایا نہیں بلکہ اس کی اجازت دی، کیوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطری چیزوں کو منع نہیں کرتا، بلکہ اس کی اجازت دیتا ہے،جیسا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں شاہد ہیں:﴿يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾. ترجمہ:……اے اولادِ آدم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔[اعراف:۳۱]……﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبات من الرزق﴾. ترجمہ:……آپ کہیے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے کس نے حرام کردیا ہے،اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو؟(اعراف:۳۲)

مرد وعورت کے لیے زینت سے متعلق اسلامی ہدایات:

۱-……ایسی زیب وزینت جس میں مرد عورتوں،اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں شرعاً جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : ” لعن النبي صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال“.…… اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اوران عورتوں پر بھی جو مردوں کا روپ دھارتی ہیں۔

(صحیح بخاری:٢/٨٧٤، کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم الحديث:٥٦٥٦)

۲-......**زیب وزینت کی خاطر مسلمان کا اپنا حلیہ، وضع قطع اس طرح بدل لینا کہ غیر مسلموں سے بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہے، شرعاً جائز نہیں ہے۔**

لقوله تعالى: ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾. (سورۂ ہود:۱۱۳)

ولقوله عليه السلام: "**أبغض الناس إلى الله ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، مبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه**". (مشكوة المصابيح:ص٢٧)

ولقوله عليه السلام: "**من تشبه بقوم فهو منهم**".

(ابوداود:ص٥٥٩، كتاب اللباس، باب لباس الشهرة)

۳-......**زیب وزینت اور آرائشِ جمال کے جذبات کی تسکین وتکمیل کے لیے اپنی حقیقی ضرورتوں کو نظر انداز کرنا، یا اس کے لیے قرض در قرض کے بوجھ تلے دبتے چلے جانا شرعاً جائز نہیں۔**

لحديث عبد الله بن قتادة : يحدث عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي برجل ليصلى عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم : "**صلوا على صاحبكم فإن عليه ديناً**" **قال أبو قتادة: هو عليّ ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بالوفاء" فقال: بالوفاء، فصلى عليه**. (ترمذی شریف: ١/٢٠٥، أبواب الجنائز ، باب ماجاء في المديون)

۴-......**ناک اور دوسرے اعضاء خلقی طور پر کم خوبصورت اور غیر مناسب ہوں، مگر انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرہ سے باہر نہ ہوں، تو محض زینت اور خوبصورتی کے لیے پلاسٹک سرجری کرانا تغییر خلق اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔**

(تجویز نمبر۴، بابت پلاسٹک سرجری، اٹھارہواں فقہی سیمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

عورتوں کی زینت سے متعلق خاص حدود وقیود:

۱-......عورت زینت اختیار کرسکتی ہے، مگر غیر محرم کے سامنے اس پر اپنی زینت کو چھپائے رکھنا فرض ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿**وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن**﴾.......اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں۔(سورۂ نور:۳۱)

۲-......آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے، سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے، اس لیے ایسی زیب وزینت جس میں جسم کے کل یا بعض اجزاء ظاہر ہوں شرعاً جائز نہیں ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بکر دخلت علی رسول الله صلی علیه وسلم وعلیها ثیاب رقاق فأعرض عنها رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال: یا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحیض لم تصلح أن یری منها إلا ھذا وھذا أشار إلی وجھه وکفیه.(ابو داود:ص ٥٦٧، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأۃ من)

۳-......زیب وزینت کے لیے اپنے جسم کے ان حصوں کو دیگر عورتوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتی، جن کا دیکھنا صرف شوہر کے لیے جائز ہے۔

آج کل بہت سی عورتیں بیوٹی پارلروں میں جا کر ایسی زیب وزینت کرواتی ہیں جس میں ان اعضاء کو کھولا جاتا ہے، جن کا دیکھنا صرف اور صرف اس کے شوہر کے لیے جائز ہے، شرعاً یہ عمل سخت گناہ کا باعث ہے۔

۴-......ایسی زیب وزینت جس کے اظہار سے مرد متوجہ ہوں، مثلاً گھنگھروں والے پازیب وغیرہ پہننا، جو چلتے وقت آواز کرتے ہیں، اور مرد متوجہ ہوتے ہیں، یا ایسی تیز خوشبو والا عطر اور پرفیوم لگانا جس کی خوشبو مرد محسوس کریں، شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ یہ بھی داعی الی الفتنہ ہے۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ محظور وممنوع کا سبب وذریعہ بھی ممنوع ہوتا ہے۔"**ما کان سبباً لمحظور فھو محظور**". (شامی:۲۲۳/۵)"

وكل ما أدى إلى الحرام فهو حرام". (بدائع الصنائع:۱/۶۶۸) "**ما أفضى إلى الحرام كان حراماً**". (موسوعة القواعد الفقهية:۹/۴۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**كل عين زانية والمرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا أو كذا يعني زانية**".…… ہر آنکھ زنا کرنے والی ہے،اور عورت جب عطر لگا کر مجلس کے پاس سے گذرتی ہے تو وہ بھی زانیہ ہے۔

(ترمذي:۳/۵۳۲، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، نسائی:۲/۲۴۰، باب ما يكره للنساء من الطيب)

۵-……زینت میں حرام چیزوں کا استعمال اور فعلِ حرام کا ارتکاب نہ ہو، خواہ شوہر کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔

عن عائشة رضي الله عنها أن امرأة من الأنصار زوجت ابنتها فتمعط شعر رأسها فجاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلک له، فقالت: إن زوجها أمرني أن أصل شعرها فقال : لا ؛ إنه قد لُعن الموصلات.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، اس کے سر کے بال جھڑنے لگے، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور ماجرا بیان کیا، کہنے لگی کہ اس کے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، کیوں کہ بال کے جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

(صحيح بخاری:۲/۷۸۴، كتاب النكاح ، باب لا تطيع المرأة زوجها في معصية)

۶-……ایسی زیب وزینت جس میں ضرر و تکلیف ہو شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ جلبِ مصالح ومنافع اور ان کی تکثیر، اور دفعِ مفاسد اور ان کی تقلیل مقاصدِ شرعیہ میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا ضرر ولا ضرار". "لا ضرر ولا إضرار".

(ابن ماجه:ص۱۶۹، جامع البيان في تفسير القرآن للطبري:۳۸/۱۷، القواعد الكلية والضوابط الفقهية:ص۱۶۷)

۷-......زیب وزینت کا مقصد، مقصدِ حسن ہو، یعنی زینت اس مقصد سے ہو کہ میں اپنے شوہر کی نگاہ میں اچھی لگوں، اور میرا بن سنور کر رہنا اس کی نگاہوں کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت میں معاون و مددگار رہو۔

ویسے تو حسنِ مقصد ہر عمل میں ضروری ہے، خواہ اس عمل کا تعلق معاملات سے ہو یا عبادات سے، زیب وزینت و آرائشِ جمال سے ہو یا کسی اور امر سے، اچھے مقصد سے امورِ مباحہ کو انجام دینے پر ثواب ملتا ہے اور شرعاً وہ جائز ہوتے ہیں، اور اگر مقصد غلط ہو تو ان کی اباحت بھی جاتی رہتی ہے، اور وہ باعثِ گناہ ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''**إنما الأعمال بالنيات ، وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه**''.

(صحيح بخاری: ۱/ ۲)

نیز فقہ کا قاعدہ ہے: ''**الأمور بمقاصدها**'' امور کا حکم ان کے مقاصد کے مطابق ہوتا ہے۔

(الأشباه والنظائر: ۱/ ۱۱۳)

مسائلِ زیب وزینت

موجودہ دور میں عورتوں کا لباس اور اس کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۲۲) : آج کل عورتوں میں ایسا باریک وپتلا لباس پہننے کا رواج ہو چلا ہے، کہ جس سے تمام یا بعض اعضاء نمایاں ہوجاتے ہیں، اسی طرح بعض عورتیں موٹا کپڑا پہنتی ہیں، مگروہ اس قدر چست اور چھوٹا ہوتا ہے، کہ اس سے جسم کے اعضاء نمایاں ہوجاتے ہیں، لہذا خواتین کے لئے ایسے لباس کا پہننا حرام اورنا جائز ہے۔(۱)

محض خوبصورتی کیلئے سرجری کروانا

مسئلہ(۴۲۳): محض خوبصورتی کے لیے سرجری کروانا کسی بھی حالت میں جائز نہیں(۱)، ہاں البتہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": قال تعالیٰ: ﴿ **يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سواٰتكم وريشاً ، ولباس التقوى ذلك خير**﴾.[الأعراف:۲۶]............ وقوله تعالى :﴿ **يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ،إنه لا يحب المسرفين**﴾.(الأعراف: ۳۱)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **صنفان من أهل النار لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة ، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا** ".(۲/۳۸۳، باب جهنم أعاذنا الله منها)

ما فی " **موسوعة فتح الملهم مع التكلمة كاملة** ": أن اللباس إنما يقصد به الستر والتجمل .... فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلا، أو موافقا لدور الأزياء. (۱۰/۷۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) مام فی " **القرآن الحكيم** ": ﴿ **ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾.

(سورة النساء:۱۱۹) =

اگر ہاتھ یا پیر کی انگلی زائد ہو(۱) یا عورت کو داڑھی نکل آئے تو ایسی صورت میں درست ہے(۲)۔

کم عمر دکھانے کے لیے سرجری کروانا

مسئلہ(۴۲۴): انٹی ایجنگ (Anti aging) یعنی کم عمر دکھانے کی کوشش کرنا، عام طور پر عمر رسیدہ فیشن کی دلدادہ عورتیں، بوڑھاپے کی وجہ سے جلد سکڑ جانے پر سرجری (Surgery) کرواتی ہیں، جسے سکین ٹائٹنگ (Skin tighting) بھی کہتے ہیں، یہ عمل سراسر ممنوع اور ناجائز ہے۔(۳)

= (۱) ما فی " **تکملة فتح الملهم مع التکملة کاملة** ": وأما قطع الإصبع الزائدة ونحوها فإنه ليس تغييراً لخلق الله ، وإنه من قبيل إزالة عيب أو مرض.

(۱۰/۱٦۹، کتاب اللباس والزينة، داراحیاء التراث العربي)

(۲) ما فی " **تکملة فتح الملهم مع التکملة کاملة** ": أما إذا نبت للمرأة لحية أو شارب أو عنفقة فأخذها حلال عند الحنفية والشافعية . (۱۰/۱٦۸)

والحجة علی ما قلنا:

(۳) ما في " **أحكام تجميل النساء** " : وقد رأى العلماء المعاصرون تحريمها ومنعها لدلالة النقل والعقل على منعها . فأما النقل : فبقول الله عز وجل : ﴿ **ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾. [النساء : ۱۱۹]. ووجه الدلالة من الآية : أنها من سياق الذم وبيان المحرمات التي يسول الشيطان للإنسان بفعلها ، ومن هذه المحرمات تغيير خلق الله وهذه الجراحات تشتمل على تغيير خلق الله والبعث فيها حسب الهوى والرغبة ، فتكون العملية والحال هذه مذمومة شرعاً ، ومن جنس المحرمات التي يسول بها الشيطان للإنسان . ومن السنة يقول النبي صلى الله عليه وسلم : " **والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله**".[الصحيح لمسلم :۲/۲۰۵]. ووجه الدلالة : أنه صلى الله عليه وسلم جمع بين تغيير الخلقة وطلب الحسن وكلا هذين المعنيين موجودان في الجراحة التحسينية ، فإنها تغيير للخلقة من أجل بل والزيادة فيه، فهي على هذا داخلة في الوعيد ، ولا يجوز أن تفعل. (ص:۳۷۸)

فیشن ایبل طرز پر بال کٹوانا ممنوع ہے

مسئلہ(۴۲۵): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کبھی نصف کان، کبھی کانوں کی لو، اور کبھی مونڈھے تک رہا کرتے تھے، اور حلق (سر مونڈوانا) بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے سنت طریقہ یہی ہے، اس کے برعکس انگریزی طرز پر فیشن ایبل بال رکھنا مثلاً: مشروم کٹ (MashroomCut) سولجر کٹ (SoldierCut) اسٹیپ کٹ (StepCut) ہپی کٹ (HippyCut) بیبی کٹ (BabyCut) راؤنڈ کٹ (RoundCut) وغیرہ ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن أبي داود** ": عن ابن عمر : " **أن النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن القزع** ".

(ص: ۵۷۷، كتاب اللباس، باب في الصبي له ذؤابة)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (۹/۵۸۴،الحظر والإباحة، فصل في البيع)

ما في " **السنن لأبي داود** ": لقوله عليه السلام : "**من تشبه بقوم فهو منهم**".

(ص: ۵۵۹، باب في لبس الشهرة ، الفتاوى الهندية:۳۵۷/۵، الباب التاسع عشر في الختان)

ما في " **الشمائل للترمذى** ": عن أنس بن مالك قال : " **كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى نصف أذنيه** ".

عن عائشة رضي الله عنها قالت : " **كنت اغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من إناءٍ واحدٍ وكان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة**".

وعن البراء بن عازب قال : " **كان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم مربوعاً بعيد ما بين المنكبين وكانت جمة تضرب شحمة أذنيه** ".

(ص:۳، السنن الترمذي : ۶۱۹، باب ما جاء في شعر رسول لله صلى الله عليه وسلم)

مصنوعی بالوں کا ٹوپ لگانا

مسئلہ(٤٢٦): بالوں میں مصنوعی وِگ (Wig) یعنی بناوٹی بالوں کی ٹوپی لگانا، جو کہ جسم سے علیحدہ نہ ہوسکے، یا عارضی طور پر لگانا کہ جب چاہا لگالیا اور جب چاہا اتارلیا، دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔(۱)

مصنوعی بالوں پر مسح کافی نہیں ہوگا

مسئلہ(٤٢٧): وِگ (Wig) یعنی مصنوعی بال اگر سر پر اس طرح فٹ کئے جائیں، کہ انہیں بآسانی نکالنا ممکن نہ ہو، یا اس طرح فٹ کئے جائیں کہ بآسانی نکالے جاسکتے ہوں، بہر دو صورت سر کے اصل بالوں کے چوتھائی پر مسح لازم ہے(۲)، وِگ پر مسح کرنا کافی نہ ہوگا، کیونکہ اس کو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح البخاری** ": عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة** ". (۸۷۸/۲)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها أو شعر غيرها كذا في الاختيار شرح المختار ولا بأس للمرأة أن تجمل في قرونها وذوائبها شيئاً من الوبر.

(۳۵۸/۵، رد المحتار: ۵۳۹/۹، كتاب الحظر والإباحة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": والمفروض في مسح الرأس مقدار الناصية كذا في الهداية ، والمختار في مقدار الناصية ربع الرأس ، كذا في الاختيار شرح المختار. (۵/۱)

بھوؤں اور چہرے کے بالوں کا اکھاڑنا

مسئلہ (۴۲۸): بہت سی عورتیں بھوؤں کے بالوں کو اکھاڑ کر انہیں باریک کرتی ہیں، اسی طرح چہرہ کے بالوں کو اکھاڑتی ہیں یا کسی سے اکھڑواتی ہیں، تاکہ وہ حسین وجمیل معلوم ہوں، ان کا یہ عمل حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح المسلم** ": لما جاء في الحديث : عن عبد الله بن مسعود قال :" **لعن الله الواشمات والمستوشمات، والنامصات والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، المغيرات خلق الله** ". الخ

(۲۰۵/۲، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ، رقم الحديث :۵۵۳۸، رقم الباب:۱۲)

ما فی " **تكملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": قوله : (النامصات) النمص نتف الشعر، والنامصة هي التي تنتف شعر الوجه كما في القاموس وتاج العروس .... والمتنمصة من تأمر امرأة أخرى بنتف الشعر عن نفسها وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة وهو حرام بنص هذا الحديث .... قوله : (المغيرات خلق الله) إشارة إلى قوله تعالى في سورة النساء : [۱۱۸و۱۱۹] حكاية عن قول الشيطان : ﴿**لأتخذن من عبادك نصيباً مفروضاً ، ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾ وفيه تصريح بأن الوصل والوشم والنمص وغيرها من جملة تغيير خلق الله الذي يفعله الإنسان بإغواء من الشيطان والذي نهى عنه الله سبحانه وتعالى في كتابه المجيد .

(۱۶۸/۱۰، ۱۶۹، رقم الباب: ۳۳، داراحياء التراث العربي، كذا في ردالمحتار:۵۳۵/۹، ۵۳۶، الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى:﴿**ما آتٰكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا**﴾.(سورة الحشر:۷)

ناخن لمبے رکھنا ممنوع ہے

مسئلہ(٤٢٩): فیشن کے طور پر لمبے لمبے ناخن چھوڑنا ناجائز اور مکروہ ہے۔(۱)

عورتوں کے لیے مہندی کا استعمال

مسئلہ(٤٣٠): عورتوں کے لیے ڈیزائن (Design) سے مہندی لگانا جائز ہے، خواہ ہاتھوں میں ہو یا پاؤں میں، ایک خاتون نے پردہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تحریر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لیا، اور دریافت فرمایا: کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟ انہوں نے عرض کیا عورت کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخن کو متغیر کرتی، یعنی مہندی لگاتی"۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": ويستحب قلم أظافيره يوم الجمعة وكونه بعد الصلاة أفضل، إلا إذا أخره إليه تاخيراً فاحشاً فيكره ، لأن من كان ظفره طويلاً كان رزقه ضيقاً.

(٥٨١،٥٨٠/٩، الحظر والإباحة ، فصل في البيع، الفتاوى الهندية:٣٥٨/٥، الباب التاسع عشر)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما فی " **السنن أبی داود** ": عن عائشة قالت: أومأت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده، فقال: " **ما أدري أيد رجل أم يد امرأة؟ قالت : بل يد امرأة ! قال: لو كنت امرأة لغيرت أظفارك يعني بالحناء**".

عن عائشة أن هنداً بنت عتبة قالت: يا نبي الله! بايعني قال:" **لا أبايعك حتى تغيري كفيك كأنهما كفا سبع**".

(٥٧٤/٢، باب في الخضاب للنساء، سنن النسائي:٢٣٧/٢، الخضاب للنساء، مشكوة المصابيح: ص٣٨٣)

لپ اسٹک کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

مسئله(۴۳۱): لپ اسٹک(Lip stick) اگرایسی چیز سے بنائی جاتی ہو، جوجلد تک پانی پہنچنے کے لیے مانع ہے، تو اس کا استعمال جائزنہیں ہے، اوراگر پانی جلد تک بآسانی پہنچ جائے تو جائز ہے۔(۱)

مردوعورت کے لیے کس دھات کی انگوٹھی پہننادرست ہے؟

مسئله(۴۳۲): مرد کے لئے چاندی اورعورت کے لیےسونے چاندی کےعلاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائزنہیں ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (ويجب) أي يفرض (غسل) كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً كأذن .... (ولا يمنع) الطهارة (ونيم) أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه، به يفتى. (ودرن ووسخ)... وكذا دهن ودسومة ....(و)لا يمنع (ما على ظفر صباغ و) لا (طعام بين أسنانه) أو في سنه المجوف، به يفتى. وقيل إن صلباً منع، وهو الأصح. "درمختار". (۱/۲۸۵-۲۸۹، كتاب الطهارة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وفي الخجندي: التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً. (۵/۳۳۵)

ما فی " **فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية** ": ولا يتختم الرجل إلا بفضة، أما لا يختم بالذهب للحديث المعروف وكذا التختم بالحديد لأنه خاتم أهل النار، وكذا الصفر لقوله عليه السلام: " **تختم بالورق ولا تزده على مثقال** ". (۳/۴۱۳)

میک اپ کا سامان استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۴۳۳): میک اپ (Makeup) غیر ملکی سامان، پاوڈر (Powder) لپ اسٹک (Lip stick) اور تیل وغیرہ کے بارے میں اگر یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو، کہ ان میں سور کی چربی یا مردار جانوروں کی چربی ملائی گئی ہے، مگر ملانے کے بعد اس کی حقیقت وماہیت کو کسی کیمیاوی عمل کے ذریعہ اس طرح بدل دیا گیا، کہ وہ ایک حقیقت سے دوسری حقیقت بن گئی، تو ان کا استعمال جائز ہوگا(۱)، غیر ملکی سامان میں سور کی چربی یا مردار جانوروں کی چربی ہونے کا محض شک، اس کے استعمال کے جواز کو عدمِ جواز میں تبدیل نہیں کرسکتا، کیونکہ فقہ کا قاعدہ ہے: " **الیقین لا یزول بالشک**". " **الأصل في الأشیاء الإباحة حتی یدل الدلیل علی عدم الإباحة**"(۲)۔

عورت کا اپنے شوہر کے لیے میک اپ کرنا

مسئلہ(۴۳۴): اپنے شوہر کے سامنے شرعی حدود میں رہتے ہوئے، عورت کے لیے میک اپ کرنا جائز ہے، کیوں کہ عورت کا یہ عمل اس کے ساتھ شوہر کی محبت میں اضافہ کا باعث ہوگا، اور یہی شارع کا مقصود بھی ہے(۱)، اور قاعدہ ہے: " **الأمور بمقاصدها** "(۲)۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار علی الدر المختار** ": جعل الدهن النجس في صابون یفتی بطهارته لأنه تغیر، والتغیر یطهر عند محمد، ویفتی به للبلوی .... ثم اعلم أن العلة عند محمد هي التغیر وانقلاب الحقیقة ویفتی به للبلوی کما علم مما مر، ومقتضاه عدم اختصاص ذلك الحکم بالصابون، فیدخل فیه کل ما کان فیه تغیر وانقلاب حقیقة وکان فیه بلوی عامة. (۱/۵۱۹، کتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۲)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **أحکام تجمیل النساء** ": تجمل المرأة لزوجها في الحدود المشروعة من الأمور التي ینبغي لها أن تقوم بها فإن المرأة کلما تجملت لزوجها کان ذلك أدعی إلی محبته لها وإلی الائتلاف بینهما، =

عورتوں کا مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہننا

مسئلہ(۴۳۵): عورت اپنی حوائج وضروریات، اسی طرح زیورات خریدنے کیلئے بازار جاسکتی ہے، مگر مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہننا اور دوکانداروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا ناجائز اور سخت باعثِ گناہ ہے۔(۱)

= وهذا مقصود الشارع ، فالمكياج إذا كان يجملها ولا يضرها فإنه لا بأس به ولا حرج .(ص:۲۰۱)

(۲) (قواعد الفقه:ص۶۳، الأشباه والنظائر:۱/۱۱۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **أحكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله** ": قال تعالى: ﴿**وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى**﴾. [سورة الأحزاب:۳۳] فدلت الآية على أن الأصل في حقهن الحجاب بالبيوت والقرار بها، ولكن يستثنى منه مواضع الضرورة فيكتفى فيها الحجاب بالبراقع والجلابيب .... فعلم أن حكم الآية قرارهن في البيوت إلا لمواضع الضرورة الدينية كالحج والعمرة بالنص، أو الدنيوية كعيادة قرابتها وزيارتهم أو احتياج إلى النفقة وأمثالها بالقياس، نعم! لا تخرج عند الضرورة أيضاً متبرجة بزينة تبرج الجاهلية الأولى، بل في ثياب بذلة متسترة بالبرقع أو الجلباب، غير متعطرة ولا متزاحمة في جموع الرجال؛ فلا يجوز لهن الخروج من بيوتهن إلا عند الضرورة بقدر الضرورة مع اهتمام التستر والاحتجاب كل الاهتمام.وما سوى ذلك فمحظور ممنوع. (۳/۳۱۷-۳۱۹)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الدر المختار: وتمنع المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. (۲/۷۹، باب شروط الصلوة)

وما فی " **رد المحتار** " : ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً. (۹/۵۳۰ ، الحظر والإباحة)

ما فی " **رد المحتار والفتاوى الهندية** " : حل لمسة إذا أمن الشهوة على نفسه........ إلا من أجنبية =

عورتوں کا اونچی ایڑی کی چپل یا جوتی پہننا

مسئلہ(۴۳۶): اونچی ایڑی کے جوتے اور چپل پہننا یوں تو جائز ہے، لیکن نہ پہننا بہتر ہے، اس لیے کہ اب یہ فاحشہ اور بدکار عورتوں کی پسندیدہ چیزوں میں شمار ہوتی ہے، اور ان سے مشابہت اختیار کرنے کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔(۱)

= فلا يحل مس وجهها و كفها و إن أمن الشهوة لأنه أغلظ.

(۵۲۸/۹، الفتاوى الهندية : ۳۲۹/۵،كتاب الكراهية ، باب فيما يحل للرجل النظر)

ما في " **البحر الرائق** ": قال رحمه الله : يمس ما يحل له النظر إليه ، يعني يجوز أن يمس ما يحل له النظر إليه من محارمه ومن الرجال لا من الأجنبية.(۳۵٦/۸،كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن لأبي داود** ": لقوله عليه السلام :" **من تشبه بقوم فهو منهم**". (ص:۵۵۹)

ما في " **أحكام تجميل النساء** ": لبس الكعب العالي محرم لأنه من التبرج الذي ينهى الله عنه.

(ص: ۲۳۳)

ما في " **فتاوى المرأة المسلمة** ": لبس الكعب العالي لا يجوز لأنه يعرض المرأة للسقوط، والإنسان مأمور شرعاً بتجنب المخاطر .... كما أنه يظهر قامة المرأة وعجيزتها بأكثر مما هي عليه، وفي هذا تدليس وإبداء لبعض الزينة التي نهيت عن إبدائها المرأة المؤمنة.(ص: ۵۳۱،۵۳۲)

ما في " **أحكام تجميل النساء** ": وأما النعال المرتفعة فلا تجوز إذا خرجت عن العادة، وأدت إلى التبرج وظهور المرأة ولفت النظر إليها فكل شيء يكو ن به تبرج المرأة وظهورها وتميزها من بين النساء على وجه فيه التجمل فإنه محرم ولا يجوز لها . (ص: ۲۳۳، المطلب الثالث في لباس القدمين)

مرد وعورت کا کلائی گھڑی پہننا

مسئلہ(۴۳۷): مرد وعورت ہر دو کیلئے کلائی گھڑی پہننا جائز ہے۔(۱)

خالص سونے یا چاندی کی گھڑی پہننا

مسئلہ(۴۳۸): خالص سونے یا چاندی کی بنی ہوئی گھڑی پہننا مرد کیلئے نا جائز ہے، ہاں اگر گھڑی کا اندرونی حصہ سونے یا چاندی کا ہو، اور باہری حصہ لوہے وغیرہ کا ہو، تو مرد وعورت دونوں کیلئے جائز ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح البخاری** ": عن نافع أن عبد الله حدثه أن النبي صلى الله عليه وسلم اصطنع خاتماً من ذهب وجعل فصه في بطن كفه إذا لبسه فاصطَنَعَ خواتيم من ذهب فرقى المنبر فحمد الله وأثنى عليه فقال :" **إني كنت اصطنعته وإني لا ألبسه** ". فنبذه فنبذ الناس وقال جويرية: ولا أحسبه إلا قال في يده اليمنى. (۸۷۳/۲،باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه)

ما فی " **السنن أبی داود** ": عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال شريك وأخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يمينه.

(۵۸۰/۲، باب ماجاء في التختم في اليمين أواليسار)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الدر المختار** ": ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً .... ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كحجر......... وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها لما مر. "درمختار".

(۵۱٦/۹، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، البحرالرائق : ۳٤۸/۸، كتاب الكراهية، فصل في اللبس)

الکحل ملا ہوا پرفیومس یا عطر استعمال کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۳۹): آج کل سینٹ (پرفیومس) اور عطر وغیرہ میں جو''الکحل'' ملایا جاتا ہے، اگر وہ انگور یا کھجور کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ ناپاک ہے، اس کا استعمال ناجائز ہے، اور اگر وہ اِن دونوں شرابوں کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب سے، مثلاً: مکئی، جوار، بیر، آلو، چاول یا پیٹرول وغیرہ سے بنا ہوا ہو تو اس کے کپڑوں پر لگانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، اس کا استعمال جائز ہے، اگر کسی نے ایسا پرفیوم(Perfume) کپڑے پر لگا کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

نوٹ: البتہ صاحبِ''احسن الفتاویٰ'' (حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ) فرماتے ہیں، کہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ آج کل ''اسپرٹ'' اور ''الکحل'' کیلئے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا شیخین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق پاک ہے، حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگر چہ فسادِ زمان کی حکمت کی بناء پر امام محمدؒ کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے، مگر آج کل ضرورتِ تداوی وعمومِ بلویٰ کی رعایت کے پیشِ نظر شیخین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، ویسے بھی اصولِ فتویٰ کے لحاظ سے قولِ شیخین رحمہما اللہ کو ترجیح ہوتی ہے، إلا لعارض. (۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في ''**تکملة فتح الملهم**'' : ''حکم الکحول المسکرة **(Alcohals)** فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبیل إلی حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غیرها فالأمر فیها سهل علی مذهب أبي حنیفةؒ .... وإن معظم الکحول التي تستعمل الیوم في الأدویة والعطور وغیرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البیترول وغیره، وحینئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنیفةؒ عند عموم البلوٰی؛ والله سبحانه أعلم.

(۶۰۸/۳، کتاب الطهارة، الأشربة، حکم الکحول المسکرة، أحسن الفتاوی:۴۸۸/۸، کتاب الأشربة، نظام الفتاویٰ: ۳۵۳،۳۵۲/۱) =

عورت کے لیے سینٹ کا استعمال

مسئله(٤٤٠): عورت کیلئے ایسی خوشبو کا استعمال کرنا جائز ہے جس میں مہک انتہائی کم ہو کہ محض شوہر سونگھ سکے(۱)، ورنہ حدیث میں ہے کہ ''جو عورت مردوں کی مجلس کے پاس سے گزرے، اور وہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں، تو عورت کا یہ عمل زنا میں شمار ہوگا''(۲)۔

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ فإنه يجوز شربه مادون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ؛ وعند محمد رحمه الله تعالىٰ حرام شربه ؛ قال الفقيه: وبه نأخذ كذا في الخلاصة.

(٥/٤١٤،كتاب الأشربة ،الباب الثاني في المتفرقات)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : قال محمد رحمه الله في الأصل : إذا طرح في الخمر ريحان يقال له سوسن حتى توجد رائحته فلا ينبغي أن يدهن أو يتطيب بها ولا يجوز بيعها.

(٥/٤١٠،كتاب الأشربة ، الباب الأول في تفسير الأشربة، جامع الفتاوى:٣/٢١٧)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الحديث** ": عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **طيب الرجال ما ظهر ريحه وخفي لونه ، وطيب النساء ما ظهر لونه وخفي ريحه**".

(جامع الترمذي :٢/١٠٧، باب ما جاء في طيب الرجال والنساء ، مرقاة المفاتيح :٨/٢٨٦، ٢٨٧،كتاب اللباس، باب الترجل)

ما في " **الآداب للبيهقي**" : قال (الحسن) : " ألا وطيب الرجل ريح لا لون له ، ألا وطيب النساء لون لا ريح له ". (ص: ٢٤٠ ، باب في طيب الرجال وطيب النساء عند خروجهن ، رقم الحديث:٧٩٦)

(٢) ما في " **الآداب للبيهقي**" : عن أبي موسى الأشعري ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :" **أيما امرأة استعطرت فمرّت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية ، وكل عين زانية** ".

(ص:٢٤٠ ، باب في طيب الرجال وطيب النساء عند خروجهن ، رقم الحديث: ٧٩٧)

بجنے والے زیور پہننا شرعاً ممنوع ہے

مسئلہ(٤٤١): ایسا زیور پہننا جو بجتا ہو مثلاً جھانجن، پایل اور ہاتھ کے کڑے وغیرہ، شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔(۱)

عورتوں کا پلاسٹک، المونیم دھات وغیرہ کے زیور پہننا

مسئلہ(٤٤٢): عورتوں کیلئے پلاسٹک (Plastik) المونیم (Almonium) سونا یا چاندی یا اور کوئی دھات کے زیور پہننا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کسی بددین کی مشابہت نہ ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حيان الأنصاري كانت عند عائشة إذا دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت: لا تدخلنها عليّ، إلا أن تقطعن جلاجلها، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "**لا تدخل الملائكة بيتاً فيه جرس**". رواه أبوداود. (ص: ۳۷۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **السنن الترمذی** ": وقد أخرجه الترمذيعن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" **حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتي وأحل لإناثهم**". (۲۰۳/۱)

ما فی " **تحفة الأحوذی** ": وكذا حليّ الفضة مختص بالنساء إلا ما استثنى للرجال من الخاتم. (۳۸۲/۵)

ما فی " **أحكام تجميل النساء** ": وقد ذكر جميع فقهاء المذاهب إباحة تحلي النساء بسائر أنواع المجوهرات والأحجار الكريمة دون تفريق، كاللؤلؤ والياقوت والزبرجد والمرجان والعقيق والزمرد وسائر حلية البحر.................... لبس القلائد من ذهب أو خرز أو غيرهما من خواص النساء، فلا يجوز للرجال التشبه بهن في ذلك. (ص: ۳۲٤)

سونے اور چاندی کے زیورات کا حکم شرعی

مسئلہ(۴۴۳): عورتوں کیلئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ عورتوں کیلئے سونے چاندی کے استعمال میں صریح اور صحیح احادیث موجود ہیں،(۱) تاہم اگر ان زیورات کا استعمال فخر وتکبر اور زینت کی عام نمائش کا سبب بنے، اور عدمِ ادائے زکوٰۃ کا اندیشہ ہو تو اُحوط اور اُولی یہ ہے کہ ان زیورات کو استعمال نہ کرے۔(۲)

دکھلاوے کے لیے زیورات پہننا

مسئلہ(۴۴۴): عورت کو زیور، ریاکاری ودکھلاوے کے لیے نہیں پہننا چاہیے، حدیث پاک میں ہے کہ ”جو عورت ظاہر کرنے (دکھلاوے) کے لیے زیور پہنے گی تو اس کو عذاب دیا جائے گا“۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الحديث** ": عن سعيد بن أبی هند أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحل الذهب والحرير لإناث أمتی، وحرم على ذكورها .(السنن النسائی:۲/۲۴۲)

عن ابی موسی الأشعریؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتی وأحل لإناثهم .(السنن الترمذ:۱/۳۰۲)

(۲) ما فی " **الحديث** ": وعن أخت حذيفة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **"يا معشر النساء! أما لكن في الفضة ما تحلين به؟ أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهباً تظهره إلا عذبت به"**.

عن أسماء بن يزيدؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما إمرأةٍ تقلدت قلادةً من ذهب قلدت فی عنقها مثله من النار يوم القيامة، وأيما إمرأةٍ جعلت فی أذنها خرصاً من ذهب جعل فی أذنها مثله من النار يوم القيامة .(السنن لأبی داود:۲/ ۵۸۱، باب الخاتم)

ما فی " **بذل المجهود** ": قال ابن ارسلان: هذا الحديث الذی ورد فيه الوعيد على تحل النساء بالذهب يحتمل وجوهاً من التأويل؛ أحدها: انه منسوخ كما قال ابن عبد البر، والثانی: أنه فی حق من تزينت به، وتبرجت، وأظهرته، والثالث: أن هذا فی حق من لا تؤدی زكاته دون من أدته، والرابع: أنه إنما منع منه فی حديث الأسورة والفتخات لما رأى من غلظة، فإنه مظنة الفخر والخيلاء .

(۱۲/۲۶۴، باب الخاتم، فتاوی بينات:۴/۴۰۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) وعن أخت حذيفة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **"يا معشر النساء! أما** =

سات سال کے بعد بچی کے بال نہ کاٹے جائیں

مسئلہ(۴۴۵): جب بچی سات سال کی ہو جائے تو اس کے بال نہ کاٹے جائیں۔(۱)

عورت کا بال کٹوانا ممنوع ہے

مسئلہ(۴۴۶): بیوٹی پارلر (Beauty parlour) یا ہیئر اسٹائلس (Hair styl,s) میں جاکر، یا گھر میں عورت کا بال کٹوانا، اور مختلف ڈیزائن سے بالوں کو فیشن ایبل (Fashionable) بنانا، خواہ سامنے کی جانب سے ہو یا دائیں بائیں، یا پیچھے کی جانب سے ہو، بہر صورت حدیث میں ممانعت کی وجہ سے ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے۔(۲)

= **لكن في الفضة ما تحلين به؟ أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهباً تظهره إلا عذبت به"**.

قوله صلى الله عليه وسلم في الحديث:" **أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهبا تظهره إلا عذبت به"**. فدل ذلك على حرمة لبس الذهب إذا كان على قصد التبرج وإظهار الزينة للرجال ولا يتأتى هذا التفاخر والتكاثر في غالب الأحوال إلا في لبس الذهب دون الفضة .

(التعليق الصبيح:٤/٥٢٦، سنن النسائي:٢/٢٤١،كتاب الزينة، الكراهية للنساء في إظهار الحلي والذهب)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿**ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله ، ومن يتخذ الشيطان ولياً من دون الله فقد خسر خسراناً مبيناً**﴾.

(سورة النساء :١١٨)

ما في " **مشكوٰة المصابيح** ": عن ابن عباس قال : قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم : " **لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"**. (ص: ٣٨٠)

ما في" **رد المحتار على الدر المختار** ": وفيه قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت، زاد في البزازية : وإن بإذن الزوج لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى المؤثر التشبه بالرجال. (٩/٥٨٣)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **الحديث** ":عن ابن عباس قال :" **لعن النبي صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"**.(صحيح البخاري :٢/٨٧٤، مشكوة المصابيح :ص٣٨٥)

ما في " **البحر الرائق** ": وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به ، وإن حلقت =

چہرے کا مساج کروانا درست نہیں ہے

مسئلہ(۴۴۷): فیس مساج (Face massage) کروانا، یعنی گال، ناک، گردن وغیرہ پر کریم (Cream) یا اس جیسی چیز سے اتنی مالش کرنا کہ چمڑی باریک ہوجائے، اس عمل کا کرنا اور کروانا دونوں ناجائز ہیں۔(۱)

مرد وعورت خضاب استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ(۴۴۸): سرخ خضاب مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے، اور سیاہ خضاب مرد وعورت دونوں کے لیے مکروہِ تحریمی ہے، البتہ مرد کے لیے میدانِ جہاد میں دشمنانِ اسلام کو مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب کرنا بالاتفاق محمود ومستحسن ہے۔

اسی طرح ہیئر کلر کے نام سے جو مہندی لگائی جاتی ہے، اگر وہ بالوں کو خالص سیاہ کردے تو مکروہ تحریمی،

= تشبه الرجال فهو مکروه.(۳۷۵/۸، کتاب الکراهیة، الفتاوی الهندیة :۳۵۸/۵)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": وفیه : قطعت شعر رأسها أثمن ولعنت .. .. والمعنی المؤثر تشبه بالرجال اهـ . "در مختار" . أي لا العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال ، فإنه لا یجوز کالتشبه بالنساء. (۵۸۳/۹، ۵۸۴)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **أحکام تجمیل النساء** ": وبعد النظر إلی أقوال الفقهاء فیها أن القول بالإباحة هو الأولی شرط أن لا تکون هذه المواد مضرة ، فإن کانت مضرة فإن الحکم یتغیر إلی المنع إذا سبق القول بأن التحریم یتبع الخبث والضرر.................... فالمکیاج إذا کان یجملها ولا یضرها فإنه لا بأس به ولا حرج ولکنني سمعت أن المکیاج یضر بشرة الوجه، وأنه بالتالي تتغیر به بشرة الوجه تغیراً قبیحاً قبل زمن تغیرها في الکبر.(ص: ۲۰۰، ۲۰۱، المطلب الرابع أحکام عامة فی تجمیل الوجه)

اوراگرسیاہ مائل بسرخ کردے تو بلا کراہت اس کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ اس میں اورکوئی مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے روز حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، درآں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ گھاس کی طرح سفید تھے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کی سفیدی کسی چیز سے بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

حدیثِ مذکور سیاہ خضاب کی ممانعت اور اس کے ماسواء خضاب کے جواز پر دال ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحیح المسلم** ": ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة وحمرة ويحرم خضابه بالسواد على الأصح. (۲/۱۹۹)

ما فی " **مرقاة المفاتيح** ": قال النووي : في الخضاب أقوال وأصحها: أن خضاب الشيب للرجل والمرأة يستحب ، بالسواد حرام.

(۲۷۶/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٤٢٤)

ما فی " **بذل المجهود** ": وفي الحديث تهديد شديد في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم. (۲۸۳/۱۲)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، ويكره بالسواد. "**درمختار**" .... قال العلامة ابن عابدين الشامي : قوله: ويكره بالسواد أي لغير الحرب، قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه.

(۶۰۴/۹،۶۰۵، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، الفتاوى الهندية:۵/۳۵۹) =

عورتوں کا خوبصورتی کے لیے گودنا ممنوع ہے

مسئله(۴۴۹): ماہرینِ جمالیات کے نزدیک گالوں اور ہونٹوں پر تل کا نشان علامتِ حسن ہے، اسی لیے گال یا ہونٹ پر مصنوعی تل بنائے جاتے ہیں، عام طور پر اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ کسی کالے رنگ کے مادہ، مثلاً: کاجل وغیرہ کے نقطے تل نما بنائے جاتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ آرٹیفیکل میل (Artifical male) یعنی داغ دے کر تل بنائے جاتے ہیں، یا سوئی سے سوراخ کرکے سرمہ وغیرہ بھر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ سبز ہو جائے، تو پہلی صورت جائز اور دوسری صورت ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ یہ تغییر فی خلق اللہ میں داخل ہے(۱)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ گودنے والیوں، گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں، نچوانے والیوں، اور خوبصورتی کیلئے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ تعالی کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے(۲)۔

نوٹ: الواشمۃ: وشمٌ سے ماخوذ ہے، وشم عورتوں میں گودنے کا ایک قدیم فیشن ہے، جس

= ما في " **الحديث** ": عن جابر بن عبد الله قال : أتى قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد** ".

(الصحيح لمسلم :۲/۱۹۹، السنن لأبي داود: ۲/ ۵۷۸، مشكوة المصابيح :ص ۳۸۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** ": قال تعالى:﴿ **فليغيرن خلق الله**﴾.(النساء:۱۱۹)

(۲) ما في " **فتح الباری شرح صحيح البخاری** ": عن عبد الله رضي الله عنه قال:" **لعن الله الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله** ".

(۱۰/ ٤٦٦، كتاب اللباس، باب المستوشمة)

میں سوئی وغیرہ کے ذریعے بدن کے کسی حصہ یعنی رخسار، ہونٹ، کلائی وغیرہ میں باریک سوراخ کیا جاتا ہے، پھراس میں کاجل سرمہ وغیرہ بھردیا جاتا ہے، جس میں سیاہ یا کسی اور رنگ کے نقطے ابھرآتے ہیں، جس کو حسن میں زیادتی کا باعث سمجھا جاتا ہے، اس عمل کے کرنے والیوں کو واشمات اور جس کے ذریعہ کرایا جائے اس کو مستوشمات کہتے ہیں (۱)۔

خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کروانا

مسئلہ (۴۵۰): حسن اور خوبصورتی کی غرض سے دانتوں کو باریک کروانا اور کشادہ کروانا بھی ناجائز ہے۔(۲)

دس سالہ لڑکے سے پردہ ضروری ہے

مسئلہ(۴۵۱): عورتوں کیلئے غیرمحرم دس سالہ لڑکے سے پردہ واجب ہے، اس لیے کہ اس میں شعور بیدار ہوجاتا ہے۔(۳)

---

(۱) ما في " **فتح الملهم** " : أما الواشمة بالشين المعجمة ففاعلة الوشم وهي أن تغرز إبرة ونحوهما في ظهر الكف أو المعصم، أو الشفة أو غير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل الدم ثم تحشو ذلك الموضع بالكحل أو النورة فيخضّر وقد يفعل ذلك لنقش صور أو نقوش وفاعلة هذا واشمة، والمفعول بها ذلك موشومة، فإن طلب فعل ذلك بها فهي مستوشمة، والوشم حرام بنص هذا الحديث على الفاعلة والمفعول بها باختيارها والطالبة له.

(۱۰/۱۶۷، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة والنامصة والمتنمصة إلخ ، المكتبة دار احياء التراث العربى ، الصحيح المسلم :۲/۲۰۵، الصحيح البخاري : ۲/۸۷۸)

(۲) (حوالہ سابق)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما فی " **مختصر تفسير ابن كثير** ": وقوله تعالى: ﴿**أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء**﴾.(النور:۳۱) يعني لصغرهم لا يفهمون أحوال النساء وعوراتهن من كلامهن الرخيم وتعطفهن =

ٹائی کا استعمال درست نہیں ہے

مسئله(٤٥٢): آج کل جدید تعلیم یافتہ لوگ ٹائی کو بڑے فخر سے اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں، یہ شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ یہ صلیب نما ہوا کرتا ہے، اور صلیب شعارِ نصاریٰ ہے، اور ہمیں ان کے شعار میں مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔(۱)

= في المشية وحركاتهن وسكناتهن .... فأما إن كان مراهقا أو قريبا منه بحيث يعرف ذلك ويدريه ويفرق بين الشوهاء والحسناء فلا يمكّن من الدخول على النساء، وقد ثبت في الصحيحين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: " **إياكم والدخول على النساء" قيل: يا رسول الله أفرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت"**. (۲/۶۰۱،۶۰۲)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص**": وقد أمر الله تعالى الطفل الذي قد عرف عورات النساء بالاستيذان في الأوقات الثلاثة بقوله: ﴿**ليستأذنكم الذين ملكت أيمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم**﴾ وأراد به الذي عرف ذلك. وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**مروهم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر، وفرقوا بينهم في المضاجع**". فلم يأمر بالتفرقة قبل العشر وأمر بها في العشر لأنه قد عرف ذلك في الأكثر الأعم ولا يعرفه قبل ذلك في الأغلب. (۳/۴۱۲)

ما فی " **مشکوٰة المصابيح**": عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**مروا أولادكم بالصلوة وهو أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع**. رواه أبوداود. (۱/۵۸، كتاب الصلاة، الفصل الثاني)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى: ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من دون الله من أولياء ثم لا تنصرون**﴾. (سورة هود: ۱۱۳)

ما فی " **بذل المجهود فی حل سنن أبی داود**": (عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يترك في بيته شيئاً) يشمل الملبوس والستور والبسط والآلات (فيه تصليب) أي صورة =

....

....

....

= الصليب التي للنصارى من نقش في ثوب أو غيره (إلا قضبه) . ولفظ البخاري: "إلا نقضه " أي قطعه وكسره ، وغيرّ صورة الصليب، والصليب وإن لم يكن على صورة ذي حياة يمحى لما يعبده النصارى.

(١٢/١٧٦، كتاب اللباس، باب في الصليب في الثوب، رقم الحديث: ٤١٥١، مكتبة دارالبشائر الإسلامية بيروت ، سنن أبي داود: ٢/٥٧٢)

ما في " **السنن لأبي داود** ": قوله عليه السلام :" **من تشبه بقوم فهومنهم**". (٢/٥٥٩)

ما في " **مرقاة المفاتيح** ": (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تشبه بقوم) أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أي في الإثم والخير ، قال الطيبي: هذه عام في الخلق والخلق والشعار.

(٨/٢٢٢،كتاب اللباس، رقم الحديث: ٤٣٤٧)

ما في " **موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لايجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم. (١٠/٧٧،كتا ب اللباس والزينة)